عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی نادرِ روزگار،
اور معرکہ آرا کتاب "مثنوی معنوی" کی جامع اور لاجواب شرح

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

20

یہ وہ مقبول خاص و عام کتاب ہے کہ خواندہ ناخواندہ سب ہی اس سے دلچسپی لیتے ہیں مگر
مضامین عالیہ ہونے کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے اور بعض
اوقات نوبت الحاد و زندقہ تک پہنچ جاتی ہے، حضرت حکیم الامت نے اشعارِ مثنوی
کو واضح کر کے اور مسائل تصوف کو عام فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے حقیقت
یہ ہے کہ اس سے معتبر اور شریعت و طریقت کا پاس و ادب رکھ کر مضامین کو حل
کرنے والی کوئی اور شرح نہیں لکھی گئی

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ
بیرون بوہڑ گیٹ
ملتان

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی نادر روزگار
اور معرکہ آراء کتاب مثنوی معنوی کی جامع اور لاجواب اُردو شرح

از:

حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

جلد ۲۰

یہ وہ مقبول خاص و عام کتاب ہے کہ خواندہ، ناخواندہ سب ہی اس سے دلچسپی لیتے ہیں۔ مگر مضامین عالیہ ہونے کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے اور بعض اوقات نوبت الحاد و زندقہ تک پہنچ جاتی ہے۔ حضرت حکیم الامت نے اشعار مثنوی کو واضح کر کے اور مسائل تصوف کو عام فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سے معتبر اور شریعت و طریقت کا پاس ادب رکھ کر مضامین کو حل کرنے والی اور کوئی شرح نہیں لکھی گئی

ادارہ تالیفات اشرفیہ
بیرون بوہڑ گیٹ • ملتان

كما ارسلنا فيكم رسولا منكم يتلوا عليكم آياتنا ويزكيكم ويعلمكم الكتاب والحكمة ويعلمكم ما لم تكونوا تعلمون

چوں در کریمۂ صدر قولہ یتلو و یعلمکم الکتاب بر فضل ہمام نظم و معنی و قولہ یزکیکم بر شرف علم کلام و عقائد و علم سلوک و قولہ والحکمۃ بر مزیت علم اسرار و علم اصول دال باوضح بیان ست و از جزو بودن تصوف کہ مشتمل بر سلوک و اسرار ست از علم دین نیک عیاں است و باتفاق اہل مذاق مثنوی را در کتب ایں فن خاص شان ست لاکن از اغلاقش محتاج تبیان ست بنا علیہ ایں شرح اردو کہ معنونش را

کلید مثنوی

عنوانست و ایں نصف اخیر جلد ششم از انست و نام نامی مؤلفش مولانا اشرفعلی حنفی مشہور عالمیانست کہ ذات سامیش رہنمای گمرہان و مقتدای جہانیانست و در وی حل متن را چناں حل کردہ کہ نہایت امکانست و مسائل را بطوری تقریر نمودہ کہ ہم موافق تحقیق اہل اتقان و ہم مطابق حدیث و قرآنست و اشکالات و اغلاط را بطرزی دور ساختہ کہ مورث اطمینان و اذہانست و جا بجا ملفوظات سیدنا الحاج محمد امداد اللہ کہ معطر آذان و منشط اذہانست ہم در مطاویش سپردہ و باہتمام خاکسار انام حقیر محمد شبیر علی عفی عنہ

در اشرف المطابع واقع تھانہ بھون طبع گردید

العشر التاسع من شرح الدفتر السادس من المثنوی المعنوی افتتح فیہ للثانی عشر من ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بحث شاہزادگان باہمدگر در آں قضیہ ومقالہ برادر بزرگتر

(وجہ ربط اوپر مذکور ہوئی)

رو بہم کردند ہر سہ مفتتن　　ہر سہ را یک درد و یک رنج و حزن

تینوں مفتون ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے　　تینوں کا ایک ہی درد اور ایک ہی رنج و حزن تھا

ہر سہ در یک فکر و یک سودا ندیم　　ہر سہ از یک رنج و یک علت سقیم

تینوں ایک ہی فکر اور ایک ہی خیال میں ندیم تھے　　تینوں ایک ہی رنج اور ایک ہی علت سے سقیم تھے

در خموشی ہر سہ را خطرت یکے　　در سخن ہم ہر سہ را حجت یکے

خاموشی میں تینوں کا ایک خیال تھا　　تکلم میں تینوں کی ایک ہی حجت تھی

یک زمانے اشک ریزاں ہر سہ شاں　　بر سر خوان مصیبت خوں فشاں

کسی وقت وہ تینوں اشک ریز ہوتے تھے　　خوان مصیبت پر خون فشاں

یک زماں از آتش دل ہر سہ کس　　برزدہ با سوز چوں مجمر نفس

کسی وقت آتش دل سے تینوں آدمی　　انگیٹھی کی طرح سوز کے ساتھ سانس لیتے تھے

آں بزرگیں گفت کای اخوان خیر ما نہ زبودیم اندر نصح غیر
اُس بڑے نے کہا کہ اے اچھے بھائیو کیا ہم دوسرے شخص کو نصیحت کرنے میں مردنہ تھے

از حشم ہر کہ بما کردے گلہ از بلا و خوف و فقر و زلزلہ
حشم میں سے جو شخص ہمسے شکوہ کرتا بلا اور خوف اور فقر وزلزلہ سے

ما ہمی گفتیم کم نال از حرج صبر کن کالصبر مفتاح الفرج
تو ہم کہا کرتے تھے تنگی سے نالہ مت کر صبر کر کہ صبر مفتاح ہے کشادگی کی

ایں کلید صبر ما اکنوں چہ شد اے عجب منسوخ شد قانوں چہ شد
ہماری یہ کلید صبر اب کیا ہوئی ای مخاطب تعجب ہے وہ قانون منسوخ ہوگیا یہ کیا ہوا

ما نمی گفتیم کاندر کشمکش اندر آتش ہمچو زر خندید خوش
کیا ہم کہا نہ کرتے تھے کہ کشمکش میں خوش بخوش زر کی طرح آتش میں خنداں رہو

ہر سپہ را وقت تنگا تنگ جنگ گفتہ ما کہ ہیں مگردانید رنگ
ہر سپاہ کو جنگ کی تنگا تنگی میں ہم کہا کرتے تھے کہ ہاں رنگ متغیر مت کرو

آں زماں کہ بود اسپاں را وطا جملہ سرہا بریدہ زیر پا
جو وقت کہ گھوڑے کے پامال کرنے کا ہوتا تھا کٹے ہوے سرونکو پیروں کے نیچے

ما سپاہ خویش را ہی ہے کناں کہ بہ پیش آئید قاہر چوں سناں
ہم اپنی سپاہ کو ہے ہے کرتے تھے کہ زور کے ساتھ آگے بڑھو مثل سنان کے

جملہ عالم را نشاں دادہ بصبر زانکہ صبر آمد چراغ و نور صدر
ساری دنیا کو تو ہم صبر کا پتہ بتلاتے تھے کیونکہ صبر سینہ کا چراغ اور نور ہے

نوبت ما شد چہ خیرہ سر شدیم
ہماری باری آئی تو ہم کیسے عاجز ہوگئے

چوں زنان زشت در چادر شدیم
زنان زشت کی طرح ہم چادر میں ہوگئے

اے دلے کہ جملہ را کردی تو گرم
اے دل کہ تو سبکو مستعد کیا کرتا تھا

گرم کن خود را و از خود دار شرم
اپنے کو بھی تو مستعد کر اور اپنے سے شرم رکھ

اے زباں کہ جملہ را ناصح بدی
اے زبان کہ تو سب کی ناصح بنتی تھی

نوبت تو گشت از چہ تن زدی
تیری باری آئی ہے کس سبب سے خاموش ہے

اے خرد کو پند شکر خائے تو
اے عقل تیری پند شکر خا کہاں گئی

دور تست این دم چہ شد ہیہات تو
اس وقت تیری باری ہے تیری ہے ہے کیا ہوئی

اے ز دلہا بردہ صد تشویش را
اے عقل جو کہ بہت دلوں سے تشویش کو دور کیا کرتی تھی

نوبت تو شد بجنباں ریش را
تیری باری آئی ہے داڑھی کو ہلا۔

از عزی ریش ار کنوں در زدیدہ
اگر اب بزدلی سے تونے داڑھی کو چھپا لیا

پیش ازیں بر ریش خود خندیدہ
تو اس کے قبل تو اپنے اوپر ہنستی تھی

وقت پند دیگرانی ہائے ہائے
تو دوسروں کی نصیحت کے وقت تو ہائے ہائے

در غم خود چوں زنانی وائے وائے
اپنے غم میں عورتوں کی طرح وائے وائے

چوں بدرد دیگران درماں بدی
جب تو دوسروں کے درد میں علاج تھا

درد مہمان تو آمد تن زدی
درد تیرا مہمان ہوا ہے تو خاموش ہوگیا

بانگ بر لشکر زدن بد ساز تو
لشکر پر نعرہ لگانا تیرا طریقہ تھا

بانگ بر زن چہ گرفت آواز تو
نعرہ لگا تیری آواز کیوں پکڑی گئی

انچہ پنجہ سال بافیدی بہوش
تو نے پچاس سال جو کچھ ہوشیاری سے بنا تھا

زاں نسیج خود بغلطاقے بپوش
اپنے اس بنے ہوئے میں سے ایک بغلبند ہی پہن لے

از نوایت گوش یاراں بود خوش
تیری آواز سے احباب کے کان خوش تھے

دست بیروں آر و گوش خود بکش
اپنا ہاتھ نکال اور اپنا کان کھینچ

سر بدی پیوستہ خود را دُم مکن
تو تو ہمیشہ سے سر تھا اپنے کو دُم مت بنا

پا و دست و ریش و سبلت گم مکن
پا و دست و ریش و سبلت گم مت کر

بازی آں تست بر روئے بساط
تفریح میں لانا برسر مجلس تیرا حق ہے

خویش را در طبع آر و در نشاط
اپنے کو بھی تو خوش مزاجی اور نشاط میں لا

ایں حکایت گوش کن اے باخرد
یہ حکایت سن اے باخرد

تا بدانی اندریں معنے سند
تاکہ اس مضمون میں سند معلوم کرلے

تینوں مفتوں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے تینوں کا ایک ہی درد اور ایک ہی رنج وحزن تھا۔ تینوں ایک ہی فکر اور ایک ہی خیال میں ندیم تھے تینوں ایک ہی رنج اور ایک ہی علت سے سقیم تھے۔ خاموشی میں تینوں کا ایک خیال تھا تکلم میں تینوں کی ایک ہی حجت تھی (مطلب یہ کہ حالتیں دو ہوتی ہیں سکوت اور تکلم سو اگر وہ ساکت ہوتے تھے تو اُس وقت ایک ہی خیال میں غرق ہوتے تھے اور اگر متکلم ہوتے تو ایک ہی دعوی یعنی عشق کا تینوں کا کلام مثبت ہوتا تھا) کسی وقت وہ تینوں اشک ریز ہوتے تھے (اور) خوان مصیبت پر خوں فشاں (ہوتے تھے اور) کسی وقت آتش دل سے تینوں آدمی انگیٹھی کی طرح سوز کے ساتھ سانس لیتے تھے۔ اُس بڑے (بھائی) نے کہا کہ اے اچھے بھائیو کیا ہم دوسرے شخص کو نصیحت کرنے میں مرد نہ تھے (مقصود اس سے مشورہ دینا ہے کہ اپنی پہلی ہمت کو یاد کرکے اب بھی ہمت باندھو اور اگر شبہ ہو کہ یہ سب باہم رقیب تھے ان میں تشاور وتناصح کیسے ہو سکتا ہے اسی طرح آگے سب کا متفق ہو کر چین کو روانہ ہونا اور ایک دوسرے کو طرق کامیابی میں رائے وغیرہ دینا آتا ہے یہ بھی مستبعد ہے جواب یہ ہے کہ باہم اتحاد وتحابب ان میں اسقدر ہوگا کہ وہ جسکو ملجاتی وہ دوسروں کیلئے اسپر راضی ہو جاتا اور اپنے لئے یاس کی راحت پر کفایت کرتا اور اثنائے قصہ میں بہت اشعار سے معلوم ہوا کہ یہ شہزادے صالح اور دیندار تھے تو دینداروں سے ایسا ہونا عجیب نہیں اور بڑے بھائی نے یہ بھی کہا کہ) تم میں سے جو شخص ہمسے شکوہ کرتا

بلا اور خوف اور فقر و زلزلہ سے تو ہم (اُنکی فہمایش کے لئے) کہا کرتے تھے کہ تنگی سے نالہ مت کر (اور) صبر کر کہ صبر مفتاح ہے کشادگی کی (سو) ہماری یہ کلید صبر اب کیا ہوئی اے مخاطب تعجب ہے وہ قانون منسوخ ہو گیا یہ کیا ہوا کیا ہم (دوسرونکو) کہانہ کرتے تھے کہ کشمکش میں خوش بخوش زر کی طرح آتش میں خنداں رہو ہر سپاہ کو جنگ کی تنگاتنگی میں ہم کہا کرتے تھے کہ ہاں رنگ متغیر مت کرو جو وقت کہ گھوڑے کے پامال کرنے کا ہوتا تھا کٹے ہوئے سرونکو پیروں کے نیچے (اُسوقت) ہم اپنی سپاہ کو ہے ہے کرتے (یہ کلمہ زجر اور برانگیختگی کے لئے ہے جس سے مقصود یہ ہوتا تھا) کہ زور کے ساتھ آگے بڑھو شل سنان کے ساری دنیا کو تو ہم صبر (و تحمل) کا پتہ بتلاتے تھے کیونکہ صبر سینہ کا چراغ اور نور ہے (جب) ہماری باری آئی تو ہم کیسے عاجز ہوگئے زنان زشت کی طرح ہم چادر (یعنی زنانہ لباس) میں ہوگئے اے دل کہ تو سبکو مستعد کیا کرتا تھا اپنے کو بھی تو مستعد کر اور اپنے سے شرم رکھ اے زبان کہ تو سبکی ناصح بنتی تھی (اب) تیری باری آئی ہے کس سبب سے خاموش ہے اے عقل تیری بند شکر خا کہاں گئی اسوقت تیری باری ہے تیری ہے ہے کیا ہوئی اے عقل جو کہ مت (لوگوں کے) دلوں سے تو تشویش کو دور کیا کرتی تھی (اب) تیری باری آئی ہے (اب تو) داڑھی کو ہلا۔ (اسمیں اشارہ ہے قصہ سلطان محمود کی طرف جو کہ عشر سابع میں مذکور ہوا ہے کہ شناسا چور نے کہا تھا کہ سبنے تو اپنی اپنی باری میں اپنا کمال ظاہر کیا اب تمھاری باری ہے داڑھی ہلاؤ تا کہ ہم سب چھوٹ جاویں سو یہاں اُس قصہ سے تشبیہ دینا ہے اظہار کمال خرد کو اور وہ کمال آمادگی ہے صبر پر اور) اگر اب (ایسی ضرورت کے وقت میں) بددلی سے تو نے (اے عقل) داڑھی کو چھپالیا تو (یہ سمجھا جاویگا کہ) اس کے قبل (جو تو اوروں کو ہنسا کرتی تھی گویا) تو اپنے اوپر ہنستی تھی (اغر بالفتح و تخفیف بمعنی بددل وزن فاحشہ کذا فی الغیاث ویا مصدریت) تو (اے نفس) دوسروں کی نصیحت کے وقت تو ہائے ہائے (کرتا تھا یہ بھی مثل ہے ہے کے کلمہ زجر کا ہے اور) اپنے غم میں عورتوں کی طرح وائے وائے (کرنے لگا) جب تو دوسروں کے درد میں علاج تھا (اب) درد تیرا مہمان ہوا ہے تو خاموش ہو گیا لشکر پر نعرہ لگانا تیرا طریقہ تھا (اب بھی تو) نعرہ لگا تیری آواز کیوں بگڑ گئی تو نے پچاس سال (تک) جو کچھ (تجربہ و استقلال) ہوشیاری سے بنا تھا اپنے اُس بنے ہوئے میں سے ایک بغلبند ہی پہن لے (بغلبند مثل مرزائی و تبڈی فی الغیاث بغلطاق و بغلتاق بمعنی قبا و کلاہ و فرجی و طاقیہ و بغلبند اھ ایں مرکب است از بغل و طاق) تیری آواز سے احباب کے کان خوش تھے اپنا ہاتھ نکال اور (اُس سے) اپنا کان کھینچ (اور اپنے کو ملامت کر کہ اُس آواز پند سے خود کیوں نہیں منتفع ہوتا) تو تو ہمیشہ سے سر تھا اپنے کو دُم مت بنا (اور) پاد سست وریش و سبلت گم مت کر (یعنی قوت و ہمت و وضع کے مقتضا پر عمل کر) تفریح میں (دوسروں کو) لانا بر سر مجلس تیرا تھا (یعنی تجھکو اس میں کمال ہے کہ دوسروں کا ازالہ غم کرے سو) اپنے کو بھی تو خوش مزاجی اور نشاط میں لا (فی الغیاث بساط فرش و عرصہ شطرنج اھ و من مجازاً بمعنی مجلس گرفتم اور طبع و نشاط میں لانے کے مضمون کی) یہ حکایت سن اے باخرد تا کہ اس مضمون میں سند (اور نظیر) معلوم کرلے (کہ اول بادشاہ نے اُس طالب علم کو شراب پلانے کیلئے ساقی سے کہا تھا کہ بطبعش آر پھر واقعہ کنیزک سے جب بادشاہ غضبناک ہوا تو اُس طالب علم نے بھی اُس ساقی سے کہا کہ در طبعش آر یعنی جسطرح مجھکو نشاط میں لایا تھا اور میرا تقویٰ شکستہ کر دیا اب بادشاہ کو نشاط میں لا اور اسکا غضب شکستہ کر دے پس اسی طرح تجھکو

چاہیئے کہ جب اوروں کو نشاط میں لاتا تھا اب اپنے کو لا)

بمجلس کشیدن بادشاہے فقیہے را و بزخم عشرت بطبع آوردن

بادشاہے مست اندر بزم خوش
ایک بادشاہ بزم میں مست اور خوش تھا

می گذشت آں یک فقیہے بر درش
ایک طالب علم اُسکے دروازہ پر گزرا

کرد اشارت کش دریں مجلس کشید
بادشاہ نے اشارہ کیا کہ اسکو مجلس میں لاؤ

ویں شراب لعل در خوردش دہید
اور یہ شراب لعل اُسکے پینے کے لئے دو

پس کشیدندش بشہ بے اختیار
پس اُسکو بادشاہ کے پاس بے اختیار کھینچ کر لائے

شست در مجلس ترش چوں زہر مار
مجلس میں ترش ہوکر بیٹھ گیا زہر مار کی طرح

عرضہ کردش می نہ پذرفت او بخشم
اُس کے سامنے شراب پیش کی اُس نے غصہ میں قبول نہیں کی

از شہ و ساقی بگردانید چشم
بادشاہ اور ساقی سے نگاہ پھیر لی

کہ بعمر خود نخوردستم شراب
کہ میں نے اپنی تمام عمر میں شراب نہیں پی

خوشتر آید از شرابم زہر ناب
مجھکو شراب سے زہر خالص زیادہ پسند ہے

ہیں بجائے مے مرا زہرے دہید
ہاں بجائے شراب کے مجکو زہر دیدو

تا من از خویش و شما از من رہید
تاکہ میں اپنے سے اور تم مجھسے چھوٹ جاؤ

مے نخوردہ عربدہ آغاز کرد
اُس نے شراب نہیں پی تکرار شروع کیا

گشتہ در مجلس گراں چوں مرگ و درد
مجلس میں موت اور بیماری کی طرح گراں ہوا

ایک بادشاہ بزم میں مست اور خوش تھا (اتفاقاً اُسوقت) ایک طالب علم اُس کے دروازہ پر (کو) گذرا بادشاہ نے اشارہ کیا کہ اسکو مجلس میں لاؤ اور یہ شراب لعل اسکے پینے کے لئے دو (یا یہ کہ اس کے لائق مقدار میں دو یعنی اتنی دو کہ غیر معتاد پی سکے والاول الصق بما سیاتی قریباً من ختم العنوان انچہ آنرا من نہ نوشم وقولہ انچہ آنرا می خورم الخ) پس اُسکو بادشاہ کے پاس بے اختیار

کھینچ کرلائے مجلس میں ترش ہوکر بیٹھ گیا زہرمار کی طرح (بادشاہ یا ساقی نے) اُس کے سامنے شراب پیش کی اُس نے غصہ میں قبول نہیں کی (اور) بادشاہ اور ساقی سے نگاہ پھیرلی (اور کہا) کہ میں نے اپنی تمام عمر میں شراب نہیں پی مجھکو شراب سے زہر خالص زیادہ پسند ہے ہاں بجائے شراب کے مجھکو زہر دیدو تاکہ میں اپنے سے اور تم مجھسے چھوٹ جاؤ (یعنی اپنی ہستی سے اور تم میری اس بے لطفی سے خلاصی پاؤ غرض) اُس نے شراب نہیں پی (اور) تکرار شروع کیا (اور اُس) مجلس میں موت اور بیماری کی طرح گراں ہوا (مولانا کے طرز کلام سے ان اشعار میں بھی اور مابعد میں بھی کہ اس طالب علم کو اہل نفس کے ساتھ تشبیہ دی ہے ذوقاً مفہوم ہوتا ہے کہ اُس کا یہ انکار خوف حق سے نہ تھا بلکہ خلاف طبع یا خلاف وضع ہونے سے تھا اور اس کا یہ بھی قرینہ ہے کہ آگے آویگا کہ وہ اُس کنیز سے مرتکب فعل بد کا ہوا اگر خوف حق ہوتا تو وہاں بھی ہوتا اور اشعار مقام میں بھی اُس کا یہ قول اسی کا موید ہے کہ بعمر خود نخوردستم شراب اور نیز یہ قول بھی مازہرے دہید کیونکہ زہر پینا بھی حرام ہے اور اگر اکراہ میں جائز کہا جاوے تو جواب میں زہر کا ذکر نہ کرتا کہ اسمیں زہر اور شراب برابر ہیں بلکہ اول صرف انکار شراب پر اکتفا کرتا پھر جب اکراہ کی نوبت آتی اس عذر کا اعتبار کرسکتا بہرحال زہر کا ذکر محض بے معنی ہے اسی لئے مولانا کی نظر میں اس انکار کی کوئی وقعت مفہوم نہیں ہوتی آگے انتقال ہے شراب ظاہری سے شراب معنوی کے اور اُس کے پیش کرنے اور انکار مضمون کی طرف)

همچو اہل نفس و اہل آب و گل
جس طرح اہل نفس اور اہل جسم

درجہاں نشست بااصحاب دل
دنیا میں اہل دل کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں

حق ندارد خاصگان را در کموں
حق تعالیٰ خواص کو شراب ابرار سے خفا میں نہیں رکھتا

از مئی ابرار جز در شرب بون
بجز حالت شرب کے کسی اور حالت میں نہیں رکھتا

عرضہ میدارند بر محجوب جام
وہ لوگ محجوب پر جام پیش کرتے ہیں

حس نمی یابد ازاں غیر کلام
حس اُس سے بجز کلام کے اور کسی چیز کا ادراک نہیں کرتی۔

رو ہمی گرداند از ارشاد شاں
وہ اُن کے ارشاد سے اعراض کرتا ہے

کہ نمی بیند بدیدہ داد شاں
کیونکہ وہ آنکھ سے اُن کی عطا کو نہیں دیکھتا

گر ز گوشش تا بحلقش رہ بدے
اگر اُس کے کان سے اسکے حلق تک راہ ہوتا

سر نصح اندر درونش در شدے
تو خیر خواہی کی حقیقت اسکے دل میں پہونچتی

چوں ہمہ نار ست جانش نیست نور — **کہ افگند در نار سوزاں جز قشور**

چونکہ اس کی جان سراپا نار ہے نور نہیں ہے — نار سوزاں میں بجز پوست کے کون ڈالتا ہے

مغز بیروں ماند و قشر گفت رفت — **کے شود از قشر معدہ گرم و تفت**

مغز تو باہر رہ گیا اور کلام کا پوست گیا — پوست سے معدہ گرم اور قوی کب ہوتا ہے

نار دوزخ جز کہ قشر افشار نیست — **نار را با ہیچ مغزے کار نیست**

نار جہنم صرف پوست گیر ہے — نار کو مغز سے کچھ سروکار نہیں ہے

ور بود بر مغز نارے شعلہ زن — **بہر پختن داں نہ بہر سوختن**

اور اگر مغز پر کوئی نار شعلہ زن ہو — تو پختہ کرنے کے لئے جان نہ کہ جلانے کیلئے

تاکہ باشد حق حکیم ایں قاعدہ — **مستمر داں تا بری زاں فائدہ**

جب تک حق تعالیٰ حکیم ہیں یہ قاعدہ — مستمر جان تاکہ تو اس سے فائدہ حاصل کرے

مغز نغز و قشر ہا مغفور ازو — **مغز را ایں چوں بسوزد دور ازو**

مغز لطیف ہے اور بہت سے پوست اس سے مغفور ہو جاوینگے — مغز کو وہ کیونکر جلادیگا یہ امر اس سے بعید ہے

(وہ طالب علم شراب صوری سے انکار کرنے کی حالت میں ان شراب پینے والوں اور شراب پیش کرنے والوں میں اس طرح سے منقبض ہو کر بیٹھا) جس طرح اہل نفس اور اہل جسم (جو کہ شراب معنوی سے اعراض کرتے ہیں) دنیا میں اہل دل کے پاس (کہ شراب معنوی پیتے بھی ہیں اور پلانا بھی چاہتے ہیں) بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں (ان اہل دل کی حالت یہ ہے کہ) حق تعالیٰ (ان) خواص (یعنی اہل دل) کو شراب (مخصوص بہ) ابرار سے خفا میں نہیں رکھتا (یعنی) بجز حالت شرب کے کسی اور حالت میں نہیں رکھتا (بلکہ ان پر اس شراب کو ظاہر کر دیتا ہے اور ان کو پلاتا ہے پس کلمہ جز استثنا عن المذکور کے لئے نہیں ہے جسکا مدلول یہ ہو تاکہ بجز حالت شرب کے اور کسی حالت میں ان کو شراب سے خفا میں نہیں رکھتا کیونکہ اس سے لازم آتا کہ حالت شرب میں ان کو شراب سے خفا میں رکھتا ہے اور یہ معنی ظاہر الفساد ہے کیونکہ خفاعن الشراب تو عین عدم شرب ہے اور وہ نقیض ہے شرب کی پس دونوں کیسے جمع ہونگی بلکہ جز در شربوں تبقدیر عامل بدل ہے جملہ اولیٰ کا

اور تقدیر مجموعہ کی یہ ہے کہ حق تعالیٰ خاصگان را از شراب در کمون و بعد مید ار (یعنی بجز حالت شرب در حالتے دیگر کہ آن عدم شرب و بعد از آں باشد مید ار د) اھ اور اس شعر میں تو خود انکے شرب کا بیان تھا آگے اُن کا دوسروں کے سامنے پیش کرنا مذکور ہے یعنی) وہ لوگ محجوب (لوگوں) پر (اُس کا) جام پیش کرتے ہیں (مگر اُن محجوبین کی) حس اُس (شراب معنوی) سے بجز کلام کے اور کسی چیز کا ادراک نہیں کرتی (اس لئے) وہ (محجوب شخص) اُن کے ارشاد سے (جو کہ جام ہے شراب معنوی کا) اعراض کرتا ہے کیونکہ وہ آنکھ سے انکی عطار کو نہیں دیکھتا (مراد شراب معنوی سے واردات حقائق و معارف ہیں کہ روح کو مست حق کر دیتے ہیں اور خواص کا ہر وقت اس سے مشرف رہنا اور وقتاً فوقتاً شفقت سے دوسروں کو بھی اُن سے نفع پہونچاتے رہنا ظاہر ہے اور جس طرح اُس طالب علم نے انکار کیا تھا اسی طرح محجوبین اُس سے اعراض کرتے ہیں اور انکار سے پیش آتے ہیں کیونکہ حقیقت سمجھنے کی تو وہ کوشش کرتے نہیں صرف ظاہری کلام سنتے ہیں جو بعض اوقات اپنے لفظی عنوان سے غیر ظاہر المراد ہوتا ہے اس لئے قبول نہیں کرتے) اگر اس (محجوب) کے کان سے اُس کے حلق تک (یعنی ذوق و وجدان تک) راہ ہوتا تو (اُس عارف کی) خیر خواہی کی (جو کہ ارشاد سے اُس کا مقصود ہے) حقیقت اُس کے دل میں پہونچتی (مگر) چونکہ انکی جان (بوجہ اسیر شہوت و غضب و غرض دنیوی ہونیکے) سراپا نار (کے مشابہ) ہے (اور) نور نہیں ہے (اسلئے اُس کے دل تک صرف اُسکا کلام ظاہری پہونچتا ہے جو کہ مشابہ پوست کے ہے حقیقت نہیں پہونچتی جو کہ مشابہ مغز کے ہے کیونکہ سب کو معلوم ہے کہ) نار سوزاں میں (عادۃً) بجز پوست کے (مغز کو) کون ڈالتا ہے (اس لئے اُس کے دل میں کہ مشابہ نار کے ہے صرف پوست پہونچا اور مصرعہ اولیٰ جو شرط ہے اسکی جزا مقدر ہے اور مصرعہ ثانیہ اُس جزا پر دال ہے چنانچہ میرے ترجمہ کی تقریر سے ظاہر ہے پس) مغز تو باہر رہگیا اور کلام کا پوست (اُس دل مشابہ نار میں) گیا (اور چونکہ وہ پوست تھا اس لئے اُس کو کوئی اثر نافع مرتب نہ ہوا کیونکہ) پوست سے معدہ گرم اور قوی کب ہوتا ہے (کیونکہ اُس سے تغذی نہیں ہوتی اس لئے حرارت کو مدد نہیں پہونچتی اسی طرح صرف ظاہری الفاظ حرارت شوق و محبت کے پیدا کرنے کے لئے کافی نہیں خصوص جبکہ انکار بھی ہو آگے اسکی ایک نظیر ہے یعنی محجوب کے دل مشابہ نار میں قشر کا پہونچنا مغز کا نہ پہونچنا ایسا ہی ہے جیسے نار جہنم میں قشر ہی جاویگا مغز نہ جاویگا بیان اُس کا یہ ہے کہ) نار جہنم صرف پوست گیر ہے (انما فشاردن بمعنی فشردن کذا فی مصدر الفیوض و گرفتن از لوازم آنست اھ اور اس) نار کو مغز سے کچھ سروکار نہیں ہے (یعنی اصل میں وہ کفار ہی کے لئے ہے جو مشابہ پوست کے ہے مؤمن کے لئے نہیں جو مشابہ مغز کے ہے قال تعالیٰ اعدت للکفرین گو بعض مؤمن بھی اُس میں جاوینگے گو موضوع کفار ہی کے لئے ہے باقی مؤمنین کا جانا کس لئے ہوگا اُس کو آگے فرماتے ہیں یعنی) اور اگر مغز پر کوئی نار شعلہ زن ہو تو (اُس کو) پختہ کرنیکے لئے جان نہ کہ جلانے کے لئے (جسطرح پوست کا جلانا ہی مقصود ہوتا ہے اور یہ عادتاً ظاہر ہے پس اسی طرح مؤمن کے جہنم میں جانے سے اصل مقصود احراق للتعذیب نہیں بلکہ معاصی کے اثر کا دور کرنا جس سے وہ جنت میں جانے کے قابل ہو جاوے جیسے کہ روغن آگ پر رکھنے سے اُس کا پختہ کرنا صاف کرنے کے لئے مقصود ہوتا ہے اور انکی تطہیر اور تہذیب و تزکیہ یہ امور مقصود ہیں اسی لئے کفار کی شان میں لا یزکیھم فرمایا ہے اور وعید میں مفہوم مخالف کا معتبر ہونا مشہور ہے اور مؤمنین کی شان میں حدیث ہے یخلص المومنون من النار فیحبسون علی قنطرۃ الی قولہ حتی اذا ھذبوا و نقوا

اذن لهم فی دخول الجنة رواه البخاری ۔ آگے اسی کی تائید ہے ایک دلیل عقلی وارد بہ النقل سے بھی کہ) جب تک حق تعالیٰ حکیم ہیں (اور ظاہر ہے کہ ہمیشہ حکیم ہیں فیما لم یزل ولا یزال مطلب یہ کہ دواماً وابداً) یہ قاعدہ (احتراق القشر لا اللب بالنار کا) مستمر جان تاکہ تو اُس سے فائدہ حاصل کرے (فائدہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکیم ہونیکا اور یقین قوی ہو کہ اولاً کلی سے اعتقاد تھا پھر ان مواد جزئیہ سے اور اعتقاد بڑھ گیا غرض اس مغز یعنی مومن کا نار میں جانا تو ایک عارض کے سبب ہے کہ وہ مغز پختہ نہ تھا اُسکو حکمت پختگی کے لئے نار میں بھیجدیا باقی اصل وضع مغز کی بجعل حق وو عدۂ حق یہی ہے کہ وہ نار میں جاوی آگے اسکی مزید تائید ہے کہ) مغز (تو خود ایک) لطیف (چیز) ہے اور بہت سے پوست (بھی) اُس سے مغفور ہوجاوینگے (اور نار سے بچ جاوینگے یعنی جن میں ایمان ہوگا اور معصیت کے سبب کہ اُس میں من وجہ قشر سے مشابہ ہوگئے ہونگے دوزخ کے مستحق ہوگئے ہونگے وہ بھی اُن خالص مغزوں کی برکت وشفاعت سے خواہ قبل دخول نار یا بعد دخول نار ناجی ہوجاوینگے پس جب مغز کو اللہ تعالیٰ نے دوسروں کی نجات عن النار کا واسطہ بنایا ہے تو پھر) مغز کو وہ کیونکر جلادیگا یہ امر اُس سے بعید ہے (یعنی جلانا حق تعالیٰ سے بعید ہے یا جلنا اُس مغز سے بعید ہے اور اس شعر کی ایک توجیہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ مومن عاصی کے دخول نار سے مغز کا احراق حق تعالیٰ کریں ہی گے نہیں کیونکہ اُس میں جو چیز اصل مغز کے مشابہ ہے یعنی قلب جو محل ہے ایمان کا وہاں تک آگ نہ پہونچیگی جیسا حدیث میں آیا ہے عن ابی امامة احفظوا القران فان اللہ لا یعذب بالنار قلبا وعی القران رواہ فی شرح السنة کذا فی المرقاة ج ۲ ص ۵۹۴ وھو موقوع حکما ثم رایت فی شرح الاحیاء للزبیدی بروایة الحکیم الترمذی فی نوادر الاصول وبروایة تمام الرازی کما فی فوائدہ عن ابی امامة مرفوعا ان اللہ لا یعذب قلبا وعی القران ج ۴ ص ۴۶۵ اور نار اللہ الموقدة التی تطلع علی الافئدة کفار کی شان میں ہے بلکہ قلب کے تعلق سے مواضع سجود کا بھی احراق نہ ہوگا کما فی الحدیث وحرم اللہ تعالیٰ علی النار ان تاکل اثر السجود فکل ابن آدم تاکله النار الا اثر السجود متفق علیه اور پھر اُس مغز کی بدولت کیونکہ سبب نجات کا ایمان ہے جسکا محل قلب ہے وہ پوست یعنی بقیہ اعضاء وبدن مباشر معاصی بھی مغفور ہوجاویگا جب اُس سے اور ہی مغفور ہیں تو اُس کو کیونکر سوختہ کیا جاویگا یہ احراق اُس سے بعید ہے چنانچہ حدیث مذکور میں اسی بعد کی تصریح ہے اور مجھکو یہ توجیہ اچھی معلوم ہوتی ہے اور ذہن میں اولاً آئی بھی یہی تھی اگرچہ اتفاق سے لکھنے میں مؤخر ہوگئی واللہ اعلم) **ف** آگے پھر قصہ کی طرف اس طور سے رجوع ہے کہ اُس کے ابتدا ہی میں مضمون ارشادی منتقل الیہ مذکور کے ساتھ اُس کے بعض اجزاء کی بھی تطبیق ہے۔

از عنایت گر بکوبد بر سرش
اگر حق تعالیٰ عنایت سے اُس کی سرکوبی کردے

ورنہ کوبد ماند او بستہ دہاں
اور اگر وہ سرکوبی نہ کرے تو وہ بستہ دہن رہ جاوے

اشتہا آرد شراب احمرش
تو وہ اُسکو شراب احمر کی رغبت دلے آتی ہے

چون فقیہ از شرب و بزم این شہان
ان بادشاہوں کی شراب نوشی اور بزم سے ظالم کیطرح

گفت شہ با ساقیش ای نیک پے
بادشاہ نے اپنے ساقی سے کہا اسے نیک قدم

ہست پنہاں حاکمے بر ہر خرد
ہر عقل پر ایک مخفی حاکم ہے

آفتاب مشرق و تنویر او
آفتاب مشرق اور اسکی تنویر

چرخ را چرخ اندر آرد در زمن
وہ آسمان کو فی الفور چکر میں لے آوے

عقل کو عقل دگر را سخرہ کرد
جس عقل نے کہ دوسری عقل کو مغلوب کردیا ہو

چند سیلی بر سرش زد گفت گیر
اسکے سر پر کئی چپت لگائے کہا کہ لے

مست گشت و شاد و خنداں شد چو باغ
مست اور شاد اور مثل باغ کے خندان ہوگیا

نیم مست و خوش شد انگشتک بزد
نیم مست اور خوش ہوا چٹکیاں بجانے لگا

یک کنیزک دید در مبرز چو ماہ
بیت الخلا میں ایک کنیز چاند سی دیکھی

چہ خموشی دہ بطبعش آر ہے
تو خاموش کیا بیٹھا ہے دے اسکو نشاط میں لا ہاں

ہر کرا خواہد بفن از خود برد
جسکو چاہے فن سے خودی سے ہٹادے

چوں اسیراں بستہ در زنجیر او
مثل اسیروں کے اسکی زنجیر میں مقید ہیں

چوں بجوشد در دماغش نیم فن
جب اسکے دماغ میں ذرا سا فن بھی پڑھ دے

مہرہ زو دارد و بیست استاد نرد
وہ مہرہ اسی سے رکھتی ہے استاد نرد وہی ہے

در کشید از بیم سیلی آں زحیر
وہ مظلوم چڑھا گیا چپت کے خوف سے

در ندیمی و مضاحک رفت و لاغ
ندیمی اور مضحکات اور تمسخر میں آگیا

سوئے مبرز رفت تا میزک کند
بیت الخلا کی طرف چلا تاکہ پیشاب کرے

سخت زیبا روز قرناقان شاہ
بہت ہی حسین بادشاہ کی خدمت گاروں میں سے

چون بدید او را دہانش باز ماند
اس کو جو دیکھا منہ کھلا رہ گیا

عقل رفت و تن ستم پرداز ماند
عقل تو جاتی رہی اور تن مشغول ستم رہ گیا

عمرہا بودہ عزب مشتاق و مست
سالہا سال مجرد مشتاق و مست رہ چکا تھا

بر کنیزک در زمان در زد دو دست
کنیز پر فوراً دونوں ہاتھ پھیلا دیئے

پس طپید آن دختر و نعرہ فراشت
بھتیرا تڑپی وہ لڑکی اور غل مچایا

بر نیامد باوی و سودے نداشت
اس سے برنہ آئی اور کچھ مفید نہ ہوا

زن بدست مرد در وقت لقا
عورت مرد کے ہاتھ میں اختلاط کے وقت

چون خمیر آمد بدست نانبا
مثل خمیر کے ہوتی ہے نانبائی کے ہاتھ میں

بس شد گاہیش نرم و گہہ درشت
وہ کبھی نرم گوندھتا ہے کبھی سخت

زو بر آید چاق چاقی زیر مشت
اسمیں سے کچا کچ آواز نکلتی ہے مٹھی کے نیچے سے

گاہ پہنش واکشد بر تختہ
کبھی اسکو تختہ پر پھیلا کر ڈال دیتا ہے

در ہمش آرد گہے یک لختہ
کبھی اسکو دفعۃً سمیٹ لیتا ہے

گاہ در وے ریزد آب و گہہ نمک
کبھی اس میں پانی ڈالتا ہے اور کبھی نمک

از تنور و آتشش سازد محک
تنور اور آتش سے اس کا امتحان کرتا ہے

اینچنین پیچند مطلوب و طلوب
اسی طرح مطلوب و طالب باہم لپٹ جاتے ہیں

اندرین لعب اند مغلوب و غلوب
اس ملاعبت میں مغلوب اور غالب ہوتے ہیں

این لعب تنہا نہ شو را بازن ست
یہ ملاعبت نہ صرف شوہر کو عورت کے ساتھ ہے

ہر عشیق و عاشقے را این فن ست
ہر معشوق اور عاشق کا یہی طریقہ ہے

از قدیم وحادث وعین وعرض

قدیم اور حادث اور جوہر اور عرض سے

لیک لعب ہر یکے رنگے دگر

لیکن ہر ایک کا تلاعب دوسرے رنگ کا ہے

شوی وزن را گفته شد بہر مثیل

شوی وزن کو مثال کے لئے کہدیا گیا ہے

آں شب گردک نہ ینگا دست او

اس شب عروسی میں کیا ایسا نہیں ہوا کہ مشاطہ نے اسکا ہاتھ۔

کانچہ با او تو کنی اے معتمد

کہ تو اے معتمد اس کے ساتھ جو کرے گا

ایں زن دنیا کہ ہست او ست تو

یہ زن دنیا کہ وہ تیری ست ہے

حاصل اینجا آں فقیہ از بیخودی

حاصل یہ کہ اس مقام پر بے خودی سے اس طالب علم کی

آں فقیہ افتاد براں حور زاد

وہ طالب علم اس حور زاد پر واقع ہو گیا

جاں بجاں پیوست وقالبہا چخید

جان سے جان مل گئی اور قالب سمٹ گئے

پیچشے چوں ویس و رامین مفترض

ایک التفاف ویس ورامین کی طرح فرض ہے

پیچش ہر یک ز فرہنگے دگر

ہر ایک کا التفاف جدا طریقہ کا ہے

کہ مکن اے شوئے زن را بد گسیل

کہ اے شوہر تو زن کو بری طرح وداع مت کر

خوش امانت داد اندر دست شو

ایک مرغوب امانت کے طور پر شوہر کے ہاتھ میں دیا تھا

از بد و نیکی خدا با تو کند

بدی سے یا نیکی سے خدا تعالیٰ تیرے ساتھ کریگا۔

حق امانت دادش اندر دست تو

حق تعالیٰ نے اس کو تیرے ہاتھ میں امانت دی ہے

نے عفیفی ماندش و نے زاہدی

نہ پارسائی رہی اور نہ زاہدی رہی

آتش او اندراں پنبہ فتاد

اس کی آتش اس کے پنبہ میں واقع ہو گئی

چوں دو مرغ سر بریدہ می طپید

دو مرغ سر بریدہ کی طرح مضطرب ہو رہے تھے

چہ سقایہ چہ ملک چہ ارسلاں

جام کیا چیز ہے بادشاہ کیا ہے شیر کیا ہے

چہ حیا چہ دین و زہد و خوف جاں

حیا کیا ہوتی ہے دین و زہد اور خوف جان کیسا ہوتا ہے

چشم شاں افتادہ اندر عین و غین

ان کی آنکھیں عین و غین میں پڑی تھیں

نے حسن پیداست آنجا نے حسین

اس جگہ نہ کوئی حسن ظاہر تھا نہ کوئی حسین

یافت ہر یک شاں ازاں دیگر مراد

ان میں ہر ایک نے دوسرے سے مراد پائی

طبع ہر یک خرم و دل گشت شاد

ہر ایک کی طبیعت خرم ہو گئی اور دل شاد ہوا

شد دراز و کو طریق بازگشت

وقت دراز ہو گیا اور مراجعت کا راستہ کہاں

انتظار شاہ ہم از حد گذشت

بادشاہ کا انتظار بھی حد سے گزر گیا

شاہ آمد تا بہ بیند واقعہ

بادشاہ آیا تاکہ واقعہ دیکھے

دید آنجا زلزلہ والقارعہ

وہاں زلزلہ اور قارعہ دیکھا

آں فقیہ از بیم برجست و برفت

وہ طالب علم خوف سے اٹھا اور

سوئے مجلس جام را بربود تفت

مجلس کی طرف چل دیا جام کو فوراً لے لیا

شہ چو دوزخ پر شرار و پر نکال

بادشاہ دوزخ کی طرح جو کہ شراروں اور عقوبت سے پر ہے

تشنہ خون دو جفت بدفعال

دونوں بدکار قرینوں کے خون کا پیاسا ہو رہا

چوں فقیہش دید رخ پر خشم و قہر

جب طالب العلم نے اس کا چہرہ خشم و قہر سے بھرا ہوا دیکھا

تلخ و خونیں گشتہ ہمچوں جام زہر

کہ مثل جام زہر کے تلخ اور خونیں ہوا ہوا ہے

بانگ زد بر ساقیش کای گرم دار

تو اس کے ساقی کو زور سے پکار کر کہا اے بارونق رکھنے والے

چہ نشستی خیرہ دہ در طبعش آر

تو سست کیا بیٹھا ہے دے اس کو نشاط میں لا

خندہ آمد شاہ را گفت اے کیا
بادشاہ کو ہنسی آگئی کہا اے صاحب

بادشاہم کار من عدل ست و داد
میں بادشاہ ہوں میرا کام عدل و داد ہے

انچہ آں را من نہ نوشم ہمچو نوش
جس چیز کو میں شیرینی کی طرح نوش نہ کروں

انچہ آنرا میخورم از نوش خوش
جس نوش کو میں خوش ہوکر کھاتا ہوں

زاں خورانم من غلاماں را کہ من
ہر قسم سے میں غلاموں کو اُس چیز میں سے کھلاتا ہوں

زاں خورانم بندگاں را از طعام
میں غلاموں کو اسی طعام میں سے کھلاتا ہوں

من چو پوشم از خز و اطلس لباس
میں اگر خز اور اطلس کا لباس پہنتا ہوں

شرم دارم از نبی ذو فنون
میں شرم رکھتا ہوں پیغمبر جامع الکمالات سے

مصطفےٰ کرد ایں وصیت بابنون
مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی ہے فرزندوں سے

آمدم با طبع آں دختر ترا
میں نشاط میں آگیا وہ کنیز تیری ہی ہی

زاں خورم کہ یار را جود م بداد
میں اُسی سے کھاتا ہوں جو میرے یار کو میری جود نے دیا

کے دہم در خورد یار خویش و توش
میں اپنے یار کی خوراک اور توشہ میں کب دونگا

میدہم در خورد یار از پنج و شش
وہی میں خوراک یار میں دیتا ہوں

میخورم بر خوان خاص خویشتن
جو نہ میں اپنے خاص خوان پر کھاتا ہوں

کہ خورم من خود ز پختہ یا کہ خام
جو میں خود کھاتا ہوں خواہ پختہ ہو یا کہ خام ہو

زاں بپوشانم حشم را نی پلاس
اسی میں سے حشم کو پہناتا ہوں نہ کہ پلاس

البسوہم گفت مما تلبسون
آپ نے فرمایا ہے کہ جو خود پہنو اُسی میں سے غلاموں کو پہناؤ

اطعموا الاذناب مما تاکلون
اتباع کو اُسی میں سے کھلاؤ جو خود کھاتے ہو

شد فقیہ و برد با خود جفت خوب
طالب علم چلا گیا اور اپنے ساتھ ایک خوبصورت جوڑا لیگیا
از عطائے خاص کشاف الکروب
عطائے خاص کشاف الکروب سے

دیگراں را بس بطبع آوردۂ
تو دوسروں کو بہت نشاط میں لایا ہے
در صبوری چست و راغب کردۂ
صبر میں چست اور راغب کیا ہے

ہم بطبع آور بمردی خویش را
اپنے کو بھی تو مردانگی کے ساتھ نشاط میں لا
پیشوا کن عقل صبر اندیش را
عقل صبر اندیش کو پیشوا کر

چوں قلاوزی صبرت پر شود
جب صبر کی رہنمائی تیرا پر ہو جاوے
جان باوج عرش و کرسی بر شود
تو روح اوج عرش و کرسی کے اوپر ہو جاوے

مصطفےٰ بیں چونکہ صبرش شد براق
مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لے جب آپکا صبر براق ہو گیا
بر کشانیدش بالائے طباق
وہ آپ کو درجات فلک کے اوپر لے گیا

چوں صبوری پیشہ کرد ایوب راد
جب صبر کو پیشہ کیا ایوب علیہ السلام عظیم الشان نے
از بلا او را در رحمت کشاد
تو بلا کے سبب ان کے لئے باب رحمت کھل گیا

صبر صدر آمد بہر حالت کہ ہست
صبر اعلیٰ درجہ کی چیز ہے ہر حالت میں جو حالت بھی ہو
صبر را مگذار تا بتواں ز دست
صبر کو جب تک ممکن ہو ہاتھ سے مت چھوڑ

الصبر مفتاح الفرج نشنیدۂ
تونے الصبر مفتاح الفرج نہیں سنا ہے
کاندریں تعجیل در پیچیدۂ
جو تو اس تعجیل میں پیچیدہ ہو رہا ہے

حد ندارد ایں سخن کوتاہ کن
یہ مضمون حد نہیں رکھتا مختصر کرو
وز حدیث عاشقاں بر گو سخن
اور عشاق کے قصہ کی پھر بات کہو

کانتظار تست آں شہزادگاں	باز گرد اے عاشق وزو تر بر آں
کیونکہ وہ شہزادے تیرے منتظر ہیں	اے عاشق پھر لوٹ اور جلدی بیان کر

(اور جن محجوبین کا مثل اس طالب علم معرض عن الشراب الحسی کے شراب معنوی سے اعراض کرنا اور شعر رو ہمی گرداند الخ میں مذکور ہوا ہے) اگر حق تعالیٰ عنایت سے اُس کی سرکوبی کر دے (یعنی جبرًا پلا دے جس طرح اس طالب علم کی سرکوبی کر کے جبرًا پلانے کا آگے اس شعر میں ذکر آتا ہے چند سیلی بر سرش زد الخ) تو وہ (سرکوبی) اُس (محجوب) کو شراب احمر کی رغبت لے آتی ہے (اور پی لیتا ہے جسطرح اُس طالب علم نے بعد سرکوبی کے پی لی تھی اور شبیہ صرف پینے میں ہے گو طالب علم کا رغبت سے پینا ثابت نہ ہوا ور گو شبیہ میں اشتہا آر د مذکور ہے نہ کہ شرب لیکن چونکہ وہ شرب پر دال ہے اس لئے حکمًا وہ بھی مذکور ہے پس یہ شبہ لازم نہیں آتا کہ مشبہ غیر مذکور ہے اور مراد جبر سے اختیار کی جو کہ مدار تکلیف ہے نفی نہیں ہے بلکہ ایسے اسباب کا جمع کر دینا ہے جس سے وہ اُس شرب کو ضرور ہی باختیار کرے جیسے حدیث میں ہے یجرون الی الجنۃ بالسلاسل) اور اگر وہ (عنایت) سرکوبی نہ کرے (بلکہ اُس شخص کو معذول کر دے) تو وہ بستہ دہن (اور محروم) رہ جاوے ان بادشاہوں (یعنی خواص عارفین) کی شراب نوشی اور بزم سے (اُس) طالب علم کی طرح (کہ قبل سرکوبی کے معرض تھا پس از شرب متعلق ہے ماند بستہ دہاں کو کے ساتھ جو فعل ہے محجوب کا نہ کہ ماند بستہ دہاں بعقد کے ساتھ جو کہ فعل ہے فقیہ کا آگے اُس طالب علم کے شراب پینے کا قصہ جو کہ شعر از عنایت میں اشارۃً مذکور تھا صراحۃً مذکور ہے جو شعر متصل میں شروع اور شعر چند سیلی زد الخ میں تمام ہوا ہے یعنی) بادشاہ نے اپنے ساقی سے کہا اے نیک قدم تو خاموش کیا بیٹھا ہے (اسکو شراب) دے (اور) اسکو نشاط میں لا ہاں (مولانا یہاں اسی جرو تدبیر شراب خورانی فقیہ کی مناسبت سے ایک دوسرا انتقال فرماتے ہیں یعنی جس طرح سے اس بادشاہ نے فقیہ کو اُس کی مقتضائے رائے وعقل سے مغلوب کرنے کا سامان کیا کہ ساقی سے فرمائش کی لطبعش آر اسی طرح) ہر عقل پر ایک مخفی حاکم ہے (کہ) جسکو چاہے (اپنے) فن (و تصرف) سے خودی سے ہٹا دے (مطلب یہ کہ قدرت قدیمہ کے سب مسخر ہیں اس کے سامنے کسی کی تجویز نہیں چلتی) آفتاب مشرق اور اُسکی تنویر (یعنی ذات وصفت یا العنوان دیگر جوہر وعرض) مثل اسیروں کے اُس کی زنجیر میں مقید ہیں وہ (حاکم مخفی) آسمان کو فی الفور چکر میں لے آوے جب اُس کے دماغ میں ذرا سا فن بھی پڑھ دے۔

(چرخ اندر یعنی اندر چرخ اور نیم فن سے مراد حکم مختصر مطلب یہ کہ اُسکو مثل شاہان مجازی کے بہت سے اسباب جمع کرنے کی حاجت نہیں محض حکم فرما دینا کافی ہے اور ظاہر ہے کہ محض حکم بمقابلہ اسباب کے مختصر ہی ہے پس اصل حاکم ومتصرف وہی ہیں باقی ظاہر میں) جس عقل نے کہ دوسری عقل کو مغلوب کر دیا ہو (حقیقت میں) وہ (عقل مغلوب کنندہ) مہرہ اُسی (حاکم حقیقی مخفی) سے رکھتی ہے (اور) استاد نرد وہی (حاکم حقیقی) ہے (مطلب یہ کہ اُس غالب میں قوت غلبہ بھی اُسی کی دی ہوئی ہے پس واقع میں ان الامر کلہ للہ اور ربك یخلق مایشاء ویختار ما کان لھم الخیرۃ۔ اب پھر قصہ ہے یعنی ساقی نے شاہی حکم پا کر) اُس (طالب علم) کے سر پر کئی چپت لگائے (اور) کہا کہ (شراب) لے وہ مظلوم (فورًا) چڑھا گیا (زیادہ چپت

(رنگنے) کے خوف سے (از حیص بیص و معنی ناخوش و آزردہ چنانکہ زید عدل غیاث مختصراً جب شراب پی لی تو اس کے اثر سے مست اور شاد اور مثل باغ کے خنداں ہو گیا (اور دوسرے اہل بزم کی طرح یہ بھی) ندیمی اور مضحکات اور تمسخر میں آگیا (اور) نیم مست اور خوش ہوا (کذا فی الغیاث فی معنی شیر گیر) اور حالت مستی میں) چٹکیاں بجانے لگا (اور اسی حالت میں پیشاب کا تقاضا ہو گیا تو بیت الخلاء ، کی طرف چلا تاکہ پیشاب کرے (میزک شاشہ غیاث) بیت الخلاء میں ایک کنیز چاند سی دیکھی بہت ہی حسین بادشاہ کی (خاص) خدمت گاروں میں سے (فی الغیاث قرناق بالضم خدمت گار و کنیزک لہ) اسکو جو دیکھا (فرط حیرت سے) منہ کھلا رہ گیا عقل تو جاتی رہی اور تن مشغول ستم رہ گیا ۔ (یعنی تمام بدن میں سناٹا ہو گیا جیسے کسی ظالم کے تسلط کے وقت ہوتا ہے اور اگر ستم پرداز کوئی خاص محاورہ ہو تو معلوم نہیں) سالہا سال مجرد مشتاق و مست رہ چکا تھا کنیز پر فوراً دونوں ہاتھ پھیلا دیئے بہت تڑپی وہ لڑکی اور غل مچایا (مگر) اس سے بر نہ آئی اور کچھ مفید نہوا عورت مرد کے ہاتھ میں اختلاط کے وقت مثل خمیر کے ہوتی ہے نانبائی کے ہاتھ میں ۔ وہ (نانبائی) اس (خمیر) کو کبھی نرم گوندھتا ہے کبھی سخت ۔ اس (خمیر) میں سے کھچا کچھ آواز نکلتی ہے مٹھی کے نیچے سے کبھی اس کو تختہ پر پھیلا کر ڈالدیتا ہے کبھی اسکو دفعۃً سمیٹ لیتا ہے کبھی اس میں پانی ڈالتا ہے اور کبھی نمک تنور اور آتش سے اس کا امتحان کرتا ہے (یعنی تنور اور آتش میں داخل کر کے اسکی خامی و پختگی کو دیکھتا رہتا ہے مطلب یہ کہ اس میں گوناگوں تصرف کرتا ہے یہی حال عورت کا مرد کے ہاتھ سے ہوتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) اسی طرح مطلوب اور طالب باہم لپٹ جاتے ہیں (اور) اس ملاعبت میں مغلوب اور غالب ہوتے ہیں ۔ (یعنی مرد غالب اور عورت مغلوب آگے اسکی تعمیم فرماتے ہیں ہر طالب و مطلوب کے لئے یعنی) یہ ملاعبت نہ صرف شوہر کو عورت کے ساتھ ہے (بلکہ) ہر معشوق اور عاشق کا یہی طریقہ ہے (آگے بیان ہے سواد تعمیم کا یعنی) قدیم اور حادث اور جوہر اور عرض سے (بھی) ایک التفات (کا ناشی ہونا) ویس اور رامین کی طرح فرض (یعنی ضروری) ہے (ویس نام معشوقہ و رامین نام عاشق او بہاں بہتر یہ ہے کہ قدیم سے مراد قدیم حقیقی نہو بلکہ قدیم اضافی لیا جاوے یعنی وہ حادث جو دوسرے حادث سے اسبق ہو عرف میں بھی اسکو قدیم کہتے ہیں مثلاً ارواح اقدم ہیں ابدان سے پس مجموعہ الفاظ سے مراد تمام اجزاء عالم ہیں مطلب یہ کہ کوئی جزو عالم اس اثر تجاذب و تناسب سے خالی نہیں کسی کو کسی سے اور کسی کو کسی سے چنانچہ یہ امر بالکل ظاہر ہے آگے ان تجاذبات کے تفاوت کا ذکر ہے یعنی گو نفس تجاذب تو تمام اجزاء عالم میں مشترک ہے) لیکن ہر ایک کا تلاعب (بمعنی تجاذب) دوسرے رنگ کا ہے (اور) ہر ایک کا التفات جدا طریقہ کا ہے (چنانچہ یہ بھی ظاہر ہے مثلاً کسی کا شعور کے ساتھ کسی کا بلا شعور پھر اہل شعور میں سے کسی کا شہوت و سرور کے ساتھ کسی کا بلا سرور پھر غیر اہل سرور میں سے کسی کا شہوانی سرور کے ساتھ جیسے زوجہ و جاریہ مملوکہ شرعیہ کسی کا غیر شہوانی سرور کے ساتھ جیسے اولاد و والدین کے ساتھ وغیر ذلک من الاقسام والاحکام آگے تعلقات مذکورہ تجاذب میں سے جن تعلقات کے کچھ حقوق شریعت نے مکلفین پر وضع فرمائے ہیں ان کے ادا و ایفاء کی ترغیب دیتے ہیں اور گو ان تعلقات کے حقوق دلائل مستقلہ سے ثابت ہیں مگر بمناسبت ذکر زن و شو کے شعر ایں لعب تنہا نہ شو را باز نست میں ان سب حقوق کو صرف نص وارد فی حقوق الزوجہ سے بطور دلالت مستنبط کرتے ہیں یعنی قرآن مجید میں جو حقوق زوجہ میں ارشاد ہوا ہے الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان تو ہمیں) شوی و زن کو مثال کے لئے کہدیا گیا ہے کہ اسے شوہر تو

زن کو بری طور پر وداع (و تسریح) مت کر (بلکہ یا تو رکھ اور یا خوبی کے ساتھ رخصت کر یعنی بدون اضرار کے جسکی وجہ یہ ہے کہ اس شب عروسی میں کیا ایسا نہیں ہوا (یعنی ایسا ہوا) کہ مشاطہ نے اُس (زن عروس) کا ہاتھ ایک مرغوب امانت کے طور پر شوہر کے ہاتھ میں دیا تھا (اور قالاً یا حالاً کہا تھا) کہ تو اے معتمد اس کے ساتھ جو (معاملہ) کریگا بدی سے یا نیکی سے خدا تعالیٰ تیرے ساتھ کریگا پس تیرے ذمہ اس معاہدہ سے خواہ صراحۃً ہوا ہو یا خود عقد اسکو مستلزم ہو گیا ہو کما قال تعالیٰ وکیف تاخذونه وقد افضی بعضکم الی بعض واخذن منکم میثاقاً غلیظاً اُس کے حقوق واجب ہو گئے سو اس آیت میں گو نصاً صرف ایک صاحب حق کا حق مذکور ہے مگر باشتراک علت کہ وہ اُس کا صاحب تعلقات ہونا ہے یہی آیت حکماً تمام اہل تعلقات کے وجوب ادائے حقوق پر دال ہے یہ معنی ہیں قول مولانا کے کہ شوی وزن را گفتہ شد بہر مثل فی الغیاث گردک حجلہ و بنگاہ فی فصل الیاء مع النون مشاطہ آگے زن حقیقی کے امانت ہونے سے جو کہ ابھی مذکور ہوا ہے زن حکمی یعنی دنیا کے امانت ہونے کے مضمون کی طرف منتقل ہوتے ہیں تاکہ اس امانت کے حقوق پر بھی تنبہ ہو یعنی) یہ زن دنیا کہ وہ تیری مست (اور تیری گلوگیر ہو رہی) ہے (جیسی منکوحہ ہوتی ہے) حق تعالیٰ نے اسکو (بھی) تیرے ہاتھ میں امانت دی ہے (اسکے ساتھ بھی حسب امر الٰہی معاملہ کر کہ بقدر ضرورت اُس سے قرب رکھ اور اُسکو آخرت پر ترجیح مت دے اس کے ساتھ حسن معاملہ یہی ہے کہ اس میں گویا امساک بمعروف بھی ہے اخذ بقدر ضرورت کے اعتبار سے اور تسریح باحسان بھی ہے عدم ایثار علی الآخرۃ کے اعتبار سے آگے پھر قصہ ہے یعنی) حاصل یہ کہ اس مقام پر بیخودی سے اُس طالب علم کی نہ پارسائی رہی اور نہ زاہدی رہی۔ (جسکا وہ دعوی بھگار رہا تھا اور) وہ طالب علم اُس حورزاد پر واقع ہو گیا (اور) اُس کی آتش (شہوت) اُس (کنیز) کے پنبہ میں واقع ہو گئی (اور) جان سے جان مل گئی اور قالب سمٹ گئے (جیسے لذتِ جماع کے وقت ہوتا ہے فی الغیاث فی فصل الجیم الفارسی مع الخاء خچیدن خود را بہم کشیدن وقت جماع اور) دو مرغ سر بریدہ کی طرح مضطرب ہو رہے تھے (یعنی قالبوں میں غایت لذت سے ایسی بے اختیار مضطربانہ حرکتیں پیدا ہوتی تھیں جیسے مرغ سر بریدہ میں اور اُس طالب علم کو مستی میں کچھ یاد نہ رہا کہ) جام (شراب) کیا چیز ہے (اور) بادشاہ کیا ہے (اور) شیر کیا ہے (مراد اس سے بادشاہ بصفت قہر اور) حیا کیا ہوتی ہے (اور) دین و زہد اور خوف جان کیسا ہوتا ہے (سب رخصت ہو گیا اور) اُن (دونوں) کی آنکھیں عین غین (یعنی اندھیرا) میں پڑی تھیں (اس لئے اُن کی نظر میں) اُس جگہ نہ کوئی حسن ظاہر تھا نہ کوئی حسین (باعتبار صیغہ ہیئت کے حسن سے مراد مجازاً بڑا آدمی اور حسین سے چھوٹا آدمی بلا قید اچھے ہونے کے اطلاقاً للمقید علی المطلق اور عین غین دونوں بمعنی ابر کے آتا ہے کذا فی المنتخب اور مراد اس سے مجازاً تاریکی ہے اطلاقاً للسبب علی المسبب مطلب یہ کہ شہوت سے ایسے اندھے ہو گئے کہ اُن کی نظر میں کوئی نہ رہا ورنہ ایسی حرکت کیوں کرتے اور اگر کنیز پر شبہ اکراہ کا ہو تو اول میں یہ صحیح تھا مگر اشعار کثیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں وہ کرہ مبدل بطوع ہو گیا ورنہ شور و فغاں یا اِبا و مدافعت میں ایسی نوبت اور طمانینت نہیں ہو سکتی غرض) اُن میں ہر ایک نے دوسرے سے مراد پالی (اور) ہر ایک کی طبیعت خرم ہو گئی اور دل شاد ہوا (ادھر) وقت (طالب علم کی مراجعت کا) دراز ہو گیا اور (وہاں) مراجعت کا راستہ کہاں (وہ تو اور ہی خرافات میں مبتلا ہو رہا ہے اور) بادشاہ کا انتظار بھی حد سے

گذر گیا (کہ وہ طالب علم ابتک کیوں نہیں آیا غرض) بادشاہ آیا تاکہ واقعہ دیکھے (کہ کس وجہ سے ابتک نہیں لوٹا) وہاں پہنچکر زلزلہ اور قارعہ دیکھا (کہ جسطرح قیامت کے قرع سے زمین کو زلزلہ آوے گا یہاں عورت زلزلہ میں اور طالب علم قرع میں ہے بس) وہ طالب علم خوف سے (فوراً) اٹھا اور مجلس کی طرف چلدیا (اور جاکر ساقی کے ہاتھ سے) جام (شراب) کو فوراً لیلیا (اور) بادشاہ (کی یہ حالت کہ) دوزخ کی طرح جو کہ شراروں اور عقوبت سے پر ہے دونوں بدکار قرینوں کے خون کا پیاسا ہو رہا جب طالب علم نے اس کا چہرہ خشم و قہر سے بھرا ہوا دیکھا کہ مثل جام زہر کے تلخ اور خونین ہوا ہوا ہے تو اس کے ساقی کو دور سے پکار کر کہا کہ اے (مجلس کی) بارونق رکھنے والے تو سست کیا بیٹھا ہے (فی الغیاث خیرہ بمعنی سست بادشاہ کو شراب) دے (اور) اسکو نشاط میں لا۔ (یہ وہی جملہ ہے جو بادشاہ نے اس فقیہ کے لئے اسی ساقی سے کہا تھا یعنی تو نے جو تدبیر میری ترش روئی کی کی تھی وہی اسوقت بادشاہ کی ترش روئی کی کر) بادشاہ کو (اس لطیفہ سے) ہنسی آگئی (اور) کہا اے صاحب میں (بدون ساقی ہی کے) نشاط میں آگیا (جا تیرا قصور بھی معاف کیا اور) وہ کنیز (بھی) تیری ہی ہے (کیونکہ) میں بادشاہ ہوں میرا کام عدل و داد (یعنی انصاف یا عطا) ہے۔ میں اسی سے کھاتا ہوں جو میرے یار کو میرے جود نے دیا (یعنی جو کچھ یار کو جود سے دیتا ہوں وہی خود کھاتا ہوں بس جو طریقہ میں نے تیری رائے سے ہٹانے کے لئے تجویز کیا تھا اسی طریقہ سے میں خود بھی اپنی رائے سے ہٹتا ہوں اور غصہ کو ترک کرتا ہوں آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) جس چیز کو میں شیرینی کی طرح نوش نہ کروں میں (اسکو) اپنے یار کی خوراک اور توشہ میں کب دونگا جس نوش کو میں خوش ہو کر کھاتا ہوں وہی میں خوراک یار میں دیتا ہوں ہر قسم سے میں غلاموں کو اس چیز میں سے کھلاتا ہوں جو کہ میں اپنے خاص خوان پر کھاتا ہوں میں غلاموں کو اسی طعام میں سے کھلاتا ہوں جو میں خود کھاتا ہوں خواہ پختہ ہو یا کہ خام ہو میں اگر خز اور اطلس کا لباس پہنتا ہوں اسی میں سے حشم کو پہناتا ہوں نہ کہ پلاس میں شرم رکھتا ہوں پیغمبر جامع الکمالات سے آپ نے فرمایا ہے کہ جو خود پہنو اسی میں سے غلاموں کو پہناؤ مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت فرمائی ہے۔ (معنوی) فرزندوں سے (یعنی امت سے کہ) اتباع کو اسی میں سے کھلاؤ جو خود کھاتے ہو (رواہ ابو ذر عنہ صلی اللہ علیہ وسلم قصہ یہ ہے کہ) طالب علم چلا گیا اور اپنے ساتھ ایک خوبصورت جوڑا لے گیا عطائے خاص کشاف الکرب سے (اس کو حق تعالی کی طرف نسبت بوجہ اب حلال ہو جانے کے کیا قصہ ختم ہوا اب رجوع کرتے ہیں اس بڑے بھائی کے اس مقولہ کی طرف بازی آں سست بر روئے بساط + خویش را در طبع آر و در نشاط + یعنی اے نفس) تو دوسروں کو ہمیشہ بہت نشاط میں لایا ہے (اور دوسروں کو) صبر میں چست اور راغب کیا ہے اپنے کو بھی تو مردانگی کے ساتھ نشاط میں لا (اور) عقل صبر اندیش کو پیشوا کر (آگے مولانا کا مقولہ ہے) جب صبر کی رہنمائی تیرا پر ہو جاوے تو روح (تیری) اوج عرش و کرسی کے اوپر ہو جاوے مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لے جب آپ کا صبر (وتحمل علی اذی الکفار واستقامت علی الطاعات) براق ہو گیا وہ (براق) آپ کو درجات فلک کے اوپر لے گیا (صبرش شد براق میں مجاز ہے یعنی صبرش سبب براق شد اور توجیہ اسکی ظاہر ہے کہ آپ کی مقبولیت سبب ہے تجویز معراج کی اور تجویز معراج سبب ہے براق کی اور مقبولیت میں اعمال کو بھی دخل ہے اور صبر میں سب اعمال آ گئے اور سبب کا سبب سبب ہوتا ہے بس صبر سبب ہو گیا براق کا

اور بحر العلوم نے اسکی توجیہ یہ کی ہے کہ براق صورت اعمال بود چنانکہ در فتوحات مذکور ست وصبر نیز عمل ست پس براق شدہ آمدہ باشد اور دیکھو) جب صبر کو پیشہ کیا ایوب علیہ السلام عظیم الشان نے تو بلا کے سبب (بواسطہ صبر کے) ان کے لئے باب رحمت کھل گیا۔ صبر اعلیٰ درجہ کی چیز ہے ہر حالت میں جو حالت بھی ہو (چنانچہ طاعت ومصیبت میں صبر علیہا ہے اور معاصی میں عنہا ہے پس) صبر کو جب تک ممکن ہو ہاتھ سے رت چھوڑ تو نے الصبر مفتاح الفرج نہیں سنا ہے جو تو اس تعجیل (یعنی بےصبری) میں بچیدہ ہو رہا ہے (بعد بیان فضائل صبر کے پھر رجوع ہے قصہ کی طرف یعنی) یہ مضمون (مدح صبر کا) حد نہیں رکھتا (اسکو مختصر کرو اور عشاق کے قصہ کی پھر بات کہو اے عاشق پھر (قصہ کی طرف) لوٹ اور (قصہ کو) جلدی بیان کر کیونکہ وہ شہزادے تیرے منتظر ہیں۔

رفتن شہزادگان بعد از اتمام ماجرا بجانب ولایت چین تا بقدر امکان بمقصود نزدیک تر باشند اگر راہ بوصل مسدود ست بقدر امکان نزدیک شدن محمود ست

ہر سہ شہزادہ چو کار افتاد شاں
تینوں شہزادوں کو جب خود کام پڑا

عشق در خور گوشمالی داد شاں
عشق نے انکی موافق ان کو گوشمالی دی

ایں بگفتند و رواں گشتند زود
یہ کہا اور فوراً روانہ ہو گئے

ہر چہ بود اے یار من آں لحظہ بود
جو کچھ ہونا تھا اے میرے یار اسی وقت ہو گیا

صبر بگزیدند و صدیقیں شدند
صبر اختیار کیا اور پختہ ہو گئے

بعد ازاں سوئے بلاد چین شدند
اسکے بعد بلاد چین کی طرف چل دیئے

والدین و ملک را بگذاشتند
والدین اور سلطنت کو چھوڑ دیا

راہ معشوق نہاں بر داشتند
پردہ دار معشوق کے راستہ پر قدم اٹھایا

ہمچو ابراہیم ادہم از سریر
مثل ابراہیم ابن ادہم کے عشق نے

عشق شاں بے پا و سر کرد و فقیر
ان کو تخت سے بے سر و پا اور فقیر کر دیا

یا چو ابراہیم مرسل سرخوشے	**خویش را افگند اندر آتشے**
یا مثل ابراہیم پیغمبر علیہ السلام کے خوش ہو کر	اپنے کو آگ کے اندر ڈالدیا
یا چو اسمٰعیل صبار مجید	**پیش عشق و خنجرش حلقے کشید**
یا مثل اسمٰعیل علیہ السلام کامل الصبر صاحب المجد کے	عشق کے اور اُس کے خنجر کے روبرو حلق رکھدیا

تینوں شہزادوں کو جب خود (بلاسے) کام پڑا عشق نے اُن کی (حالت کی) موافق اُن کو گوشمالی دی (یعنی پہلے سے تو اوروں کو مصائب سے متاثر نہونیکی تعلیم دیتے تھے جب خود کام پڑا تو متاثر ہوگئے اور درخور قید واقعی ہے اور یہ گوشمالی دینا اُن کے کلام بالا سے جسمیں یہی مضمون ہے ظاہر ہے غرض) یہ (کلام جو اس مضمون مذکور پر دال تھا) کہا اور فوراً (چین کو) روانہ ہوگئے (اور) جو کچھ ہونا تھا اسے میسر آیا اُسی وقت ہوگیا (یعنی مزید مشورہ و تامل نہیں کیا چل کھڑے ہوئے اور اُس عشق پر) صبر اختیار کیا اور (اس میں) پختہ ہوگئے (اور اوپر جو اُن کے کلام سے صبر و استقلال کی نفی معلوم ہوتی ہے اُس استقلال سے مراد عشق سے متاثر نہ ہونا تھا سو یہ منفی تھا اور یہاں صبر مثبت سے مراد عشق پر ثبات ہے پس منفی صبر عن العشق ہے اور مثبت صبر علی العشق ہے فلا تعارض اور) اس کے بعد بلاد چین کی طرف چلدیے والدین اور سلطنت کو چھوڑ دیا (اور) پردہ دار معشوق کے راستہ پر قدم اُٹھایا یا مثل ابراہیم بن ادہم کے عشق نے اُن کو تخت سے بے سروپا اور فقیر کر دیا۔ (تشبیہ صرف عشق میں ہے قطع نظر خصوصیت مجاز و حقیقت کے) یا مثل ابراہیم پیغمبر علیہ السلام کے خوش ہو کر اپنے کو آگ کے اندر ڈالدیا (کوئی شبہ نکرے کہ کیا ابراہیم علیہ السلام اپنی خوشی سے آگ میں پڑے تھے بات یہ ہے کہ دعوت الی التوحید سبب تھا اس کا پس سبب کا خوشی سے اختیار کرنا بمنزلہ مسبب کے بخوشی اختیار کرنے کے ہے) یا مثل اسمٰعیل علیہ السلام کامل الصبر صاحب المجد کے عشق کے اور اُس کے خنجر کے روبرو حلق رکھدیا (آگے بمناسبت ذکر عشاق حقیقی کے جو اشعار بالا میں مشبہ واقع ہوئے ہیں ایک اور عاشق کا قصہ ہے جو مجاز سے حقیقت کیطرف متوجہ ہوگیا تھا)

حکایت امرؤ القیس کہ بادشاہ عرب بود و باجمال و کمال و زنان عرب شیفتہ او بودند واو شاعر طبع بود مگر دانست اینہا ہمہ تمثال صورتی اند باید طالب معنی شد آخر نیمشب از ملک و فرزندان گریخت و خود را بدلقے نہاں کرد۔

امرء القیس از ممالک خشک لب
امرء القیس جو کہ ممالک سے خشک لب تھا
ہم کشیدش عشق از خطۂ عرب
اسکو بھی عشق نے خطۂ عرب سے علیحدہ کر دیا

بود نازک طبع و ہم صاحب جمال
وہ نازک طبع اور صاحب جمال بھی تھا
شاعر و صاحب اصول اندر کمال
شاعر اور کمالات میں صاحب اصول تھا

چونکہ زد عشق حقیقی بر دلش
جب عشق حقیقی نے اسکے دل پر اثر کیا
سرد شد ملک و عیال و منزلش
تو اسپر ملک اور عیال اور گھر سرد ہو گیا

نیمشب دلقے بپوشید و برفت
آدھی رات کو ایک دلق اوڑھی اور نکل گیا
از میان مملکت بگریخت تفت
سلطنت سے جلدی سے بھاگ گیا۔

تا بیامد خشت میزد در تبوک
یہاں تک کہ تبوک میں آیا اور اینٹیں بنانے لگا
با ملک گفتند شاہے از ملوک
بادشاہ سے لوگوں نے کہا کہ ملوک میں سے ایک بادشاہ

امرء القیس آمدست اینجا بکد
امرء القیس یہاں فقیری کی حالت میں آیا تھا
شد شکار عشق و خشتے میزند
وہ شکار عشق ہو گیا اور اینٹیں بناتا ہے۔

آں ملک برخاست آمد پیش او
وہ بادشاہ اٹھا اس کے پاس آیا
گفت او را اے ملیک خوبرو
اس سے کہا کہ اے بادشاہ خوبرو

یوسف وقتی دو ملکت شد کمال
تو یوسف وقت ہے تیرے پاس دو ملک کامل طور پر ہیں
مر ترا رام از بلاد و از جمال
تیرے مسخر ہیں بلاد بھی اور جمال بھی

گشتہ مرداں بندگاں از تیغ تو
مرد تو تیری تلوار سے غلام ہیں
واں زناں ملک مہ بے میغ تو
اور وہ عورتیں تیری ماہ بے میغ کی ملک ہیں

پیش ما باشی تو بخت ما بود
تو ہمارے پاس رہے تو ہماری خوش نصیبی ہے
جان ما از وصل تو صد جان شود
ہماری جان تیرے قرب سے سو جان ہو جاوے

ہم من و ہم ملک من مملوک تو
میں بھی اور میرا ملک بھی تیرا مملوک ہے
اے بہمت ملکہا متروک تو
اے شخص ہمت میں بہت سے ملک تیرے متروک ہیں

فلسفہ گفتش بسے وا و خموش
اسنے اس سے بہت ہی کچھ ترکیبونکی باتیں کہیں اور وہ خاموش تھا
ناگہاں وا کرد از سر روے پوش
دفعۃً اس نے سر پر سے نقاب کو کھولا

تا چہ گفتش او بگوشش از عشق و درد
کیا کچھ اسکے کان میں عشق اور درد کی بات کہدی
ہمچو خود در حال سرگردانش کرد
اپنی طرح فوراً اس کو بھی سرگرداں کردیا

دست او بگرفت و با او یار شد
اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کے ہمراہ ہو گیا
او ہم از تخت و کمر بیزار شد
وہ بھی تخت اور پٹکہ سے بیزار ہو گیا

تا بلاد دور رفتند آں دو شہ
بلاد بعیدہ تک وہ دونوں بادشاہ چلے گئے
عشق یک کرت نکردست ایں گنہ
عشق نے یہ گناہ کچھ ایک ہی بار نہیں کیا

بر بزرگان شہد و بر طفلاں است شیر
وہ بڑوں کے لئے شہد ہے اور بچوں کے لئے دودھ ہے
او بہر کشتی بود من الاخیر
وہ ہر کشتی کے لئے من الاخیر ہے

کہ چو در کشتی رود غرقش کند
کہ جس کشتی میں وہ جاوے اس کو غرق کردے
تا بقعر از پاے تا فرقش کشد
اسکو پاؤں سے سر تک قعر کی طرف لے جاوے

غیر ایں دو بس ملوک بیشمار
ان دو بادشاہوں کے سوا بہت سے بیشمار بادشاہ ہوئے ہیں
عشق شاں از ملک بربود و تبار
کہ عشق نے ان کو ملک اور خانداں سے جدا کر دیا

قصۂ کیخسرو آں شاہ زماں	**ہست شہرہ درمیان انس و جاں**
چنانچہ اُس شاہ زماں کیخسرو کا قصہ	انس و جن میں مشہور ہے
جانِ ایں سہ شہ بچہ ہم گرد چین	**ہمچو مرغاں گشتہ ہر سو دانہ چین**
ان تین شہزادوں کی جان بھی چین کے گرد	مرغوں کی طرح ہر طرف دانہ چنتی پھرتی تھی

(ربط اوپر مذکور ہوا بعض نسخوں میں سرخی کے ایک جملہ کے بعدکہ او شاعر طبع بود یہ عبارت اور زائد ہے وایں شعر از دست قفا نبک من ذکری حبیب و منزل اس سے زیادہ تعیین ہوگئی اُس امرء القیس کی کہ یہ وہی مشہور شاعر جاہلیت صاحب قصیدہ اولی من القصائد السبعۃ المعلقۃ المشہورۃ ہے جسکا زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چوبیس سال پہلے ہوا ہے پس اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اس کا حال جو شراح سبعہ معلقہ نے لکھا ہے اُس سے تو ملک اور عظیم ہونے کے ساتھ اس کا افسق وافجر ہونا معلوم ہوتا ہے نیز حاشیہ میں بحر العلوم سے نقل کیا ہے امرء القیس شاعر زندیقے وشاعران کفار عرب بود و شیخ عبد الحق دہلوی قدس سرہ گفتہ کہ در حدیث مذمت امرء القیس واقع شدہ یقدم الشعراء الی النار اِہ پھر مولانا کا یہ مضمون اس پر کیسے منطبق ہوگا غایت ما فی الباب یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ کوئی دوسرا امرء القیس ہوگا اور بعض نسخوں میں جو عبارت زائد ہے ممکن ہے کہ مولانا کے بعد کسی نے تخمین سے بڑھادی ہو واللہ اعلم بہرحال مولانا فرماتے ہیں کہ) امرء القیس جو کہ ممالک سے خشک لب تھا (یعنی پہلے حکومت و ملک کا حریص تھا یا یہ معنی ہوں کہ ممالک خشک لب سے تھا یعنی عرب کا تھا) اسکو بھی عشق نے خطہ عرب سے علیحدہ کردیا (بھی اس لئے کہا کہ جسطرح سے سرخی سے قبل کے عشاق کو مرغوبات سے علیحدہ کیا ہے) وہ نازک طبع اور صاحب جمال بھی تھا شاعر اور کمالات میں صاحب اصول تھا (یعنی اُس کے کمالات اصول صحیحہ کی موافق تھے آگے بیان ہے مصرعہ ہم کشیدش کا یعنی) جب عشق حقیقی نے اُس کے دل پر اثر کیا تو اُس پر ملک اور عیال اور گھر سرد ہوگیا (اور) آدھی رات کو ایک دلق اوڑھی اور نکل گیا سلطنت سے جلدی سے بھاگ گیا یہانتک کہ تبوک میں آیا اور اینٹیں بنانے لگا (وہاں کے) بادشاہ سے لوگوں نے کہا کہ ملوک میں سے ایک بادشاہ (یعنی امرء القیس یہاں فقیری کی حالت میں آیا تھا وہ شکار عشق ہوگیا اور اینٹیں بناتا ہے وہ بادشاہ اوٹھا (اور) اُس کے پاس آیا اُس سے کہا کہ اے بادشاہ خوبرو تو یوسف وقت ہے (اور) تیرے پاس دو ملک کامل طور پر ہیں (یعنی) تیرے مسخر ہیں بلاد بھی اور جمال بھی مرد تو تیری تلوار سے (تیرے) غلام ہیں اور وہ عورتیں تیری ماہ بے میغ (یعنی حسن) کی ہیں تو ہمارے پاس رہے تو ہماری خوش نصیبی ہے ہماری جان تیرے قرب سے سو جان (کی برابر) ہوجاوے میں بھی اور میرا ملک بھی تیرا مملوک ہے۔ اے شخص ہمت میں بہت سے ملک تیرے متروک ہیں (یعنی تو ایسا عالی ہمت ہے) غرض یہ کہا اُس نے اُس سے بہت ہی کچھ ترکیبوں کی باتیں نہیں اور وہ خاموش تھا جب وہ سب کچھ کہہ چکا دفعۃً اُس نے سر پر سے

نقاب کو کھولا (اور معلوم نہیں کہ) کیا کچھ اُس کے کان میں عشق اور درد کی بات کہدی (کہ) اپنی طرح فوراً اُسکو بھی سرگردان کردیا (بس) اُس (شاہ تبوک) نے اُس (امرء القیس) کا ہاتھ پکڑ لیا اور اُس کے ہمراہ ہوگیا (اور) وہ بھی تخت اور تکیہ سے بیزار ہوگیا (اور) بلاد بعیدہ تک وہ دونوں بادشاہ چلے گئے (اور) عشق نے یہ گناہ کچھ ایک ہی بار نہیں کیا (بلکہ بکثرت ایسا کیا ہے کہ سب مال وجاہ چھڑا دیا اور اسکو گناہ باعتبار زعم مخاطب محجوب کے فرمایا کما قال تعالیٰ واذا تتلیٰ علیھم آیاتنا بینات تعرف فی وجوہ الذین کفروا المنکر یکادون یسطون بالذین یتلون علیھم آیاتنا قل افانبئکم بشر من ذٰلکم النار حیث یستلزم ظاہراً کون الآیات ایضاً متضمناً للشر عیاذاً باللہ۔ وقال تعالیٰ قل لا تسئلون عما اجرمنا الآیہ وھو صلی اللہ علیہ وسلم بری من الجرم آگے بیان ہے عشق یک کرشمہ کرد است این گنہ کا) وہ (عشق) بڑوں کے لئے (بمنزلہ) شہد (کے) ہے اور بچوں کے لئے (بمنزلہ) دودھ (کے) ہے (مطلب یہ کہ اس کا اثر ہونے کے لئے نہ بڑا ہونا شرط ہے نہ چھوٹا ہونا مانع بچوں پر بھی یہ یہی اثر کرتا ہے اس کا مشاہدہ ہر وقت ہوتا ہے کہ شیرخوار بچہ کو جس سے محبت ہوجاوے اگر اُس کے ساتھ جانے میں تمام گھربار اور خاندان بھی چھٹتا ہو تو اُسکو اسکی کچھ پرواہ نہیں ہوتی غرض) وہ (عشق) ہر کشتی کے لئے (بمنزلہ) من الاخیر (کے) ہے (جسکی شان یہ ہے) کہ جس کشتی میں وہ جاوے اُسکو غرق کردے (اور) اُسکو پاؤں سے سرتک (دریا کی) قعر کی طرف لیجاوے (من الاخیر کے یہی معنی ہیں مطلب یہ کہ جس قلب میں پہونچے اُسکو پورا غرق ہی کردے چنانچہ تم نے ابھی امرء القیس اور شاہ تبوک کا قصہ سُنا اور) ان دو بادشاہوں کے سوا بہت سے بیشمار بادشاہ ہوئے ہیں کہ عشق نے اُن کو ملک و خاندان سے جدا کردیا چنانچہ اُس شاہ زمان کیخسرو کا قصہ انس و جن میں مشہور ہے (فی الحاشیہ شیخ محمد افضل گفتہ اشارت است بقصہ ترک کردن کیخسرو بادشاہی راچنانکہ بتفصیل در شاہنامہ مذکور است اھ اسی طرح) ان تین شاہزادوں کی جان بھی چین کے گرد (عشق میں) مرغوں کی طرح ہر طرف دانہ چنتی پھرتی تھی (اس شعر میں تائید مضمون منتقل الیہ یعنی عموم اثر عشق کے ساتھ ساتھ رجوع بقصہ بھی ہوگیا چنانچہ آگے بھی قصہ ہی کے اشعار ہیں اور یہ رجوع نہایت لطیف ہے)

زہرہ نے تا لب کشاید از ضمیر
اُنکی یہ طاقت نہ تھی کہ مافی الضمیر سے لب کشائی کریں

زانکہ راز با خطر بود و خطیر
کیونکہ وہ خطرناک اور عظیم راز تھا

صد ہزاراں سر بپولے آں زماں
لاکھوں سر اوس وقت ایک پیسہ کو ہو جاتے ہیں

عشق خونی چوں کند زہ بر کماں
جبکہ عشق خونی کمان پر چلہ چڑھا لیتا ہے

عشق خود بے خشم در وقت خوشی
عشق بدون خشم ہی کے خوشی کے وقت میں

خوئے دارد دمبدم خیرہ کشی
عادت رکھتا ہے دمبدم بیباکانہ قتل کرنے کی

این بود آں لحظہ کو خوشنود شد — **من چہ گویم چونکہ خشم آلود شد**

یہ حالت تو اُس وقت ہے جبکہ وہ خوش ہوتا ہے — میں کیا کہوں جبکہ وہ خشم آلود ہو گیا ہو۔

لیک مرج جاں فدائے شیر او — **کش کشد این عشق و این شمشیر او**

لیکن چراگاہ جان اُس کے شیر پر فدا ہے — کہ اُسکو یہ عشق اور اُسکی شمشیر قتل کرے

کشتنے بہ از ہزاراں زندگی — **سلطنت ہا مردۂ این بندگی**

ایک دفعہ کا قتل کرنا ہزاروں زندگی سے بہتر ہے — بہت سی سلطنتیں اس غلامی پر قربان ہیں

با کنایت راز ہا با ہمدگر — **پست گفتندے بصد خوف و خطر**

وہ شہزادے اسرار کو ایک دوسرے سے — بصد خوف وخطر پست آواز سے کہتے

راز را غیر خدا محرم نبود — **آہ را جز آسماں ہمدم نبود**

راز کا بجز خداتعالیٰ کے کوئی محرم نہ تھا — آہ کا بجز آسمان کے کوئی ہمدم نہ تھا

اصطلاحاتے میان ہمدگر — **داشتندے بہر ایراد خبر**

کچھ اصطلاحیں خبر لانے کے لئے — آپس میں رکھتے تھے

ان (شہزادوں) کی یہ طاقت نہ تھی کہ مافی الضمیر سے لب کشائی کریں کیونکہ وہ خطرناک اور عظیم راز تھا کیونکہ احتمال تھا کہ اگر زبان سے کہدیں تو بادشاہ تک پہونچ جائے جسکی نسبت پہلے آیا ہے غیرتے دارد ملک برنام او اور اسلئے وہ غضبناک ہوکر اُن کو ہلاک کرڈالے آگے یہی مضمون ہے کہ) لاکھوں سر اس وقت ایک پیسہ کے جاتے ہیں جبکہ عشق خونی کمان پر چلہ چڑھا لیتا ہے (مراد اس سے حالت خشم کی ہے اور عشق کا خشم دو طرح سے متحقق ہوتا ہے ایک یہ کہ معشوق خشمناک ہو ایک یہ کہ کوئی اور اس عشق کے سبب خشمناک ہو یہاں دوسری صورت تھی کہ شاہ چین اسی غیرت میں خشمناک ہو جاتا اس سے ان کو خوف تھا کہ ان کی جان کی پروا بھی نکرتا اور) عشق (تو ایسی چیز ہے کہ وہ) بدون خشم ہی کے خوشی کے وقت میں عادت رکھتا ہے دمبدم بے باکانہ قتل کرنے کی (اور یہ ظاہر ہے کہ معشوق کی ادائیں حالت رضا کی بھی ذبح کرتی ہیں) یہ حالت تو اُسوقت ہے جبکہ وہ (عشق) خوش ہوتا ہے (سو) میں (اُس وقت کی تو) کیا (بات) کہوں جبکہ وہ خشم آلود

ہوگیا ہو لیکن (ان دونوں حال میں) چراگاہ جان اُس (عشق) کے شیر پر فدا ہے کہ اُس (جان) کو یہ عشق اور اُسکی شمشیر قتل کرے (یہ بیان ہے فدا ہونے کا یعنی اُس سے مقتول ہونیکے لئے فدا اور آمادہ ہے اور مرج جان اور شیر او میں اضافت مثل لجین الماء کے ہے یعنی عشق بمنزلہ ایک شیر کے ہے اور جان عاشق کی مشابہ اُس چراگاہ کے ہے جسکو وہ شیر بالکل چرجاوے مطلب یہ ہے کہ خواہ عشق راضی ہو یا غضبناک ہو عاشق بیچارہ دونوں حال میں اُس پر جانبازی کے لئے تیار ہے اور اُس کے نزدیک اُس کا) ایک دفعہ کا قتل کرنا ہزاروں زندگی سے بہتر ہے (اور اُس کے نزدیک) بہت سی سلطنتیں اس غلامی پر (جوکہ عشق میں حاصل ہے) قربان ہیں (یہ قصہ ہے کہ) وہ شہزادے (اپنے) اسرار کو ایک دوسرے سے بصد خوف وخطر پست آواز سے کہتے (جس طرح سرگوشی کرتے ہیں اور چونکہ اس سرگوشی کا ہر وقت اور بہت دیر تک موقع میسر نہیں ہوتا اس لئے اکثر اوقات اُن کے) راز کا بجز خدا تعالیٰ کے کوئی محرم نہ تھا (اور اُن کی) آہ کا بجز آسمان کے کوئی ہمدم تھا (اور گاہ گاہ بغرض اظہار بعض اسرار کے) کچھ اصطلاحین (دل کی) خبر (زبان پر) لانے کے لئے آپس میں رکھتے تھے (اس سے کچھ غبار نکال لیتے تھے)

زیں لسان الطیر عام آموختند　　طمطراق سروری اندوختند
اس منطق الطیر سے عام نے سیکھ لیا ہے　　مقتدائیت کا کروفر حاصل کرلیا ہے

صورت آواز مرغست آں کلام　　غافل ست از حال مرغاں مرد خام
وہ کلام صورت آواز طیور کے ہے　　وہ مرد خام طیور کے حال سے غافل ہے

کو سلیمانے کہ داند لحن طیر　　دیو گرچہ ملک گیرد ہست غیر
سلیمان کہاں ہیں کہ وہ لحن طیور کو سمجھیں　　دیو اگرچہ ملک لے لے اجنبی ہے

دیو بر شبہ سلیمان کردہ ایست　　علم مکرش ہست علمناش نیست
دیو نے سلیمان علیہ السلام کی تشبہ پر قیام کیا ہے　　اسکو علم مکر تو ہے اسکو علمنا نہیں

چوں سلیمان از خدا بشاش بود　　منطق الطیرے ز علمناش بود
سلیمان علیہ السلام چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بشاش تھے　　اُن کا منطق الطیر علمنا سے تھا

تو ازاں مرغ ہوائی فہم کن　　کہ ندیدستی طیور من لدن
تو مرغ ہوائی سے سمجھ لے　　کیونکہ طیور لدنیہ کو تو تو نے دیکھا بھی نہیں

جائے سیمرغان بود آں سوئے قاف
ان سیمرغوں کا مقام قاف سے اس طرف ہے

ہر خیالے را نباشد دست باف
ہر خیال کے لئے بھی آسان نہیں

ہر خیالے را کہ دید آں اتفاق
ہر ایسے خیال کو جس نے کہ اسکو دیکھا ہو

انگہش بعد العیاں افتد فراق
اس وقت بعد معائنہ کے اسکو فراق کا اتفاق واقع ہوجاتا ہے

نے فراق قطع بہر مصلحت
تو وہ فراق قطع کا نہیں ہوتا مصلحت کے لئے ہوتا ہے

کایمن ست از ہر فراق آں منقبت
کیونکہ وہ فضیلت ہر فراق سے مامون ہوتی ہے

بہر استبقائے آں جسم چو جاں
بغرض استبقا اس جسم کے جو کہ مثل جان کے ہے

لحظۂ در ابر گردد خور نہاں
کسی وقت ابر میں آفتاب پوشیدہ ہوجاتا ہے

بہر استبقائے آں روحی جسد
اس روحی جسد کے باقی رکھنے کے لئے

آفتاب از برف یک دم در کشد
آفتاب برف سے تھوڑی دیر کے لئے اپنے کو ایکسو کرلیتا ہے

بہر جان خویش جو زیشاں صلاح
تو اپنی روح کے لئے ان سے اصلاح کا طالب ہو

ہیں مدزد از حرف ایشاں اصطلاح
ہاں ان کے کلام سے اصطلاحیں مت چرا

(اوپر ذکر تھا اصطلاحات قالیہ ابناء الملک کا اسکی مناسبت سے اس سے انتقال ہے ایک مضمون متعلق اصطلاحات حالیہ اہل اللہ کی طرف یعنی جس طرح ان شہزادوں کی اصطلاحات قالیہ کو دوسرا نہ سمجھتا تھا اسی طرح اہل اللہ کی اصطلاحات حالیہ مفسر بما سیاتی کو عام لوگ نہیں سمجھتے پھر باوجود اس کے جو بعضے محض براہ تقلید ان کے اقوال و ملفوظات کو مجالس میں نقل کرتے ہیں اسکی حقیقت یہ ہے کہ) اس منطق الطیر (یعنی کلام عارفین) سے (جو کہ غیر مفہوم عند العامہ ہونے میں مشابہ منطق الطیر کے ہے ان) عام (لوگوں) نے (جو کہ محض نقال ہیں) سیکھ لیا ہے (یعنی الفاظ و عبارات یاد کرلی ہیں اور ان کو نقل کرکے) مقتدائیت کا کروفر حاصل کرلیا ہے (یعنی غرض ان کی صرف یہ ہے باقی نہ وہاں فہم ہے اور نہ تفہیم ہے مراد اس سے عارفین کا وہ کلام ہے جو ان کے واردات و احوال و ذوق و وجدان سے ناشی ہے کہ اسکو اہل واردات و احوال ہی سمجھتے ہیں اسی کو اصطلاحاتِ حالیہ سے بندہ نے تعبیر کیا ہے گو وہ الفاظ اصطلاحی یعنی اصطلاحی

تہ ہوں مثلاً اگر کوئی عاشق کہے کہ ہائے جلگیا گو یہ کوئی اصطلاحی لفظ نہیں لیکن محض لغت دانی اس کے سمجھنے کے لئے کافی بھی نہیں وہ تو حیرت کریگا کہ یہ کہاں جلا ہے دوسرا عاشق البتہ اس جلنے کی حقیقت سمجھ جاویگا اور مقصود مولانا کا اس سے مذمت و شناعت ہے مزورین کی جیسا مثنوی میں مقامات کثیرہ پر ہے آگے اسی مضمون کی تفصیل ہے یعنی) وہ کلام (جسکو مزورین بے سمجھے نقل کر رہے ہیں مثل) صورت آواز طیور کے ہے (یعنی جیسے کوئی آواز طیور کی حکایت کرنے لگے کہ اُس کا وہ مدلول نہیں جو منطق الطیر واقعی کا ہے اور واقع میں) وہ مرد خام (جو صوت طیر کی حکایت کر رہا ہے) طیور کے حال سے (کہ واقع میں وہ کس حال پر اُن اصوات سے دلالت کا قصد کر رہے ہیں) غافل ہے (پس مرد خام منطق الطیر کو نہیں سمجھتا بلکہ اُس کا سمجھنا یا تو اُسکی مماثل کا کام ہے کہ طیر ہو یا اُس سے اکمل کا کام ہے کہ سلیمان ہو اسی طرح ایسے اہل اللہ کا کلام یا تو اُن کا مماثل سمجھے یا اُن سے اکمل و افضل سمجھے مولانا نے آگے اسی دوسری صورت کو بطور تمثیل کے فرمایا ہے نہ کہ بطور تخصیص حکمی کے یعنی) سلیمان کہاں ہیں کہ وہ لحن طیور کو سمجھیں (وہ سمجھنا دیو کا کام نہیں کیونکہ) دیو اگرچہ (کسی دھوکہ سے) ملک لیلے (لیکن پھر بھی) اجنبی ہے (اسی طرح مزورین اگر کسی فریب سے شیخ و مقتدا بن جاویں مگر محجوب و ناواقف ہیں اور اس میں اشارہ ہے قصہ انتزاع سلطنت سلیمانیہ کی طرف جیسا کہ مشہور ہے گو محققین کے نزدیک یہ ثابت نہیں آگے دیو کے غیر ہونے کی تفسیر ہے یعنی) دیو نے سلیمان علیہ السلام کی تشبہ پر قیام کیا ہے اُسکو علم مکر تو ہے (مگر) اُسکو علمنا (کا مرتبہ) نہیں (یعنی وحی و علم لدنی جسکی بدولت وہ منطق الطیر کو سمجھتے تھے یہ علمنا نہ ہونا تفسیر ہے غیر ہونے کی اور) سلیمان علیہ السلام چونکہ خدا تعالی کی طرف سے (نعمتیں پاکر) بشاش تھے (کما یدل علیہ قولہ تعالی وقالا الحمد للہ الذی فضلنا علے کثیر من عبادہ المومنین وقولہ یا ایہا الناس علمنا منطق الطیر واوتینا من کل شیء ان ھذا لھو الفضل المبین) ان کا منطق الطیر علمنا سے تھا (یعنی تعلیم الہی تھا پس اسی طرح بدون تعلیم الہی قولی یعنی الہام یا عملی یعنی افاضہ واردات ان اہل اللہ کا کلام سمجھ میں نہیں آسکتا آگے اس نہ سمجھنے کی تائید و تقویت ایک مثال سے کرتے ہیں کہ) تو (اس مضمون کو) مرغ ہوائی (کی حالت) سے سمجھ لے کیونکہ طیور لدنیہ کو تو تونے دیکھا بھی نہیں (اور ان طیور کو تو آنکھ سے دیکھا بھی ہے اور اُن کی اصوات کو کان سے سنا بھی ہے اور باوجود اس کے ان کے حقائق مفہوم نہیں ہوتے تو اُن بے دیکھے طیور کے بے سُنے کلام کی حقیقت کو کیا سمجھے گا آگے جواب ہے اس سوال کا کہ تم نے کیسے کہدیا کہ طیور لدنیہ کو دیکھا نہیں ہم تو عارفین کو شب و روز دیکھتے ہیں جواب یہ ہے کہ) ان سیمرغوں کا مقام قاف سے اُس طرف (یعنی خارج و وراء) ہے (اور وہاں تک نظر تو کیا پہونچتی جس سے تو اُن کو دیکھتا وہ مقام تو) ہر خیال کے لئے بھی آسان نہیں (فی الغیاث دست باف کنایہ از آسان اھ حقیقت اسکی یہ ہے کہ عارف اصل میں روح ہے نہ کہ بدن اور وہی محل واردات و احوال ہے اور وہی اصل میں صاحب ارشاد و افاضہ ہے اور وہ بوجہ مجرد ہونیکے کما ذھب الیہ کثیر من المکاشفین مع قولہم بحدوثہ الذاتی والزمانی عالم اجسام سے وراء ہے اور یہی معنی ہیں آن سوئے قاف کے یعنی وراء الافلاک والعرش المشابہۃ بالقاف فی الاحاطۃ پس اس سے سب احکام ظاہر ہوگئے ندیدنی بھی اور اسی سے کلام او نشنیدستی بھی کیونکہ ان الکلام لفی الفواد الخ اور یہی فواد متکلم مرشد و مفیض ہے اور اسی طرح خیال

کی وہاں تک رسائی نہونے کا حکم ہی اور اسی سے اس شبہ کا جواب حاصل ہو گیا جو ندیدستی پر ہوا تھا اور ہر خیال اسلئے
کہا کہ اہل بصیرت تو اس مقام موطن روح ومحل فیوض غیبیہ وواردات لدنیہ کے مشاہدہ سے مشرف ہیں عیاناً اور وجداناً
چنانچہ اس کے بعد کے شعر میں اسی خیال کے دید کا ذکر آویگا اور یہ شعر آئندہ بھی مثل شعر جائے سیمرغان الخ جواب ہے ایک
سوال کا وہ سوال یہ ہے کہ اس شعر جائے سیمرغان الخ کی تقریر سے یہ تو سمجھ میں آگیا کہ ہم اس روح کا اور اس کے مقام فیض
کا مشاہدہ نہیں کرتے لیکن جنکو تم اہل مشاہدہ کہتے ہو ان کی حالت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی مشاہدہ نہیں کرتے
کیونکہ اس مشاہدہ کے آثار ان پر غالب نہیں دیکھے جاتے بس اس کا جواب دیتے ہیں کہ) ہر ایسے خیال کو جس نے کہ اس (مقام
فیوض وواردات) کو دیکھا ہو (اور) اس وقت (یعنی بعد معاینہ کے اسکو فراق (واستتار) کا اتفاق واقع ہو جاوے تو وہ
فراق قطع کا نہیں ہوتا (محض) مصلحت کے لئے ہوتا ہے کیونکہ وہ فضیلت (مشاہدہ کی) ہر فراق سے مامون حق
ہے (اس لئے فراق قطع کا احتمال نہیں محض مصلحت ہے اور وہ مصلحت یہ ہے یعنی) بغرض استبقاء اس جسم کے جو کہ مثل
جان کے (عزیز) ہے (اس لئے کہ روح کے بہت سے افادات جسم کے تعلق پر موقوف ہیں پس اس کے استبقاء کیلئے
کسی وقت ابر میں آفتاب (احوال وواردات کا) پوشیدہ ہو جاتا ہے (آگے بھی اسی کی تاکید ہے یعنی) اس روح جسد کے
باقی رکھنے کے لئے (جو کہ لطافت وعزت میں مشابہ روح کے ہے) آفتاب (مفسر آلقا) برف (بدن) سے تھوڑی دیر کے لئے
اپنے کو ایک سو (یعنی محتجب) کرلیتا ہے (حاصل جواب یہ کہ آثار کا ہر وقت غالب نہ رہنا عدم مشاہدہ کے سبب نہیں بلکہ اسمیں
ایک مصلحت ہے وہ یہ کہ اگر ہر وقت غلبہ رہے تو نفس و روح تدبیروں سے معطل ہو جاوے اور بدن فنا ہو جاوے اور مقصود ہے
اس کا استبقاء اس لئے حکمت حق مقتضی ہوتی ہے تجلیات کی استتار کو بعض اوقات میں جس طرح ابر میں آفتاب
اسلئے پوشیدہ ہو جاوے کہ برف ایک دم سے نہ گھل جاوے اور لحظہ درابر الخ میں اشارہ ہو سکتا ہے طرف توجیہ حدیث
انہ لیغان علی قلبی کے باعتبار اسکی تفسیر و نیز حکمت کے پس غالب نہ رہنا احوال کا تو عدم مشاہدہ کی دلیل نہیں اور
گاہ گاہ آثار کا غالب ہونا مشاہدہ کی دلیل ہے پس مشاہدہ ثابت ہو گیا اور احتمال نقیض کا جاتا رہا آگے پھر رجوع ہے
مضمون شعر اول کی طرف کہ جب اصطلاح آموزی مضر ہے تو) تو اپنی روح کے لئے ان سے اصلاح کا طالب ہو ہاں ان کے
کلام سے اصطلاحیں مت چرا کہ اول نافع ہے ثانی مضر آگے اصطلاحات زلیخا سے مثال لاتے ہیں اصطلاحات ابناء
الملک یا اصطلاحات اہل اللہ کی پس اسمیں عود ہے شعر زبن لسان الطیر یا اصطلاحاتے کی طرف اور وجہ تمثیل دونوں
احتمالوں پر نامحرم کا نہ سمجھنا اور محرم کا سمجھنا اور اس محرم کے سمجھنے سے ایک گونہ اپنی تسلی اور کبھی دوسرے کو افادہ ہے۔
وھذا کلہ یقع للعشاق علی الصور وعلی المعانی)۔

نام جملہ چیز یوسف کردہ بود	آں زلیخا از سپنداں تا بعود
سب چیزوں کا نام یوسف کر رکھا تھا	اس زلیخا نے سپندان سے لیکر عود تک

نام او در نامها مکتوم کرد — محرماں را سر آں معلوم کرد

ان کے نام کو ناموں میں پوشیدہ کر رکھا تھا — محرموں کو اس کا راز معلوم کرا رکھا تھا

چوں بگفتے موم ز آتش نرم شد — ایں بدے کاں یار با ما گرم شد

اگر کہتی کہ موم آتش سے نرم ہو گیا — تو یہ مطلب ہوتا کہ محبوب ہمارے ساتھ مہربان ہو گیا

ور بگفتے مہ برآمد بنگرید — ور بگفتے سبز شد آں شاخ بید

اور اگر کہتی کہ چاند نکل آیا دیکھو — اور اگر کہتی کہ وہ شاخ بید سبز ہو گئی۔

ور بگفتے آبہا خوش می تنند — ور بگفتے خوش ہمی سوزد سپند

اور اگر کہتی کہ پانی خوب لہریں کھا رہے ہیں — اور اگر کہتی کہ سپند خوب جل رہا ہے

ور بگفتے برگہا خوش می طپند — دست برہم رقص و مستی می کنند

اور اگر کہتی کہ پتے خوب تھرتھراتے ہیں — ہتیلیاں بجاتے ہوئے رقص اور مستی کر رہے ہیں

ور بگفتے گل بہ بلبل راز گفت — ور بگفتے سر شہ شہباز گفت

اور اگر کہتی کہ گل نے بلبل سے راز کہا ہے — اور اگر کہتی کہ راز بادشاہ کا شہباز نے کہدیا ہے

ور بگفتے چہ ہمایونست بخت — ور بگفتے کہ برافشانید رخت

اور اگر کہتی کہ نصیبا کیسا ہمایوں ہے — اور اگر کہتی کہ اسباب جھاڑ دو

ور بگفتے کہ سقا آورد آب — ور بگفتے کہ برآمد آفتاب

اور اگر کہتی کہ سقا پانی لے آیا — اور اگر کہتی کہ آفتاب نکل آیا

ور بگفتے دوش دیگے پختہ اند — یا حوائج از پزش یک لختہ اند

اور اگر کہتی کل رات ایک دیگ پکائی ہے — یا مصالح پکنے سے ایک ذات ہو گئے ہیں

ور بگفتے ہست نانہا بے نمک
اور اگر کہتی کہ روٹیاں بے نمک ہیں

ور بگفتے عکس می گردد فلک
اور اگر کہتی کہ فلک الٹا چلتا ہے

ور بگفتے کہ بدرد آمد سرم
اور اگر کہتی کہ میرے سر میں درد ہو گیا

ور بگفتے درد سر شد خوشترم
اور اگر کہتی کہ میرا درد سر جاتا رہا میں تندرست ہوں

محرمان رازاں خبر بُد کہ چہ گفت
ان کی محرموں کو خبر ہوتی کہ اُس نے کیا کہا

کہ مخالف با موافق گفت جفت
کہ مخالف بھی موافق کی ہمراہ ہوتا تھا

گر ستودے اعتناق او بدے
اگر وہ تعریف کرتی تو یوسف علیہ السلام کا معانقہ ہوتا

ور نکوہیدے فراق او بدے
اور اگر مذمت کرتی تو یوسف علیہ السلام کا فراق ہوتا

صد ہزاراں نام اگر برہم زدے
اگر لاکھوں نام کو مخلوط کرتی تو

قصد او و خواہ او یوسف بدے
اُس کا مقصود اور اُسکا مطلوب صرف یوسف ہوتے

گرسنہ بودے چو گفتے نام او
وہ بھوکی ہوتی جب اُن کا نام لیتی

می شدے او سیر دست از جام او
تو وہ سیر اور اُن کے جام سے مست ہو جاتی

تشنگیش از نام او ساکن شدے
اُس کی تشنگی اُن کے نام سے ساکن ہو جاتی

نام یوسف شربت باطن شدے
یوسف علیہ السلام کا نام شربت باطن ہو جاتا

ور بدے دردیش زاں نام بلند
اور اگر اُسکے کوئی درد ہوتا تو اُس نام عالی سے

دردِ او در حال گشتے سودمند
اُس کا درد فی الحال فائدہ مند ہو جاتا

وقت سرما بودے او را پوستین
وہ سرما کے وقت اُس کا پوستیں ہوتا

این کند در عشق نام دوست این
محبوب کا نام عشق میں یہی اثر کرتا ہے

عام میخوانند ہر دم نام پاک
تمام لوگ بھی ہر وقت نام پاک پڑھتے ہیں

این عمل نکند چو نبود عشقناک
یہ اثر نہیں کرتا جبکہ وہ عشقناک نہ ہو

آنچه عیسیٰ کرده بود از نام ہو
عیسیٰ علیہ السلام نے جو کام ذات پاک کے نام سے کیا تھا

میشود پیدا ورا از نام او
وہ ان کے لئے خود ان کے نام سے ہی ظاہر ہو جاتا

چونکه با حق متصل گردید جان
جب روح حق تعالیٰ کے ساتھ متصل ہو گئی۔

ذکر آن این ست ذکر اینست آن
تو اس کا ذکر تو اس کا ہے اس کا ذکر اس کا ہے

خالی از خود بود و پر از عشق دوست
وہ اپنے سے خالی اور عشق محبوب سے پُر ہو گیا

پس ز کوزه آن تراود که درو ست
پس کوزہ سے وہی ٹپکے گا جو اس میں ہے۔

خنده بوی زعفران وصل داد
خنده زعفران وصل کی خوشبو دیگا

گریه بوہائے پیاز آن بعاد
گریہ اس فراق کے پیاز کی بو

ہر یکے راہست در دل صد مراد
ہر شخص کے دل میں صدہا مراد ہیں

این نباشد مذہب عشق و وداد
عشق و محبت کا یہ طریق نہیں ہوتا۔

یار آمد عشق را روز آفتاب
اہل عشق کے لئے دن کو محبوب ہی آفتاب ہوتا ہے

آفتاب آن روئے را ہمچون نقاب
آفتاب اس ذات کے لئے مثل نقاب کے ہے

آنکه نشناسد نقاب از روی یار
جو شخص نقاب کو روئے یار سے تمیز نہ کرے

عابد الشمس ست دست از وے بدار
وہ عابد الشمس ہے اس سے دست بردار ہو جا

روز او و روزی عاشق ہم او
عاشق کا روز بھی وہی ہے اور روزی بھی وہی ہے

دل ہم او و دلسوزی عاشق ہم او
عاشق کا دل بھی وہی ہے دلسوزی بھی وہی ہے

ماهیاں را نقد شد از عین آب — **نان و آب و جامه و دارو و خواب**

ماہیوں کے لئے نان اور آب اور جامہ — اور دارو اور خواب عین آب سے نقد وقت ہو گیا

همچو طفل ست او ز پستاں شیرگیر — **او نداند در دو عالم غیر شیر**

وہ مثل طفل کے پستان سے شیر گیر ہے — وہ دونوں عالم میں سوا شیر کے کچھ نہیں جانتا۔

طفل داند هم نداند شیر را — **راه نبود ایں طرف تدبیر را**

لڑکا دودھ کو جانتا بھی ہے نہیں بھی جانتا — اس طرف کسی تدبیر کو راہ نہیں ہے

گیج کرد ایں گرد نامه روح را — **تا نیابد فاتح و مفتوح را**

اس تعویذ مغرور نے روح کو پراگندہ مغز بنا رکھا ہے — تاکہ وہ فاتح کو اور مفتوح کو نہ پاوے

گیج نبود در روش بلکه اندرو — **حالتش دریا بود نے سیل جو**

سلوک میں پراگندہ مغز نہیں رہتا — بلکہ اس میں اس کا حال دریا ہوتا ہے نہ سیل اور نہر

چوں بیاید او که یابد گم شود — **همچو سیلے غرقهٔ قلزم شود**

وہ جب آتا ہے کہ پاوے تو گم ہو جاتا ہے — سیل کی طرح غرق قلزم ہو جاتا ہے

دانه گم شد آنگهے او تیں شود — **تا نمردی زر ندادم ایں بود**

دانہ گم ہو گیا پھر وہ انجیر ہو جاتا ہے — جب تک تو مرا نہیں میں نے زر نہ دیا یہی ہوتا ہے

اس زلیخا نے سپندان سے لیکر عود تک سب چیزوں کا نام یوسف کر رکھا۔ (یہ مطلب نہیں کہ ہر چیز کو یوسف کہا کرتی ہی صورت میں تو اخفا کچھ بھی نہ ہوگا جو کہ اصطلاح سے مقصود ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کے نام سے مراد یوسف ہوتے تھے اس سے اخفا کی غرض کا حاصل ہونا ظاہر ہے سپند اور سپندان رائی یا اس کے مثل کوئی تخم ہے جسکو نظر بد کے دفع کیلئے جلاتے ہیں اور عود کو خوشبو کے لئے جلاتے ہیں مطلب یہ کہ جلانے کی چیزوں میں بھی ادنیٰ سے اعلیٰ تک ہر چیز سے اشارہ محبوب ہی کی طرف ہوتا تھا اسی طرح اور چیزوں کے نام سے بھی یعنی ہر وقت جو باتیں معمولی ہوتی رہتی ہیں ان کو کلمات

اور تراکیب سے اُس نے تعلق محب و محبوب کے متعلق حالات کی خاص اصطلاحیں قرار دے رکھی تھیں پس اس طرح سے) اُن کے نام کو (دوسرے) ناموں میں پوشیدہ کر رکھا تھا (اور) محرموں کو اُس کا راز معلوم کرا رکھا تھا (مثلاً) اگر کہتی کہ موم آتش سے نرم ہوگیا تو (اُنکی اصطلاح خاص میں اسکا) یہ مطلب ہوتا کہ محبوب ہمارے ساتھ مہربان ہوگیا (مہربانی کے درجات مختلف ہیں اس سے یوسف علیہ السلام کی ناجائز مہربانی لازم نہیں آتی) اور اگر کہتی کہ چاند نکل آیا دیکھو (تو اس کے بھی اصطلاحی معنی ایسے ہی ہوتے مثلاً یہ کہ یوسف علیہ السلام آئے ہیں پس اسکی جزا مقدر ہے اسی طرح یہاں سے در گفتے کہ بدرد آمد سرم الخ تک اور وہ جزا یہی ہے جو اس مصرعہ کے بعد ترجمہ میں ظاہر کردیگئی یعنی قولہ اس کے بھی اصطلاحی معنی ایسے ہی ہوتے اور اس کے بعد جو میں نے یہ کہا ہے مثلاً یہ کہ یوسف علیہ السلام آئے ہیں یہ جزو جزا نہیں ہے ہر جگہ اس کا شرح میں انتظار نہ کیا جاوے محض مثال ہے جو ہر جگہ مناسب شرط سمجھ لی جاوے) اور اگر کہتی کہ وہ شاخ بید سبز ہوگئی (تو اس کا بھی کوئی ایسا ہی مطلب ہوتا) اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ پانی خوب لہریں کھا رہے ہیں اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ سپند خوب جل رہا ہے (جسکا ذکر سب سے اول شعر میں بھی آیا ہے) اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ پتے خوب تھر تھراتے ہیں (یعنی) ہتیلیاں بجاتے ہوئے رقص اور مستی کر رہے ہیں اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ گل نے بلبل سے راز کہا ہے اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ راز بادشاہ کا شہباز نے کہدیا ہے اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ نصیبا کیسا ہمایوں ہے اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ اسباب جھاڑ دو اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ سقا پانی لے آیا اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ آفتاب نکل آیا اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ کل رات ایک دیگ پکائی ہے یا (یہ کہتی کہ) مصالح پکنے سے ایک ذات (یعنی خوب مخلوط) ہوگئے ہیں اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ روٹیاں بے نمک ہیں اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ فلک اولٹا چلتا ہے اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ میرے سر میں درد ہوگیا اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ میرا درد سر جاتا رہا میں تندرست ہوں اسکا ایسا ہی مطلب ہوتا اور) ان (اصطلاحات) کی محرموں کو خبر ہوتی کہ اس نے کیا کہا (اور یہ اصطلاحات اس لئے مقرر کی تھیں) کہ (مجلس میں) مخالف بھی موافق کے ہمراہ ہوتا تھا (اُس سے اخفا رکھنے کے لئے ایسا کر رکھا تھا اسی طرح) اگر وہ (کسی چیز کی) تعریف کرتی تو (اس سے مراد) یوسف علیہ السلام کا معانقہ ہوتا (اس سے معانقہ کا وقوع مراد نہیں کیونکہ ذکر معانقہ ذکر وقوع میں منحصر نہیں بلکہ ذکر تمنائے معانقہ بھی ذکر معانقہ ہے) اور اگر (کسی چیز کی) مذمت کرتی تو (مراد اس سے) یوسف علیہ السلام کا فراق ہوتا (غرض یہ ہے کہ) اگر لاکھوں نام (والفاظ) کو مخلوط کرتی تو (سب الفاظ سے) اس کا مقصود اور اُس کا مطلوب صرف یوسف ہوتے (یہانتک تو حکمت بیان کی تھی زلیخا کے خاص اصطلاح میں یوسف علیہ السلام کا نام لینے کی اور اس مقام پر ایرادِ حکایتِ زلیخا سے یہی اصل غرض بھی ہے کہ تشبیہ دیگئی ہے اصطلاحات اہل اللہ کو اصطلاحات زلیخا سے آگے اُن کا مطلق نام لینے کی حکمت مذکور ہے قطع نظر مصطلح یا مصرح سے پس گویا یہ ایک قسم کا انتقال ہے عشق کے ایک اثر کے ذکر سے اُس کے دوسرے اثر کے ذکر کی طرف یعنی ایک اثر عشق کا غیرت علی المحبوب ہے جس پر اصطلاح تجویز کرنے کو اوپر متفرع کیا ہے دوسرا اثر اطمینان و استبشار بذکر المحبوب ہے کما قال تعالیٰ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب وقال تعالیٰ فاما الذین امنوا فزادتہم ایمانا وھم یستبشرون

اس کا آگے ذکر ہے یعنی) وہ (زلیخا) بھوکی ہوتی جب اُن کا نام لیتی تو وہ سیر اور اُن کے جام سے مست ہو جاتی (اسی طرح) اُسکی تشنگی اُن کے نام سے ساکن ہو جاتی (اور اُس کے لئے) یوسف علیہ السلام کا نام شربت باطن ہو جاتا اور اگر اس کے کوئی درد ہوتا تو اُس نام علی سے اُس کا درد فی الحال فائدہ مند ہو جاتا (اُسکی فائدہ مندی یہی ہے کہ صحت یاب ہو جاوے اور) وہ (نام) سرما کے وقت اُس کا پوستین ہوتا (یعنی مثل پوستین کے دافع سرما ہوتا غرض وہ مثل غذا و دوا و وقار کے دافع جوع و عطش و دافع وجع و مرض و دافع قر و برد ہوتا اور اس کا تعجب نکیا جاوے کیونکہ محبوب کا نام عشق میں یہی اثر کرتا ہے (اور اگر عشق نہیں ہے تو یوں تو) عام لوگ بھی ہر وقت نام پاک (حق تعالیٰ کا) پڑھتے ہیں۔ (لیکن) یہ اثر نہیں کرتا (جو کہ مذکور ہوا) جبکہ وہ (ذاکر) عشقناک نہو (چنانچہ عام میں یہ اثر نہ ہونا بھی ظاہر ہے اور اہل عشق میں وہ اثر ہونا بھی مشاہد ہے کہ اُسکی لذت میں بھوک پیاس اور مرض اور گرمی و سردی کا محسوس نہونا بلکہ اکثر دفع ہو جانا بھی حد تواتر تک پہونچ چکا ہے آگے بطور انتقال کے بمناسبت ذکر خواص اسم محبوب کے عشق کا ایک تیسرا اثر یعنی فنا رفی المحبوب ذکر فرماتے ہیں یعنی عشق کا ایک اثر فنا المحب فی المحبوب ہے جس پر احکام کثیرہ متفرع ہوتے ہیں اُن میں سے ایک یہ کہ جیسی برکات محبوب کے نام میں ذکر کی گئیں اُسی کے مشابہ برکات اس فانی کے نام میں بھی ظاہر ہونے لگتی ہیں چنانچہ) عیسیٰ علیہ السلام نے جو کام ذات پاک کے نام سے کیا تھا (یعنی احیاء موتیٰ) وہ (کام) اُن کے لئے خود ان کے نام سے بھی ظاہر ہو جاتا (یعنی اگر قم باذنی فرماتے تو مثل قم باذن اللہ فرمانے کے اُس کا بھی وہی اثر ظاہر ہوتا جسکا راز یہ تھا کہ وہ یا تو مثل شجرہ طور کے حاکی ہوتے اور محض ظاہر میں وہ کلام اُن کی طرف منسوب ہوتا ورنہ واقع میں حق تعالیٰ ہی کے طرف منسوب ہوتا اور اگر حاکی نہ ہوتے تو باذن فرماتے والثانی ارجح و انسب بمقام الانبیاء و کمل الاولیاء آگے یہی مضمون ہے کہ) جب (فانی کی) روح حق تعالیٰ کے ساتھ (بے تکیف) متصل ہو گئی تو اُس کا (یعنی حق تعالیٰ کا) ذکر تو اس کا (یعنی روح کا ذکر) ہے (اور) اس کا (یعنی روح کا) ذکر اس کا (یعنی حق تعالیٰ کا) ہے (اور یہ فرمانا متصل گردید الخ دونوں مرتبوں کو شامل ہے حکایت کشجرۃ الطور کو بھی اور صدور اقوال و افعال بالاذن کو بھی کما فی الحدیث کنت سمعه و بصره اور مقبولین کو دونوں حالتیں پیش آتی ہیں الاول احیاناً والثانی اکثر اور بعض آثار و برکات کے تشابہ سے تمام احکام کا اشتراک لازم نہیں آتا پس کسی کو یہاں یہ گنجایش نہیں کہ بزرگوں کے نام کے وظیفہ بنانیکو مثل اسماء الٰہیہ کے تجویز کرے کیونکہ یہ تعبد ہے جسمیں اشتراک باطل ہے فنا کا ایک حکم تو یہ ہوا اور دوسرا حکم اُن میں سے یہ ہے کہ فانی کو غیر محبوب کی طرف التفات نہیں رہتا اس لئے ہر وقت اُسی کے ذکر اور اُسی کی فکر میں غرق رہتا ہے آگے اسی کا بیان ہے کہ) وہ (فانی) اپنے سے خالی اور عشق محبوب سے پُر ہو گیا پس کوزہ سے وہی ٹپکے گا جو اُس میں ہے (اور اُس میں صرف عشق محبوب ہے اس لئے اُسکی ہر حالت کا منشاء عشق محبوب ہی ہوگا چنانچہ اُس کا) خندہ زعفران وصل کی خوشبو دیگا (اور اُس کا) گریہ اُس فراق کے پیاز کی بو (دیگا یعنی اُس کا خندہ مسبب ہوگا وصل کے کسی درجہ سے اور اُس کا گریہ مسبب ہوگا فراق کے کسی درجہ سے گو وہ وصل سے بھی بڑھکر ہو مطلب یہ کہ غایت فنا سے اُس کے اکثر افعال طبعیہ بھی ناشی اُسی تعلق مع المحبوب سے ہونگے آگے بھی اسی عدم التفات الی غیر المحبوب کا بعبارت دیگر بیان ہے کہ) ہر شخص کھول میں

صد ہا مراد (ہوتی) ہیں اگر عشق ومحبت کا یہ طریق نہیں ہوتا بلکہ اُسکی تو صرف ایک ہی مراد رہ جاتی ہے یعنی محبوب چنانچہ) اہل عشق کے لئے دن کو محبوب ہی آفتاب ہوتا ہے (یعنی وہ آفتاب کو نور بخش نہیں سمجھتا بلکہ سمجھتا ہے کہ آفتاب میں اصل ظہور نور حق ہی کا ہے باقی) آفتاب (اُس مظہریت سے قطع نظر کرکے فی نفسہ) اُس ذات کے لئے مثال نقاب کے (حجاب) ہے (اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ اگر اُسمیں مظہریت کی حیثیت نہ دیکھی جاوے اس حیثیت سے قطع نظر کرکے اُسکو نور بخش قرار دیا جاوے جیسے اہل طبعیات سمجھتے ہیں تو وہ حاجب عن اللہ ہے آگے ان ہی مظہریت سے قطع نظر کرنے والونکو کہتے ہیں کہ) جو شخص نقاب کو روئے یار سے تمیز نہ کرے (یعنی جو نور کہ اصل میں روئے یار کا ہے اُسکو نقاب یعنی آفتاب کی صفت سمجھ لے تو گویا نقاب اور روئے یار کو ایک سمجھ لیا) وہ عابد الشمس ہے اُس سے دست بردار (و بیزار) ہو جا۔ (اور میری تقریر سے معلوم ہو گیا کہ جس اتحاد پر انکار کیا ہے وہ یہ ہے کہ روئے یار کی طرف التفات نہ کرے اور آفتاب کی طرف کرے اور جس اتحاد کا سبب اس کا عکس ہو یعنی روئے یار ہی کی طرف التفات ہو اور آفتاب کی طرف نہ ہو یہ عین مذاق ہے صوفیہ وعارفین کا اور جا بجا مولانا نے اُس کا دعویٰ کیا ہے پس اس سے تعارض کا وہم بھی جاتا رہا خوب سمجھ لو) عاشق کا روز بھی وہی (محبوب) ہے اور (اُسکی) روزی بھی وہی ہے (اور اُس) عاشق کا دل بھی وہی ہے (اور اُسکی) دلسوزی بھی وہی ہے (جسطرح زلیخا کی غذا و دوا وکسا سب یوسف ہی تھے اور جیسا کہ) ماہیوں کے لئے نان اور آب اور جامہ اور دارو اور خواب (یہ سب) عین آب سے نقد وقت ہو گیا (پس) وہ (عاشق بوجہ اقتصار نظر علی المحبوب کے) مثل طفل کے پستان سے شیر گیر ہے وہ (طفل) دونوں عالم میں سوا شیر کے کچھ نہیں جانتا (اسی طرح عاشق بجز محبوب کے کسی کو نہیں جانتا اور عاشق کی طفل کے ساتھ ایک تشبیہ تو یہ تھی اوند اند در دو عالم غیر شیر اور ایک تشبیہ اور ہے جو باوجود مقصود مقام میں کہ قصر نظر علی المحبوب ہے دخیل نہ ہونے کے محض بطور ایک فائدہ مستقلہ مہمہ کے آگے بتلاتے ہیں یعنی) لڑکا دودھ کو (من وجہ) جانتا بھی ہے (اور اُس کا وہ جاننا ہی قصر نظر کے لئے کافی ہے اور من وجہ) نہیں بھی جانتا (جاننا تو صرف مطلوبیت کی حیثیت سے اور نہ جاننا حقیقت وکنہ کے اعتبار سے چنانچہ ظاہر ہے اسی طرح عاشق عارف حق تعالیٰ کو اجمالاً وطلباً جانتا ہے اور اُسی پر قصر نظر مرتب ہو جاتا ہے اور کنہ کے اعتبار سے نہیں جانتا اور غالباً یہ تنبیہ اس لئے فرمائی کہ قصر نظر سے شاید کسی کو ادراک کنہ کا شبہ ہو جاتا آگے بتلاتے ہیں کہ یہ عاشق جتنا جانتا بھی ہے) اس (جاننے کی) طرف (بھی) کسی تدبیر کو راہ نہیں ہے (جس طرح طفل کو دودھ کا یہ علم کسی تدبیر سے نہیں ہوا اور مراد اس علم عارف سے علم ذوقی ہے نہ کہ مکتسب اور واقعی وہ وہبی محض ہے کہ غیر عارفین اُس سے بھی محروم ہیں آگے محجوبین کے اُس علم سے اسی حرمان اور عارفین کے اسی تشرف بالعرفان کو بیان فرماتے ہیں کہ محجوبین کی روح جو اس علم سے محروم ہے وجہ اُسکی یہ ہے کہ) اس تعویذ مصور نے روح کو پراگندہ مغز بنا رکھا ہے تاکہ وہ فاتح (یعنی حق تعالیٰ) کو اور مفتوح (یعنی مخلوق) کو نہ پاوے (گرد بالفتح بمعنی شہر کذا فی الغیاث اور گرد نامہ وہ تعویذ جو کسی گریختہ کے لئے لکھیں کہ وہ جب کہیں جاوے پریشان ہو کر پھر اپنے شہر میں چلا آوے اس سے تعلقات بدنیہ کو تشبیہ دیگئی ہے کہ سبب ہے آگے نہ بڑھ سکنے کا مطلب یہ کہ محجوب کی روح پر تعلقات بدنیہ کا جو غلبہ ہے اس نے اُسکو جاہل اس علم سے بنا رکھا ہے اور یہ سلوک کے قبل ہوتا ہے اور) سلوک میں پراگندہ مغز (جاہل)

نہیں رہتا (نہ اسوجہ سے کہ اس سے بشریت جاتی رہتی ہے) بلکہ (اسوجہ سے کہ) اس (سلوک) میں اس کا حاصل دریا ہوتا ہے نہ کہ سیل اور نہر (اس طرح سے کہ) وہ جب (اس لئے) آتا ہے کہ (مطلوب کو) پاوے تو (اپنی ہستی سے) گم (اور فنا) ہوجاتا ہے (اور) سیل کی طرح غرق قلزم ہوجاتا ہے (جب) دانہ گم ہوگیا پھر وہ انجیر ہوجاتا ہے (جیسا صدر جہان نے کہا تھا کہ) جب تک تو مرا نہیں ہے نے زر ندیا (اس کا مصداق) یہی ہوتا ہے (جسکا قصہ عشر ثامن کے آخر میں گذرا ہے حاصل تقریر یہ ہوا کہ اس میں بشریت تو رہتی ہے مگر فنا سے اس کے احکام مغلوب ہوجاتے ہیں اور حق تعالیٰ اسکو یہ علم ہبہ فرماتے ہیں کہ فنا کی خاصیت عطائے ثمرات ہے کسی تدبیر سے حصول نہیں ہوتا جو کہ سیل و نہر کے مشابہ ہیں آگے پھر قصہ ہے)

بیطاقت شدن برادر بزرگتر بعد از مکث و متواری شدن در بلاد چین در شهر تختگاه و گفت که من رفتم الوداع تا خود را بر شاه چین عرضه کنم و نصیحت برادران او را و سود نا داشتن

آں بزرگیں گفت اے اخوان من
اس بڑے نے کہا کہ اے میرے بھائیو

ز انتظار آمد بلب ایں جان من
انتظار سے میری یہ جان لب پر آگئی

لاابالی گشته ام صبرم نماند
میں لاابالی ہوگیا مجکو صبر نہیں رہا

مر مرا ایں صبر در آتش نشاند
مجکو اس ضبط نے آگ میں بٹھلا دیا

طاقت من زیں صبوری طاق شد
میری طاقت اس صبر سے طاق ہوگئی

واقعه من عبرت عشاق شد
میرا واقعہ عشاق کے لئے عبرت ہوگیا

من ز جاں سیر آمدم اندر فراق
میں فراق میں جان سے سیر ہوگیا

زنده بودن در فراق آمد نفاق
فراق میں زندہ رہنا نفاق ہے

چند درد فرقتش بکشد مرا
کہاں تک اس کا درد فرقت مجکو قتل کرے گا

سر ببر تا عشق سر بخشد مرا
میرا سر کاٹ ڈال تاکہ عشق مجکو سر عطا کرے

دین من از عشق زندہ بودن ست
میرا مذہب عشق سے زندہ رہنا ہے

زندگی زین جان و سر ننگ من ست
زندگی اس جان و سر کے ذریعہ سے میرے لئے ننگ ہے

تیغ جانہا را کند پاک از عیوب
تیغ جانوں کو عیوب سے پاک کردیتی ہے

زانکہ سیف افتاد محاء الذنوب
کیونکہ سیف ذنوب کی محو کردینے والی ہے

چون غبار تن بشد ماہم بتافت
جب غبار تن چلا گیا میرا چاند چمک گیا

ماہ جان من ہوائے صاف یافت
میرے ماہ روح نے ہوائے صاف پائی

عمرہا بر طبل عشق آن صنم
عمرہا عمر سے اس محبوب کے عشق کے نقارہ پر یہ صدا لگا رہا ہوں

ان فی موتی حیاتی می زنم
کہ میری موت میں میری حیات ہے

دعوی مرغابیی کردہ ست جان
مرغابی ہونے کا دعوی کیا ہے روح نے

کے ز طوفان بلا دارد فغان
طوفان بلا سے وہ کب فریاد کرے گی

بط را ز اشکستن کشتی چہ غم
بط کو کشتی شکستہ ہونے سے کیا غم

کشتیش بر آب بس باشد قدم
اسکی کشتی تو اس کا قدم کافی ہے پانی پر

زندہ زین دعوی بود جان و تنم
اس دعوے سے میری جان و تن زندہ ہے

من ازین دعوی چگونہ تن زنم
میں اس دعوے سے کس طرح خاموش رہونگا

خواب می بینم ولے در خواب نے
میں خواب دیکھتا ہوں لیکن وہ خواب نہیں ہے

مدعی ہستم ولے کذاب نے
میں مدعی ہوں ولیکن کذاب نہیں ہوں

گر مرا صد بار تو گردن زنی

اگر تو مجکو سو بار بھی گردن مارے

ہمچو شمعم بر فروزم روشنی

میں مثل شمع کے ہوں اور بھی روشنی بڑہا دونگا۔

آتش ار خرمن بگیرد پیش و پس

آتش اگر خرمن کو آگے اور پیچھے سے لیلے

شبروان را خرمن آں ماہ بس

شبرو لوگوں کے لئے اس ماہ کا خرمن کافی ہے

کردہ یوسف را نہاں و مختفی

یوسف علیہ السلام کو نہاں اور پوشیدہ کردیا تھا

حیلت اخوان ز یعقوب نبی

بھائیوں کے حیلہ نے یعقوب علیہ السلام سے

خفیہ کردندش بحیلت سازئے

انھوں نے اُن کو ایک حیلہ سازی سے مخفی کردیا تھا

کرد آخر پیرہن غمّازئے

آخر پیرہن نے غمازی کی

آں دو گفتندش نصیحت در سمر

اُن دونوں نے اُسکو تذکرہ میں نصیحت کی

کہ مکن ز اخطار خود را بے خبر

کہ تو خطروں سے اپنے کو بے خبر مت کر

ہیں منہ بر ریشہائے ما نمک

ہاں ہمارے زخموں پر نمک مت رکھ

ہیں مخور ایں زہر از جلدی و شک

ہاں یہ زہر مت کھا جلدی اور شک کی وجہ سے

جز بتدبیر یکے شیخ خبیر

بدون تدبیر کسی شیخ باخبر کے

چوں روی چوں نبودت قلب بصیر

تو کیونکر چلتا ہے جبکہ تیرے پاس قلب بصیر بھی نہیں

وائے آں مرغیکہ نارویدہ پر

خرابی ہے اس پرندہ کی کہ بدون پر جمے ہوئے

بر پرد بر اوج و افتد در خطر

بلندی پر اوڑے اور خطرہ میں پڑے

عقل باشد مرد را بال و پرے

آدمی کے لئے عقل بال و پر ہوتا ہے

چوں ندارد عقل عقل رہبرے

اگر عقل نہ رکھے تو کسی رہبر کی عقل

یا مظفر یا مظفر جوئے باش	**یا نظر ور یا نظر ور جوئے باش**
یا تو مظفر یا مظفر کا طالب رہ	یا صاحب نظر یا صاحب نظر کا طالب رہ
بے ز مفتاح خرد ایں قرع باب	**از ہوا باشد نہ از روئے صواب**
بدون مفتاح عقل کے دروازہ کا یہ کھٹکھٹانا	ہوا سے ہوتا ہے نہ کہ از راہ صواب

اس بڑے (بھائی) نے کہا کہ اے میرے بھائیو انتظار سے میری یہ جان لب پر آگئی میں لاابالی (و بے باک) ہوگیا مجھکو صبر نہیں رہا مجھکو اس ضبط نے آگ میں جھلا دیا میری طاقت اس صبر سے طاق (یعنی جدا) ہوگئی میرا واقعہ عشاق کے لئے عبرت ہوگیا میں فراق میں جان سے سیر ہوگیا۔ فراق میں زندہ رہنا نفاق ہے۔ کہانتک اس کا درد فرقت مجھکو قتل کریگا (اس سے کہدو کہ) میرا سر کاٹ ڈال تاکہ عشق مجھکو سر عطا کرے (اشارہ ہے بطور انتقال کے احکام لقاء بعد الفناء کی طرف کئی شعر تک) میرا مذہب عشق سے زندہ رہنا ہے زندگی اس جان و سر کے ذریعہ سے میرے لئے ننگ ہے (یعنی مجھکو یہ ظاہری زندگی نہیں چاہیئے معنوی زندگی چاہیئے) تیغ جانوں کو عیوب سے پاک کردیتی ہے کیونکہ سیف ذنوب کی محو کردینے والی ہے (یہ مضمون فضائل شہادت کے متعلق ہے اس میں فناء اصطلاحی کو اس شہادت پر قیاس کیا ہے) جب غبار تن چلا گیا میرا چاند چمک گیا۔ میری ماہ روح نے ہوائے صاف پائی (مفارقۃ مادہ ہیولانی سے روح کی لطافت کا بڑھ جانا ظاہر ہے) عمر ہا عمر سے اس محبوب کے عشق کے نقارہ پر یہ صدا لگا رہا ہوں کہ میری موت میں میری حیات ہے (آگے اپنا بیخوف ہونا ہلاک و فنا سے بتلاتے ہیں کہ) مرغابی ہونے کا دعوی کیا ہے (میری) روح نے (تو پھر) طوفان بلا سے وہ کب فریاد کرے گی۔ بط کو کشتی شکستہ ہونے سے کیا غم۔ اسکی کشتی تو اس کا قدم کافی ہے پانی پر۔ اس (مدعی عشق) سے میری جان و تن زندہ ہے (پھر) میں اس دعوے سے کس طرح خاموش رہونگا میں (غلبۂ عشق سے) خواب دیکھتا ہوں لیکن وہ خواب (واقعی) نہیں ہے (بلکہ یقظہ نہ ہونے سے عوام اسکو خواب سمجھتے ہیں اہل محبت پر ایسے حالات استغراق وغیرہ کا طاری ہونا بکثرت ہے اور) میں مدعی ہوں ولیکن کذاب نہیں ہوں (صادق ہوں) اگر تو مجھکو سو بار بھی گردن مارے میں مثل شمع کے ہوں اور بھی روشنی بڑھا دونگا (جیسے شمع کا گل توڑنے سے کہ وہ مشابہ سر بریدن کے ہے اسکی روشنی بڑھ جاتی ہے اسی طرح روح مفارقۃ مادہ سے خواہ وہ مفارقۃ حسًا ہو کما فی الفناء اللغوی یا توجہًا ہو کما فی الفناء الاصطلاحی زیادہ لطیف ہوجاتی ہے اور اس فناء سے جو جسمی و حسی ضرر ہوتا ہے عشاق اس سے نہیں ڈرتے کیونکہ اسکی ایسی مثال ہے کہ) آتش اگر اپنے خرمن (و ذخیرہ) کو آگے اور پیچھے سے (یعنی بتمامہ) لیلے (یعنی کہیں آس پاس آگ نہ رہے جس سے مشعل وغیرہ سفر کے لئے لے سکیں لیکن) شب رو لوگوں کے لئے اس ماہ کا خرمن کافی ہے (آتش نہ رہنے سے ان کا کوئی ضرر نہیں پس جسم مادی مثل آتش عنصری کے ہے اور روح بمنزلہ ماہ کما قال سابقًا ماہ جان من الخ

پس فنا جسم مع بقا روح بھی مضر نہیں وہذا التوجیہ مما خصنی اللہ تعالی بفضلہ اس کے بعد شہزادہ اپنی کامیابی کی امید کی تقریر کرتا ہے یعنی دیکھو) یوسف علیہ السلام کو نہاں اور پوشیدہ کر دیا تھا بھائیوں کے حیلہ نے یعقوب علیہ السلام سے (اور) انھوں نے اُن کو ایک حیلہ سازی سے مخفی کر دیا تھا لیکن عشق و محبت کے اثر سے) آخر پیرہن نے غمازی کی (اور یوسف علیہ السلام کو ظاہر کر دیا اسی طرح گوشہ ۂ نے اُس معشوقہ کو ایسا مختفی کر رکھا ہے کہ کوئی اُس کا نام بھی نہیں لیتا اور پیام بھیجنا تو کیا معنی چنانچہ ختم سرخی سے پچیس تیس شعر قبل مذکور ہوگا کہ جو شخص پیام بھیجتا ہے شاہ چین اُس سے کہتا ہے کہ میری دختر ثابت کر ورنہ سزا ہوگی مگر باوجود اُس کے اس اختفار کے مجھکو امید ہے کہ میرے عشق کی تاثیر اُسکو ظاہر کر کے رہیگی اور میں مثل یعقوب علیہ السلام کے اُس تک پہونچونگا و فی ہذا الباب قیل ع

آہ من گر اثرے داشتے ۔ یار بکویم گذرے داشتے)

اُن دونوں (بھائیوں) نے اُسکو تذکرہ میں نصیحت کی کہ تو خطروں سے اپنے کو بے خبر (اور غافل) مت کر (بلکہ جو خطرات اسمیں ہونیوالے ہوں اُن کو بھی پیش نظر رکھ اور) ہاں ہمارے زخموں پر نمک مت رکھ (کہ ایک تو غم سے چور ہو رہے ہیں اگر تمکو کچھ ضرر پہونچگیا ہمکو زیادہ صدمہ ہوگا اور) ہاں یہ زہر مت کھا جلدی اور شک کی وجہ سے (یعنی ایسے امر خطرناک کا قصد کرنا بمنزلہ زہر کے ہے جلدی کا مطلب تو ظاہر ہے اور شک کا مطلب یہ ہے کہ اُس کا مضر ہونا یقینی ہے مگر تم اس ضرر کو مشکوک سمجھتے ہو یہ مشکوک سمجھنا سبب ہو جاویگا اس زہر خوری کا آگے ایک قید ہے مخورا ین زہر کی بطور استثنا کے یعنی تو یہ زہر مت کھا) بدون تدبیر کسی شیخ باخبر کے (یعنی اگر کوئی اپنا شفیق و تجربہ کار بزرگ ہو خواہ دنیوی امور دنیویہ میں یا دینی امور دینیہ میں اُسکی رائے اور مشورہ سے زہر خوری در وقوع فی الخطر مضائقہ نہیں باقی بدون اس کے) تو کیونکر (ایسے راستہ کو) چلتا ہے جبکہ تیرے پاس قلب بصیر بھی نہیں (یعنی جبکہ تو محقق بھی نہیں تو بدون تقلید کسی محقق کے امر خطرناک میں اپنی رائے ناقص سے کیسے واقع ہوتا ہے اور یہ یا شہزادوں کا مقولہ ہے یا مولانا کا بطور انتقال کے اور اول احتمال پر آگے سے انتقال ہوگا خواہ متصلاً خواہ شعر عالمی الخ سے آگے غیر محقق کے لئے خود رائی کا ضرر مذکور ہوتا ہے یعنی) خرابی ہے اُس پرندہ کی کہ بدون پر جمے ہوئے بلندی پر اوڑے اور خطر میں پڑے (آگے بتلاتے ہیں کہ پر کے مشابہ کیا چیز ہے یعنی) آدمی کے لئے (خود اپنی) عقل (کامل) بال و پر ہوتا ہے (اور) اگر عقل (کامل) نہ رکھے تو کسی رہبر کی عقل (بال و پر ہوتا ہے پس) یا تو مظفر (بعقل اور) یا مظفر کا طالب رہ (اور) یا صاحب نظر (و بصیرت) یا صاحب نظر کا طالب رہ (کیونکہ) بدون مفتاح عقل کے (خواہ وہ اپنی محققانہ عقل ہو یا کسی محقق کی عقل ہو جسکی تقلید کرے پس بدون اس کے) دروازہ کا یہ کھٹکھٹانا (جسکا تم ارادہ کرتے ہو) ہوا (ی نفسانی) سے ہوتا ہے نہ کہ از راہ صواب (و مصلحت چنانچہ یہی حال ہے سلوک باطنی کا کہ قبل از فوز بدرجہ تحقیق کسی مرشد کامل کا اتباع حصول مقصود کے لئے موقوف علیہ ہے اور خود رائی کہ اُس کا حاصل اتباع ہوی ہے موجب مضار کثیرہ بدنیہ و روحیہ و قد یعلمہا اہلہ فلا حاجۃ الی البیان آگے نظائر ہیں اتباع ہوی کے مضار کے) ف اور جاننا چاہیئے کہ غیر محقق کا اتباع بھی خود رائی کے حکم میں ہے آخر بحث تک اسکو مستحضر رکھو۔

عالمے در دام می بیں از ہوی
ایک عالم کو دام میں دیکھ بسبب ہوی کے

مار استادہ است بر سینہ چو مرگ
سانپ کھڑا ہوا ہے سینہ پر موت کی طرح

در حشائش چوں حشیشے او بپاست
گھانس میں ایک گھانس کی طرح وہ کھڑا ہے

چوں نشیند بہر خور بر روئے برگ
جب وہ کھانے کے لئے پتہ کے اوپر آ بیٹھتا ہے

کردہ تمساحے دہان خویش باز
ایک ناکو نے اپنا منہ کھول رکھا ہے

از بقیہ خور کہ در دندانش ماند
بقیہ خوراک سے جو کہ اُس کے دانت میں رہ گیا ہے

مرغکان بینند کرم و قوت را
پرندے اُس کیڑے اور غذا کو دیکھتے ہیں

چوں دہاں پر شد ز مرغان ناگہاں
جب منہ پرندوں سے پر ہو گیا

ایں جہان پر ز نقل و پر ز ناں
یہ دنیا جو کہ نقل اور نان سے پر ہے

وز جراحتہائے ہم رنگ دوا
اور بسبب اُن زخموں کے جو دوا کی ہم رنگ ہیں

در دہاں بگرفتہ بہر صید برگ
منہ میں پتا لئے ہوئے شکار کرنے کے واسطے

مرغ پندارد کہ او شاخ گیاست
پرندہ سمجھتا ہے کہ وہ گھانس کی شاخ ہے

در فتد اندر دہان مار مرگ
تو مار مرگ کے منہ میں آ گرتا ہے

گرد دندانہاش کرمان دراز
اُس کے دانتوں کے گرد لمبے لمبے کیڑے ہیں

کرمہا روئید و بر دنداں نشاند
کیڑے پیدا ہو گئے ہیں اور اُسنے دانت پر جما رکھے ہیں

مرج پندارند آں تابوت را
چراگاہ سمجھتے ہیں اُس تابوت کو

درکشد شاں و فرو بندد دہاں
تو اچانک وہ اُن کو کھینچ لیتا ہے اور منہ بند کر لیتا ہی

چوں دہان باز آں تمساح داں
مثل اُس ناکو کے دہن کشادہ کے جان

بهر کرم و طعمه اے روزی تراش
کیڑے اور غذا کے لئے اے روزی تراش

از فن تمساح دہر ایمن مباش
مگرنہنگ زمانہ سے بے خوف مت رہ

روبه افتد پہن اندر زیر خاک
لومڑی پھیل کر زیر خاک پڑجاتی ہے

بر سر خاکش حبوب مکرناک
اُس کی سطح خاک پر دانہ مکرناک

تا بیاید زاغ غافل سوئے آں
تاکہ زاغ غافل اُسکی طرف آوے

پائے او گیرد بمکر آں مکرداں
وہ مکرداں مکر سے اُس کا پاؤں پکڑلے

صد ہزاراں مکر در حیواں چو ہست
جب لاکھوں مکر جانور میں ہیں

چوں بود مکر بشر کو مہتر ست
تو بشر کا مکر تو کیسا کچھ ہوگا کہ وہ تو سردار ہے

مصحفے بر کف چو زین العابدیں
ہاتھ میں تو قرآن ہے زین العابدین کی طرح

خنجرے پر زہر اندر آستیں
آستین میں خنجر پر زہر ہے

گویدت خنداں کہ اے مولائے من
تجھ سے ہنستا ہوا کہتا ہے کہ اے میرے مخدوم

در دل او بابلے پر سحر و فن
اس کے دل میں ایک بابل ہے سحر و فن کا بھرا ہوا

زہر قاتل صورتش شہد ست و شیر
زہر قاتل ہے صورت اُس کی شہد و شیر ہے

ہیں مرو بے صحبت پیر خبیر
خبردار بدون صحبت شیخ باخبر کے راستہ مت چلنا

جملہ لذات ہوا مکر ست و زرق
تمامی لذات ہوا مکرو دھوکہ ہے

سوز تاریکی ست گرد نور و برق
نور برق کے گرد سوز اور تاریکی ہے

برق نور کوتہ و کذب و مجاز
نور ضعیف اور کاذب اور غیر حقیقی کی برق ہے

گرد او ظلمات و راه تو دراز
اسکے گرد ظلمات ہیں اور تیرا راستہ دراز ہے

نے بنورش نامہ تانی خواندن
نہ اس کے نور میں تو خط پڑھ سکتا ہے
نے بمنزل اسپ تانی راندن
نہ منزل میں تو گھوڑا چلا سکتا ہے

لیک جرم آں کہ باشی رہن برق
لیکن اس جرم میں کہ تو برق کا مرہون ہو رہا ہے
از تو رو اندر کشد انوار شرق
تجھسے انوار آفتاب روگردانی کرنے لگتے ہیں

خشم گیرد بر دلت آں آفتاب
تیرے قلب پر وہ آفتاب غصہ کرتا ہے
چوں تو جوئی از عطارد نور و تاب
جب تو عطارد سے نور اور تابش ڈھونڈھتا ہے

میکشاند مکر برقت بے دلیل
تجکو وہی برق دروغ بدون کسی رہبر کے لئے جا رہی ہے
در مفازہ مظلمے شب میل میل
میدان تاریک میں شب کے وقت ایک ایک میل کرکے

گاہ بر کہ گاہ بر جو او فتی
کبھی پہاڑ پر کبھی ندی میں تو گر پڑتا ہے
گہ بدیں سو گہ بداں سو او فتی
کبھی ادھر کبھی ادھر گر پڑتا ہے

ایک عالم کو دام میں (مبتلا) دیکھ بسبب (اتباع) ہوا کے اور بسبب اُن زخموں کے جو کہ دوا کی ہم رنگ ہیں (اور حرکت ہوا کا یہی منشا ہے کہ اُن کا ظاہری نافع ہونا دیکھکر مضار میں پھنس جاتا ہے چنانچہ) سانپ کھڑا ہوا ہے سینہ پر موت کی طرح (اور) مونہ میں تنکا لئے ہوئے ہے شکار کرنے کے واسطے (اور) گھانس میں ایک گھانس کی طرح وہ کھڑا ہے پرندہ سمجھتا ہے کہ وہ گھاس کی (کوئی) شاخ ہے جب وہ کھانے کیلئے پتہ کے اوپر آبیٹھتا ہے تو مار مرگ کے مونہ میں آگرتا ہے (دوسری نظیر یہ کہ) ایک ناکو نے اپنا مونہ کھول رکھا ہے اُس کے داتوں کے گرد لمبے لمبے کیڑے ہیں بقیہ خوراک سے جو کہ اُس کے دانت میں رہ گیا ہی کیڑے پیدا ہوگئے ہیں اور اُس نے دانت پر جما رکھے ہیں (یعنی اُن کو قصداً دفع نہیں کیا) پرندے اُس کیڑے اور غذا کو دیکھتے ہیں (اور) چراگاہ سمجھتے ہیں اُس تابوت (موت) کو جب (اُس کا) مونہ پرندوں سے پر ہوگیا تو اچانک وہ اُن کو کھینچ لیتا ہی اور مونہ بند کر لیتا ہے (اسی طرح) یہ دنیا جو کہ نقل اور نان سے پر ہے مثل اُس ناکو کے دہن کشادہ کے جان (پس) کیڑے اور غذا کے لئے اے روزی تراش مکر نہنگ زمانہ سے بخوف رہ (تیسری نظیر) لومڑی پھیل کر زیر خاک پڑ جاتی ہے اُس کے (پاس کی) سطح خاک پر دانے مکرناک (ہوتے ہیں) تاکہ زاغ غافل اُسکی طرف آوے (اور اُسوقت) وہ مکردان مکر سے اُسکا پانوں پکڑ لے (اور) جب لاکھوں مکر جانوروں میں ہیں (جیسا اوپر مار و نہنگ و روباہ کا حال مذکور ہوا) تو بشر کا مکر تو کیسا کچھ ہوگا کہ وہ

(فہم میں سکا) سردار ہے (آگے اُس کے ایک مکر کا بیان ہے کہ) ہاتھ میں تو قرآن ہے زین العابدین کی طرح (اور) آستین
میں خنجر پر زہر ہے (یعنی ظاہر موافق اور باطن مخالف) تجھ سے ہنستا ہوا کہتا ہے کہ اے میرے مخدوم (اور) اُس کے دل میں
ایک بابل ہے سحر و فن کا بھرا ہوا (وہ) زہر قاتل ہے (مگر) صورت اُسکی شہد اور شیر ہے (اسی طرح باطن میں بھی مجھ کو نفسانی
تسویلات و شیطانی تلبیسات ہوتی ہیں جب یہ کیفیت ہے تو) خبردار بدون صحبت شیخ باخبر کے (سلوک کا) راستہ مت
چلنا (آگے تمثیلاً اور بھی تلبیسات کا بیان ہے کہ) تمامی لذات ہوا مکر اور دہوکہ ہے (اور) نور برق کے گرد سونا اور تاریکی ہے
(سلوک میں دو قسم کے دہوکے ہوتے ہیں ایک یہ کہ اخلاق میں تلبیس کرتا ہے مثلاً کبھی توسع فی المباحات کو شیطان ذریعہ
بناتا ہے انہماک فی اللذات کا کبھی تضییق فی المباحات کو ذریعہ بناتا ہے لذت جاہ کا مصرعہ اولیٰ میں لذات ہوا کا مدلول
یہ قسم ہے دوسری قسم یہ کہ مکاشفات میں تلبیس کرتا ہے کہ احوال نفسانیہ کو احوال روحانیہ یا انوار حادثہ کو انوار قدیمہ خیال میں
ڈالتا ہے مصرعہ ثانیہ کا مدلول یہ قسم ہے اور چونکہ ثانی اضر و اشد ہے اول سے اسلئے آگے اسی کے بیان پر اکتفا فرماتے ہیں
کہ) نور ضعیف اور کاذب اور غیر حقیقی کی برق ہے (اور) اُس کے گرد ظلمات ہیں اور تیرا راستہ دراز ہے (اور چونکہ اُس برق
کا نور کوتہ و کذب مجاز ہے اس لئے) نہ اُس کے نور میں تو خط پڑھ سکتا ہے (اور) نہ منزل میں تو گھوڑا چلا سکتا ہے (یعنی
اُس نور سے نہ سلوک نظری ہو سکتا ہے کہ معارف ہیں نہ سلوک قدمی کہ احوال صادقہ سے اتصاف ہے پس اس خودرائی سے
نفع تو کچھ نہ ہوا) لیکن (حرمان حالی کے علاوہ ایک نقصان البتہ ہو گیا جس سے مآل میں بھی حرمان ہی رہا وہ یہ کہ) اس جرم
میں کہ تو (اُس) برق (خلب) کا مرہون (اور گرفتار) ہو رہا ہے تجھ سے انوار آفتاب روگردانی کرنے لگتے ہیں (مراد انوار آفتاب
سے کاملین کہ مشابہ انوار آفتاب کے ہیں یا فیوض کاملین کہ کاملین مشابہ آفتاب کے اور اُن کے فیوض مشابہ اُس کے انوار کے
آگے بھی اس اعراض کی تاکید ہے کہ) تیرے قلب پر وہ آفتاب (یعنی شیخ الوقت) غصہ کرتا ہے جب تو (اُسکو چھوڑ کر) عطارد
سے (کہ وہ تیری رائے اور فہم ہے) نور اور تابش ڈھونڈتا ہے (چنانچہ یہ بھی مشاہد ہے کہ ایسے معجب برای نفسہ سے شیوخ مکدر
رہتے ہیں پس ایسے شخص پر آئندہ بھی سُبل مسدود رہتے ہیں پس اس حالت میں) تجھکو وہی برق دروغ بدون کسی (حقیقی)
رہبر کے لئے جا رہی ہے میدان تاریکی میں شب کے وقت ایک ایک میل کر کے (جس سے راہ دراز کا قطع کرنا مستبعد ہی اور
دراز ہونے کی چار شعر قبل تصریح ہے۔ گرد او ظلمات و راہ تو دراز اور وہ میل میل چلنا بھی اس انداز سے ہے کہ) کبھی پہاڑ
پر (اور) کبھی ندی میں تو گر پڑتا ہے کبھی اِدھر کبھی اُدھر گر پڑتا ہے (اوپر ایسے شخص سے تکدر شیوخ کا ذکر تھا آگے یہ فرماتے ہیں
کہ اگر کوئی شیخ وسیع الاخلاق غالب الاشفاق تکدر پر اپنی شفقت و خیرخواہی کو غالب کر کے ایسے شخص کو متنبہ بھی کرتا ہی
یا بلا قصد اُس کے ارشادات اس باب کے متعلق اس کے کان میں پڑتے ہیں تو یہ شخص اسی خودرائی کے سبب اُسکی تنبیہ کو
قبول نہیں کرتا آگے متصلاً اسی کا ذکر ہے مع رد عذر اس متفرد کے)

خود نہ بینی تو دلیل اے راہ جو	ور ببینی رو بگردانی ازو
اے راہ جو تو رہبر کو خود تو دیکھتا نہیں	اور اگر دیکھتا ہے تو اُس سے اعراض کرتا ہے

که سفر کردم دریں رہ شصت میل — مر مرا گمراہ گوید آں دلیل

کہ میں اس راہ میں ساٹھ میل سفر کر چکا ہوں — مجکو یہ رہبر گمراہ بتلاتا ہے

گر نہم من گوش سوئے آں شگفت — امر او را ہم ز سر باید گرفت

اگر میں اس عجیب بات کی کان رکھوں — تو اُسکے معاملہ کو از سر نو شروع کرنا چاہیے

من دریں رہ عمر خود کردم گرو — ہر چہ بادا باد اے خواجہ برو

میں نے تو اس میں تمام عمر صرف کردی — جو کچھ بھی ہو سو ہو اے صاحب چلا جا

راہ کردی لیک در ظن چوں برق — عشر آں رہ کن پے وحی چو شرق

تو نے راستہ تو طے کیا ہے لیکن خیال میں جو مثل برق کے ہے — اس رستہ کا دسواں حصہ باتباع وحی جو کہ مثل آفتاب کے ہے طے کرلے

ظن لا یغنی من الحق خواندۂ — وز چناں برقے ز شرقے ماندۂ

تو نے ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً پڑھا ہے — اور تو ایسے برق کے سبب آفتاب سے دور رہا ہے

ہے درآ در کشتی ما اے تیز ند — یا تو ایں کشتی بر آں کشتی بہ بند

خبردار ہماری کشتی میں آجا اے سرگشتہ — یا تو اس کشتی کو اُس کشتی سے باندھ دے

گوید او چوں ترک گیرم گیر و دار — چوں روم من در طفیلت کور وار

وہ کہتا ہے میں ریاست کو کیسے چھوڑ دوں — تیرے طفیل میں اندھے کی طرح کس طرح چلوں

کور با رہبر بہ از تنہا یقیں — زاں یکے ننگ ست و صد ننگ ست ایں

کور جو کہ رہبر کے ساتھ ہو وہ تنہا سے یقیناً اچھا ہے — اس سے تو ایک ہی ننگ ہے اور اس سے صدہا ننگ ہیں

می گریزی از پشہ در کژدمے — از نمے تو میگریزی در یمے

تو پشہ سے عقرب کی طرف بھاگتا ہے — ایک نم سے تو ایک دریا کی طرف بھاگتا ہے

می گریزی از جفا ہاے پدر
تو باپ کی جفاؤں سے بھاگتا ہے

در میان لوطیان شور و شر
لوطیان با شور و شر کے درمیان میں

میگریزی ہمچو یوسف زاں دہے
تو یوسف علیہ السلام کی طرح اس گاؤں سے جاتا ہے

تا ز نرتع نلعب افتی در چہے
یہانتک کہ نرتع و نلعب کے سبب ایک کنویں میں جا گرتا ہے

در چہ افتی زیں تفرج ہمچو او
تو اس تفرج کی وجہ سے اس کی طرح کنویں میں تو گر پڑیگا

مر ترا لیک آں عنایت یار کو
لیکن تیرے ساتھ وہ عنایت ناصر کی کہاں ہے

گر نبودے آں بفرمان پدر
اگر یہ باذن پدر نہ ہوتا

بر نیاوردے ز چہ تا حشر سر
تو کنویں سے حشر تک بھی سر نہ نکال سکتے

آں پدر بہر دل او اذن داد
اس پدر نے اس کی خاطر سے اذن دیدیا تھا

گفت چوں اینست میلت خیر باد
فرمادیا تھا کہ جب تمھارا میلان یہ ہے کہ تو خدا بہتر کرے

ہر ضریرے کز مسیحے سر کشد
جو کور کہ کسی مسیح سے سرکشی کرے

او جہود انہ بماند از رشد
وہ یہودیوں کی طرح راہ راست سے دور رہ جاویگا

قابل ضو بود گرچہ کور بود
وہ قابل روشنی کے تھا گو کہ کور تھا

شد ازیں اعراض او کور و کبود
اس اعراض سے وہ بالکل ہی کور و کبود ہوگیا

گویدش عیسیٰ بزن در من دو دست
اس سے عیسیٰ کہتے ہیں کہ دونوں ہاتھ سے مجھکو پکڑلے

اے عمی کحل ضریری با من ست
اے کور سرمہ کوری میرے پاس ہے

از من ار کوری بیابی روشنی
اگر تو کور ہے مجھ سے روشنی پاوے گا

بر قمیص یوسف جان بر زنی
قمیص یوسف روحانی سے جا ملے گا

کاروبارے کت رسد بعد شکست
جو کاروبار کہ تجکو بعد شکستہ ہونے کے پہونچے

اندراں اقبال و منہاج رہ ست
اس میں کہ اقبال اور منہاج راہ ہے

کاروبارے کاں ندارد پاو دست
جو کاروبار کہ ہاتھ پاؤں نہ رکھتا ہو

ترک گیر اے بوالفضول گیج مست
ترک کردے اے بوالفضول احمق مست

کاروبارے کہ ندارد پاو سر
جو کاروبار کہ سر پاؤں نہ رکھتا ہو

ترک کن ہے پیر خراے پیرہ خر
ترک کردے ہاں پیر کو اختیار کر اے بوڑھے گدھے

غیر پیر استاد و سرلشکر مباد
بجز پیر کے کوئی اُستاد اور سرلشکر نہ ہو

پیر گردوں نے و لے پیر رشاد
پیر زمانہ نہیں ولیکن پیر ارشاد

درزماں چوں پیر راشد زیر دست
جب پیر کے ہاتھ کے تحت میں آگیا تو فی الفور

روشنائی دید آں ظلمت پرست
اُس ظلمت پرست نے روشنی دیکھ لی

شرط تسلیم ست نے کار دراز
تسلیم شرط ہے نہ کہ کار دراز

سود نبود در ضلالت ترکتاز
راہ گم ہونے میں دوڑ دھوپ کچھ مفید نہیں

من نجویم زیں سپس راہ اثیر
اس کے بعد میں فلک کا راستہ نہ ڈھونڈوں گا

پیر جویم پیر جویم پیر پیر
پیر ڈھونڈونگا پیر ڈھونڈوں گا پیر پیر

پیر باشد نردبان آسماں
پیر نردبان آسمان ہے

تیر پراں از کہ گردد از کماں
تیر کس سے پراں ہوتا ہے؟ کماں سے

اے راہ جو (خود رائے) تو رہبر کو خود تو دیکھتا نہیں اور اگر (کسی کی رہنمائی سے) دیکھتا ہے تو اس سے اعراض کرتا ہی اور کہتا ہے) کہ میں اس راہ میں سالہا طویل (یعنی طویل) سفر کر چکا ہوں (اور پھر بھی) مجھکو یہ رہبر گمراہ بتلاتا ہے (پس) اگر میں اس عجیب بات کی طرف کان رکھوں تو اس (سفر) کے معاملہ کو از سر نو شروع کرنا چاہیئے (گویا تمام طے شدہ سلوک

کالعدم قرار دوں سو یہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ) میں نے تو اس میں تمام عمر صرف کردی (سو اسکو کالعدم کیسے سمجھوں اتو) جو کچھ بھی ہو سو ہو اے صاحب (یعنی اے نفس یوں ہی) چلا جا (کبھی نہ کبھی پہنچ ہی رہے گا وہ محقق شفقت سے جواب دیتا ہے کہ) تو نے راستہ تو (بزعم خود) طے کیا ہے لیکن (محض) خیال میں جو کہ مثل برق کے ہے (جسکا اوپر ذکر آچکا ہے) اس رستہ کا سواں ہی حصہ باتباع وحی جو کہ مثل آفتاب کے ہے طے کرلے (یہاں وحی عام ہے حقیقی اور حکمی یعنی نص و الہام غیر مخالف نص کو کہ وہ اتباع وحی سے سبب ہونے کے سبب مقتبس من الوحی ہے اور ظن سے مراد اس کا مقابل یعنی رائے محض) تو نے (قرآن مجید میں) ان الظن لا یغنی من الحق شیئا پڑھا ہے (جس سے مراد دعوی غیر مستند الی الوحی ہے پس دلیل شرعی ظنی جو مستند الی الوحی ہو وہ اس ظن غیر مغنی سے خارج ہے) اور تو ایسے برق کے سبب آفتاب سے دور رہا ہے خبردار ہماری کشتی میں آجا اے سرگشتہ (کذا فی الغیاث) یا تو (اپنی) اس کشتی کو (ہماری) اس کشتی سے باندھ دے (اول اشارہ ہے تفویض محض کی طرف جیسا مرید کرتا ہے پیر کے ساتھ اور دوسرا اشارہ ہے اپنی تجویز میں مشورہ لے لینے کی طرف جیسا چھوٹا برادر طریقت بڑے برادر طریقت کے ساتھ کرتا ہے) وہ (خود رائے جواب میں) کہتا ہے میں ریاست او متبوعیت کو کیسے چھوڑ دوں (اور) تیرے طفیل (اور تابعیت) میں اندھے کی طرح کس طرح چلوں (مولانا اس عذر قبیح کو رد فرماتے ہیں تو جو کور وار کہتا ہے تو سمجھ لے کہ) کور جو کہ راہبر کے ساتھ ہو وہ تنہا سے یقینا اچھا ہے (کیونکہ) اس (اتباع) سے تو ایک ہی ننگ ہے (کہ یہ ناواقف ہے) اور اس (رہروی بے رہبری) سے صدہا ننگ ہیں (دنیا میں بھی بصرین کے نزدیک اور آخرت میں سب کے نزدیک پس تو ننگ خفیف سے بھاگ کر ننگ عظیم میں پڑتا ہے تیری ایسی مثال ہے جیسی گویا) تو پشے سے عقرب کی طرف بھاگتا ہے (اور) ایک نم سے تو ایک دریا کی طرف بھاگتا ہے (اور) تو باپ کی جفاؤں سے بھاگتا ہے (اور) لوطیان با شور و شر کے درمیان میں (جاتا ہے اور) تو یوسف علیہ السلام کی طرح اس گانو (یعنی کنعان) سے جاتا ہے یہانتک کہ نرتع ونلعب کے سبب ایک کنویں میں جا گرتا ہے (یہاں تشبیہ صرف انقطاع عن المربی میں ہے گو مشبہ بہ میں محض صوری ہے وقد صرح بہ فیما سیاتی من قولہ گر نبودے ان لفرمان الخ اور مشبہ میں حقیقی پس کوئی اشکال نہیں اور تشبیہ مذکور سے شاید کسی کو شبہ ہوتا کہ پھر ہم بھی چاہ سے نکل آوینگے آگے اسکو دفع کرتے ہیں کہ یہ تشبیہ تام من کل الوجوہ نہیں ہے اس جزو خاص میں باہم فرق ہے جسکا بیان یہ ہے کہ) تو اس تفرج کی وجہ سے ان کی طرح کنویں میں تو گر پڑیگا لیکن (ان کی طرح نکلے گا نہیں کیونکہ ان کے ساتھ تو عنایت حق تھی اور تیرے ساتھ وہ عنایت ناصر (حقیقی) کی کہاں ہے (اور ان کے ساتھ عنایت ہونیکی وجہ یہ ہے کہ ان کا یہ جانا بھی باذن شیخ تھا ورنہ) اگر یہ (جانا) بہ اذن پدر نہ ہوتا تو کنویں سے حشر تک بھی سر نہ نکال سکتے (بلکہ وہاں ہی ہلاک ہو جاتے اور تو خود اتباع شیخ سے بعید ہے پس اپنا قیاس ان پر صحیح نہیں اور اگر شبہ ہو کہ جب باوجود اذن شیخ کے بھی ان پر بلا آئی تو اتباع و عدم اتباع برابر ہوا ورنہ ان پر بلا کیوں آتی تو جواب اس کا یہ ہے کہ) اس پدر نے ان کی خاطر سے اذن دیدیا تھا (اور) فرما دیا تھا کہ جب تمہارا میلان یہ ہے تو (جاؤ) خدا بہتر کرے (مطلب یہ کہ وہ رائے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اجتہادی نہ تھی پس اس جانے میں جتنا دخل تھا رائے یوسفی کا وہ سبب بلا کا ہوا اور جتنا دخل تھا اذن یعقوبی کا وہ سبب نجات کا ہوا

پھر بھی اتباع و عدم اتباع برابر ہوا اور جاننا چاہیئے کہ یہ جواب مولانا کا تبرعاً و تنزلاً ہے ورنہ شروع سے یہ جواب ہو سکتا ہے کہ یہ جاننا نہ سلوک سے متعلق ہے اور نہ اس میں کوئی دین کی مضرت ہوئی پس باوجود اذن کے بھی اس بلا کا آجانا اصل مدعا پر کہ تفرد عن الشیخ فی السلوک کا مضر دین ہونا ہے موجب اشکال نہیں ہے پھر عود ہے مضمون کور با رہبر الخ کی طرف یعنی کور با رہبر کا بہتر ہونا تو معلوم ہو گیا اب کور بے رہبر کا بیان سنو کہ) جو کور کہ کسی مسیح سے سرکشی کرے وہ یہودیوں کی طرح راہ راست سے دور رہ جاویگا (اور قبل سرکشی کے) وہ قابل روشنی کے تھا (یعنی اس میں استعداد صالح تھی) گو کہ کور (اور نا واقف) تھا (مگر جب اس نے سرکشی کی تو) اس اعراض سے وہ بالکل ہی کور و کبود ہو گیا (یعنی استعداد بھی فاسد ہو گئی گو باطل تو عمر بھر بھی نہیں ہوتی لان الاستعداد هو مناط التكليف والتكليف باق مدة عمره فكذا الاستعداد) اس (کور) سے عیسیٰ کہتے ہیں کہ دونوں ہاتھ سے مجھکو پکڑ لے اے کور سرمۂ کوری میرے پاس ہے اگر تو کور ہے (تو کیا ہوا میرا اتباع کر) مجھ سے روشنی پاویگا (اور) قمیص یوسف روحانی سے جا ملیگا (مطلب یہ کہ اگر فاسد الاستعداد بھی خلوص کیساتھ کامل کا اتباع کرے پھر اسکی استعداد میں صلاحیت ہو جاتی ہے گو اکثر قدرے توقف سے سہی آگے بھی برکت اتباع شیخ کی اور نہی تفرد سے مذکور ہے یعنی) جو کاروبار کہ تجھکو بعد شکستہ ہونیکے پہونچے (شکستگی سے مراد انقیاد للشیخ ہے کہ اسمیں انکسار ہے نفس کا جاہ و ریاست سے جسکا عذر ہونا خود رائے کی جانب سے اوپر مذکور ہوا تھا گو بیاد چون ترک گیرم الخ میں گویا وہ خود رائے اس کا مخاطب بالاولیٰ ہے یعنی عدم انکسار کے ثمرات تو دیکھ لئے اب انکسار کا ثمرہ دیکھ لینا کہ اس کے بعد جو کچھ حال پیش آویگا) اسمیں (دیکھے گا) کہ اقبال اور منہاج راہ ہے (پس) جو کاروبار کہ ہاتھ پاؤں نہ رکھتا ہو (مراد اس سے سلوک بطور خود بدون ارشاد مرشد کے اسکو) ترک کر دے اے بوالفضول احمق مست (آگے پھر اسی کی تاکید ہے کہ) جو کاروبار کہ سر پائو نہ رکھتا ہو (ہمارے محاورات میں بے ڈھنگی چیز کو کہا کرتے ہیں کہ اس بات کے نہ سر ہے نہ پائوں ہے اسکو) ترک کر دے ہاں پیر کو اختیار کر اے بوڑھے گدھے (اور پیر وہ چیز ہے کہ خدا کرے) بجز پیر کے کوئی استاد اور سرشکر نہو (یعنی پیر ہی متبوع ہر قوم کا اور مراد پیر سے) پیر زمانہ نہیں ہے کہ زمانہ عمر اس کا زیادہ ہو یعنی بوڑھا ہو) ولیکن پیر ارشاد (یعنی مرشد کامل مراد ہے اور پیر کی ایسی برکت ہے کہ) جب پیر کے ہاتھ کے تحت میں آگیا تو فی الفور اس ظلمت پرست نے روشنی دیکھ لی (ظلمت پرست سے مراد جو کہ بطور خود سلوک کر رہا تھا یعنی وہ اس کا تجربہ کر کے دیکھ لے کہ بشرط خلوص پیر کے ساتھ تعلق شروع کرتے ہی وہ اپنے قلب میں نور ہدایت پاویگا اور یہ امر مشاہد ہے آگے ان برکات مذکورہ کی ایک شرط کو بیان فرماتے ہیں جسکو بندہ نے کہیں کہیں اثنائے تقریرات میں بعنوان خلوص ظاہر بھی کیا ہے اسکو مولانا عنوان تسلیم سے ذکر فرماتے ہیں یعنی ان سب برکات کیلئے) تسلیم شرط ہے نہ کہ کار دراز (یعنی مجاہدات طویلہ اور بدون شیخ کے اور عدم تسلیم للشیخ بھی بحکم عدم الشیخ ہے راہ سلوک گم ہے اور) راہ گم ہونے (کی حالت) میں دوڑ دھوپ (یعنی مجاہدات طویلہ متعبہ) کچھ مفید نہیں (چنانچہ محسوسات میں بھی اگر کوئی شخص بے راہ ہو اور بڑی زور سے دوڑے تو مقصود سے اور دور ہی ہوتا جاویگا جب ثابت ہو گیا کہ بدون شیخ کے مجاہدہ و سعی غیر مفید ہے پس) اس کے بعد میں فلک کا راستہ نہ ڈھونڈونگا (یعنی محض مجاہدہ سے ترقی کا قصد نہ کرونگا بلکہ اس کے قبل) پیر ڈھونڈونگا پیر ڈھونڈونگا پیر پیر (یہ تاکید در تاکید ہے اس سے شبہ نکیا جاوے کہ مولانا تو پیر کو اختیار کر چکے تھے پھر جو یہ

کے کیا معنی یہ جو یہ ایسا ہے جیسے وما لی لا اعبد یعنی اوروں کو ترغیب دینا ہے اپنے اوپر رکھکر آگے علت ہے پیر جوئی کی یعنی پیر کو اس لئے ڈھونڈونگا کہ) پیر نردبان آسمان ہے (یعنی ذریعہ ترقی باطن کا آگے اُسکی ایک مثال ہے کہ) تیر کس سے پران ہوتا ہے (خود جواب دیتے ہیں کہ) کمان سے (اسی طرح مرید ببرکت پیر کے مقام عالی تک پہنچ جاتا ہے اور متفرد کو سعی کرے مگر اس طرح بیکار ہے جیسے نمرود آسمان پر کرگسوں کے واسطہ سے جانا چاہتا تھا اور ناکام رہا آگے یہی مضمون ہے۔)

بے ز ابراہیم نمرود گراں　　کرد با کرگس سفر بر آسماں

بدون ابراہیم علیہ السلام کے نمرود غبی نے　　کرگس کے ساتھ آسمان پر سفر کیا

از ہوا شد سوئے بالا او بسے　　لیک بر گردوں نہ پرد کرگسے

ہوا کے سبب اوپر کی طرف بہت گیا　　لیکن آسمان پر کرگس نہیں اُڑتا

گفت ابراہیم اے مرد سفر　　کرگست من باشم اینت خوبتر

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے سفر کرنے والے　　تیرا کرگس میں ہو جاؤں یہ تیرے لئے اچھا ہے

چوں ز من سازی بہ بالا نردبان　　بے پر بدن بر روی بر آسماں

جب تو اوپر کے لئے میری نردبان بناویگا　　تو بدون پرواز کے تو آسمان پر چلا جاویگا

آنچنانکہ میرود تا غرب و شرق　　بے ز زاد و راحلہ دل ہمچو برق

جس طرح سے غرب اور شرق تک　　بدون زاد و راحلہ کے دل برق کی طرح چلا جاتا ہے

آنچنانکہ میرود شب ز اغتراب　　حس مردم شہرہا در وقت خواب

جس طرح ہو کہ شب کو مسافرت کے طور پر　　آدمیوں کے حواس شہروں میں سونے کے وقت چلے جاتے ہیں

آنچنانکہ عارف از راہ نہاں　　خوش نشستہ میرود در صد جہاں

جس طرح سے کہ عارف طریق باطن سے　　اچھا خاصا بیٹھا ہوا سو عالم میں چلا جاتا ہے

گر نداد ستش چنین رفتار دست
اگر اس کو ایسی رفتار حاصل نہیں ہوئی
این خبر ہا زان ولایت از کیست
تو یہ خبریں اس اقلیم کی کس سے ہیں

این خبرہا وین روایات محق
یہ خبریں اور یہ روایات حقہ
صد ہزاراں پیر بر وے متفق
لاکھوں شیوخ اس پر متفق

یک خلافے نے میان این عیون
ان بزرگوں کے درمیان ان میں ایک خلاف بھی نہیں
آنچنانکہ ہست در علم ظنون
جیسا کہ علوم ظنیہ میں ہوتا ہے

آں تحری آمد اندر لیل تار
وہ تو شب تاریک میں تحری ہے
وین حضور کعبہ و وسط نہار
اور یہ حضور کعبہ اور وسط نہار ہے

خیز اے نمرود پر جوی از کساں
اے نمرود اٹھ آدمیوں سے پر طلب کر
نردبانے نایدت از کرگساں
تجکو کرگسوں سے نردبان نہ ملے گی

عقل جزوی کرگس آمد اے مقل
عقل ناقص کرگس ہے اے قلیل المتاع
پر او با جیفہ خواری متصل
اس کا پر مردار خواری سے متصل ہے

عقل ابدالان چو پر جبرئیل
اولیاء کی عقل مثل پر جبرئیل کے ہے
می پرد تا ظل سدرہ میل میل
جو کہ سایہ سدرہ تک درجہ بدرجہ اوڑتا ہے

باز سلطانم گشم نیکو پیم
میں باز شاہی ہوں خوب ہوں نیک قدم ہوں
فارغ از مردارم و کرگس نیم
مردار سے فارغ ہوں اور کرگس نہیں ہوں

ترک کرگس کن کہ من باشم کست
تو کرگس کو ترک کر کہ میں تیرا یار بنوں
یک پر من بہتر از صد کرگس ست
میرا ایک پر تیرے صدہا کرگس سے افضل ہے

باید استا پیشہ را و کسب را	چند بر عمیا دوانی اسپ را
پیشہ اور کسب کے لئے اُستاد کی ضرورت ہے	تو الا دھند کتنا　دوڑادے گا گھوڑے کو

بدون ابراہیم علیہ السلام کے نمرود غبی نے کرگس کے ساتھ آسمان پر سفر کیا (اور) ہوا (ے نفسانی) کے سبب اوپر کیطرف بہت (دور تک) گیا (بھی) لیکن (پھر بھی) آسمان پر (تو) کرگس نہیں اوڑتا۔ ابراہیم علیہ السلام نے (اُس سے) فرمایا (قالا ابا حالاکہ) اے سفر کرنے والے تیر اکرگس ہیں ہوجاؤں یہ تیرے لئے اچھا ہے (یعنی میرے اتباع سے عروج الی السماء بالمعنی الآتی کہ وہی مفید بھی ہے میسر ہو سکتا ہے پس) جب تو اوپر (جانے) کے لئے میری نردبان بنا دیگا تو بدون (حسی) پرواز کے تو آسمان پر چلا جاویگا (مراد اس سے عالم غیب کے ساتھ تعلق ہوجانا ہے اسی اعتبار سے آگے مثالیں ہیں یعنی) جسطرح سے مغرب اور مشرق تک بدون زاد و راحلہ (یعنی اسباب سفر حسی) کے دل برق کیطرح چلا جاتا ہے (یہ جانا وہی تعلق و توجہ ہے) اور جسطرح سے کہ شب کو مسافرت کے طور پر آدمیوں کے حواس شہر در شہر سونیکے وقت چلے جاتے ہیں (اسکی صورت بھی یہی تعلق و توجہ ہے) اور جسطرح سے کہ عارف طریق باطن سے اچھا خاصا بیٹھا ہوا سو عالم میں چلا جاتا ہے (یہ جانا بھی تعلق و توجہ ہے عوالم غیب کیطرف آگے اس جانیکی ایک دلیل ہے یعنی) اگر اس (عارف) کو ایسی بغنار حاصل نہیں ہوئی تو یہ خبریں اُس اقلیم کی کس سے (منقول) ہیں (یعنی کوئی نقل سابق تو پائی نہیں گئی اور وہ علوم عقلی بھی نہیں محض کشفی و حالی ہیں اور وہ کشف موقوف ہے اُس عالم کے ساتھ تعلق ہونے پر پس خبر دلیل کشف ہے اور کشف دلیل تعلق اور یہی مدعا تھا اور اگر کوئی یہ احتمال کرے کہ ممکن ہے کہ محض خیالی خبریں خلاف واقع ہوں اور ایسی حکایت دلیل نہیں ہے تحقق محکی عنہ و تعلق الحاکی بہ کی اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہمنے جو استدلال کیا ہے این خبرہا الخ سو مستدل یہ مطلق خبریں نہیں بلکہ) یہ خبریں اور یہ روایات حقہ (اور) لاکھوں شیوخ اُن پر متفق (اور) ان بزرگوں کے درمیان ان (خبروں) میں ایک خلاف بھی نہیں جیسا کہ علوم ظنیہ (عقلیہ) میں ہوتا ہے (پس یہ مثل تواتر کے دلیل ہے اُن اخبار کے صحیح ہونیکی پس محکی عنہ کا تحقق ثابت ہوگیا اور عقلی ہونا اس مضمون سے منتفی ہے یک خلافے نے الخ پس لامحالہ اُن کے ساتھ تعلق کشفی ہوگا اور مجموعہ تحقق و تعلق سے مدعا محفوظ رہا اور مراد ان اخبار سے وہ مسائل کشفیہ ہیں جن میں اختلاف نہیں ہے اور وہ بہت ہیں کما لایخفی علی صاحب الفن اور انبیاء ثابت الصدق بالدلائل العقلیہ نے تو خود بہت امور کے مشاہدہ کی خبر دی ہے پس یہ شبہ بھی رفع ہوگیا کہ انبیاء کا مشاہدہ اس دلیل سے ثابت نہوگا کیونکہ ممکن ہے کہ صرف وحی سے خبر دیدی ہو آگے علوم ظنیہ میں اختلاف اور ان علوم میں عدم اختلاف کی وجہ ایک مثال میں بتلاتے ہیں کہ) وہ (علم ظنی) تو شب تاریک میں تحری (کی مثل) ہے اور یہ (علم عارفین) حضور کعبہ اور وسط نہار (کی مثل) ہے (جسکا راز یہ ہے کہ یہ مشاہدہ ہے اور وہ استدلال) اے نمرود اُٹھ (اور مقبول) آدمیوں سے پر طلب کر تجھکو کرگسوں سے نردبان نہ ملیگی (اسی طرح عقل ناقص جیسی سالک خود رائی کی ہے) کرگس ہے اے قلیل الاتباع (یعنی قلیل العقل اور) اس (کرگس) کا پر مردار خواری سے متصل (ہورہا) ہے (اسی اتصال کے واسطہ سے نمرود نے کرگس سے کام لیا تھا اس سے تعلق بغیر الحق کو تشبیہ دیگئی اور) اولیاء کی عقل مثل پر جبرئیل

کے ہے جو کہ سایہ سدرہ تک درجہ بدرجہ اوڑتا ہے (یہ مقولہ ہے ابراہیم علیہ السلام کا کہ اسے نمرود) میں باز شاہی ہوں خوب
ہوں نیک قدم ہوں (اور) مردار سے فارغ ہوں اور کرگس نہیں ہوں تو کرگس کو ترک کر میں تیرا یار بنوں میرا ایک پر تیرے
صد ہا کرگس سے افضل ہے تو الا دہند کتنا دوڑا ویگا گھوڑے کو (یعنی اپنی رائے سے کہانتک سعی کریگا) پیشہ اور کسب کے لئے
استاد کی ضرورت ہے (یہ شعر جس طرح مضمون بالا کے مناسب ہے اسی طرح شہزادوں کی نصیحت کے بھی مناسب ہے پس
اسمیں اشارۃً ایک لطیف طریق سے قصہ کی طرف بھی رجوع ہو گیا چنانچہ آگے رجوع صریح ہے)

خویش را رسوا مکن در شہر چیں
اپنے کو شہر چین میں رسوا مت کر
عاقلے جو خویش از وی در مچیں
کسی عاقل کو ڈھونڈھ اپنے کو اس سے جدا مت کر

آنچہ گوید آں فلاطون زماں
وہ افلاطون زمانہ جو کچھ کہے
ہیں ہوا بگذار و رو بر وفق آں
ہاں ہوائے نفسانی کو چھوڑ کر اس کے موافق چل

جملہ می گویند اندر چیں بجد
تمام آدمی چین میں اصرار کے ساتھ
بہر شاہ خویشتن کہ لم یلد
اپنے بادشاہ کے نسبت یہ کہتے ہیں کہ اسکے اولاد نہیں ہوئی

شاہ ما خود ہیچ فرزندے نداد
ہمارے بادشاہ کے کوئی فرزند نہیں ہوا
بلکہ سوئے خویش زن را رہ نداد
بلکہ اس نے اپنے پاس عورت کو رسائی نہیں ہونے دی

ہر کہ از شاہاں ازیں نوعش بگفت
بادشاہوں میں سے جس نے اسکو اس قسم کی بات کہی
گردنش با تیغ براں گشت جفت
اسکی گردن تیغ براں کے ساتھ مقرون کی گئی

شاہ گوید چونکہ گفتی ایں مقال
بادشاہ کہتا ہے کہ جب تونے یہ بات کہی ہے
زود ثابت کن کہ من دارم عیال
تو جلدی ثابت کر کہ میں عیال رکھتا ہوں

مر مرا دختر اگر ثابت کنی
اگر تونے میری لڑکی ثابت کردی
یافتی از تیغ تیزم ایمنی
تب تو میری تیغ تیز سے تونے امن پایا

ورنہ بیشک من ببرم حلق تو
ورنہ بیشک میں تیرا حلق کاٹ ڈالوں گا

برکشم از صوفی جاں دلق تو
تیری صوفی روح سے دلق کو اتار دونگا

سر نخواہی برد ہیچ از تیغ تو
تو تلوار سے سر کو نہ لیجاوے گا

اے بگفتہ لاف کذب آمیز تو
اے شخص جس نے ایک لغو دروغ آمیز بات کہی ہے

بنگر اے از جہل گفتہ ناحقے
اے شخص جس نے جہل سے ایک غیر واقعی بات کہی ہے

پر ز سرہائے بریدہ خندقے
سرہائے بریدہ سے پُر یہ خندق دیکھ لے

خندقے از قعر خندق تا گلو
ایک خندق ہے جو کہ اپنے قعر سے اوپر تک

پر ز سرہائے بریدہ زیں غلو
سرہائے بریدہ سے پُر ہے بوجہ غلو کے

جملہ اندر کار ایں دعوی شدند
تمام لوگ اس دعوے کے شغل میں لگے

گردن خود را بدیں دعوی زدند
اپنی گردن کو اس دعوے سے مارا

ہاں ببیں ایں را بچشم اعتبار
ہاں دیکھ لے اس کو چشم عبرت سے

ایچنیں دعوی میندیش و میار
ایسا دعوی نہ سوچ اور نہ لا۔

تلخ خواہی کرد بر ما عمر ما
تو ہم پر ہماری عمر کو تلخ کرے گا

کہ بریں مے دارد اے دادر ترا
بالدال ۱۲
تجکو اے بھائی کون آمادہ کر رہا ہے

گر رود صد سال آں کاگاہ نیست
اگر سو سال تک بھی ایسا شخص چلے جو کہ باخبر نہیں ہے

بر عمی آں از حساب راہ نیست
حالت کوری پر تو وہ راہ کے حساب میں نہیں ہے

بے سلاحے در مرو در معرکہ
بدون سلاح کے معرکہ میں مت جا

ہمچو بیباکاں مرو در تہلکہ
اور بے باکوں کی طرح ہلاکت میں مت جا

این ہمہ گفتند و گفت آں ناصبور
انھوں نے یہ سب باتیں کہیں اور اُس بے صبر نے کہا

کہ مرا زیں گفتہا آید نفور
کہ مجکو ان باتوں سے نفرت ہوتی ہے

سینہ پر آتش مرا چوں منقل ست
میرا سینہ آتشداں کی طرح پر آتش ہے

کشت کامل گشت وقت منجل ست
کھیتی پختہ ہو گئی وقت درانتی کا ہے

صدر را صبرے بد اکنوں آں نماند
سینہ میں صبر تھا وہ اب نہیں رہا

بر مقام صبر عشق آتش نشاند
مقام صبر میں عشق نے آگ بجھادی

صبر من مرد آں شبے کہ عشق زاد
میرا صبر اسی شب میں مرچکا تھا جبکہ عشق پیدا ہوا تھا

درگذشت و حاضراں را عمر باد
وہ فوت ہو چکا اور حاضرین کی عمر ہو

اے محدث از خطاب و از خطوب
اے شخص جو کہ خطاب اور حوادث کی باتیں کر رہا ہے

زاں گذشتم آہن سردے مکوب
میں اُس سے گذر چکا ہوں تو آہن سرد مت کوٹ

سرنگونم ہے رہا کن پائے من
میں سرنگوں ہوں ہاں میرا پاؤں چھوڑ

فہم کو در جملۂ اجزائے من
میرے ان تمام اجزاء میں فہم کہاں ہے

اشترم من تا توانم می کشم
میں شتر ہوں جب تک ہوسکے گا بوجھ کھینچونگا

چوں فتادم زار با کشتن خوشم
جب زار ہو کر گر پڑونگا تو کشتہ ہونیکے لئے خوش ہوں

پر سر مقطوع اگر صد خندق ست
سر ہائے بریدہ پر اگر سو خندق بھی مشتمل ہیں

پیش درد من مزاح مطلق ست
میرے درد کے سامنے وہ محض خوش طبعی ہے

من نخواہم زد دگر از خوف و بیم
بالدال ۱۲
میں آئندہ خوف وہم کے سبب

اینچنیں طبل ہوا زیر گلیم
ایسے طبل عشق کو زیر گلیم نہ بجاؤنگا

من علم اکنوں بصحرا میزنم
اب میدان میں علم لگاؤں گا

حلق کاں نبود سزائے ایں شراب
جو حلق کہ اس شراب کے لائق نہ ہو

دیدہ کو نبود ز وصلش در فرہ
جو آنکھ اُس کے وصل سے تازہ نہ ہو

گوش کاں نبود سزائے راز او
جو کان اُسکے راز کے لائق نہ ہو

اندراں دستے کہ نبود آں نصاب
جس ہاتھ میں وہ متاع وصل نہو

آنچناں پائے کہ از رفتار او
وہ پاؤں کہ اُسکی رفتار سے

آنچناں پا در حدید اولی تر ست
ویسا پاؤں آہن میں ہونا زیادہ لائق ہے

یا سر اندازی و یا روئے صنم
یا تو سر اندازی ہے اور یا روئے صنم ہے

آں بریدہ بہ بہ شمشیر ضراب
وہ شمشیر قتال سے کٹا ہوا اچھا

آنچناں دیدہ سفید و کور بہ
ایسی آنکھ سفید اور کور بہتر ہے

برکنش کہ نبود آں بر سر نکو
اُسکو اکھاڑ ڈال کہ وہ سر پر اچھا نہیں

آں شکستہ بہ بہ ساطور قصاب
وہ قصاب کے چھرے سے شکستہ اچھا

جان نہ پیوند دیہ نرگس زار او
جان اس کی نرگس زار سے نہ مل جاوے

کانچناں پا عاقبت درد سر ست
کیونکہ ایسا پاؤں انجام کار میں درد سر ہے

(دو بھائیوں نے اُس بڑے بھائی سے کہا کہ) اپنے کو شہر چین میں رسوا مت کر کسی عاقل کو ڈھونڈھ (اور) اپنے کو اس سے جدا مت کر (اور) وہ افلاطون زمانہ جو کچھ کہے ہاں ہوائے نفسانی کو چھوڑ کر اس کے موافق چل تمام آدمی چین میں اصرار کے ساتھ اپنے بادشاہ کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ اُس کے اولاد نہیں ہوئی (یعنی) ہمارے بادشاہ کے کوئی فرزند نہیں ہوا (اور چونکہ عربی جملہ تھا اس لئے بعد میں فارسی میں تفسیر کیگئی) بلکہ اُس نے اپنے پاس عورت کو رسائی نہیں ہونے دی (اور) بادشاہوں میں سے جس نے اُسکو اس قسم کی بات کہی (کہ اس کے اولاد ہے غالباً دختر کے لئے پیام بھیجنے کے ضمن میں یہ بات کہنا

مراد ہوگا) اُس کی گردن تیغ براں کے ساتھ مقروں کی گئی (یعنی) بادشاہ (اُس پیام والے سے) کہتا ہے کہ جب تونے
یہ بات کہی ہے (کہ میرے کوئی اولاد ہے) تو جلدی (اسکو) ثابت کر کہ میں عیال رکھتا ہوں۔ اگر تو نے میرے لڑکی ثابت
کردی تب تو میری تیغ تیز سے تونے امن پایا ورنہ بیشک میں تیرا حلق کاٹ ڈالونگا (اور) تیری صوفی روح سے دلق کو (کہ
وہ جسم ہے) اُتار دونگا (اور) تو تلوار سے سر کو (سلامت) نہ لیجاویگا اے شخص جس نے ایک لغو دروغ آمیز بات کہی ہے
(فی الغیاث آسیغ بمعنی آمیز) اے شخص جس نے جہل سے ایک غیر واقعی بات کہی ہے سر ہائے بریدہ سے پُر یہ خندق دیکھ
لے ایک خندق ہے جو کہ اپنے قعر سے اوپر تک سر ہائے بریدہ سے پُر ہے بوجہ (اس) غلو کے (کہ میرے اولاد بتاتا ہے
اور ثابت نہیں کر سکتا۔ یہاں تک مقولہ شاہ چین کا نقل کیا اب شہزادے کہتے ہیں کہ) تمام لوگ اس دعوے کے شغل میں لگے
(اور) اپنی گردن کو اس دعوے سے مارا ہاں دیکھ لے اسکو چشم عبرت سے (اور) ایسا دعویٰ نہ سوچ اور نہ لا تو ہم ہماری عمر کو
تلخ کریگا تجھکو اے بھائی کون آمادہ کر رہا ہے (فی الغیاث دادر بفتح دال ثانی بمعنی برادر و دوست) اگر سو سال تک بھی
ایسا شخص چلے جو کہ باخبر نہیں ہے حالت کوری پر تو وہ راہ کے حساب میں نہیں ہے (چنانچہ ظاہر ہے اسی طرح) بدون سلاح
کے معرکہ میں مت جا اور بے باکوں کی طرح ہلاکت میں مت جا (مطلب یہ کہ کوئی کام بے طریقہ ٹھیک نہیں اور تو طریقہ
جانتا نہیں اس لئے جلدی مت کر کسی آگاہ کو ہم پہونچا تب اسکو شروع کر یہی یہ بات کہ یہ بادشاہ باوجود عارف ہونیکے
جیسا اس حکایت کی تمہید میں احقر نے مع الدلیل اسکو بیان کیا ہے اس واقعی بات پر کہ اُس کے اولاد ہے لوگوں کو قتل
کی وعید کیوں سناتا تھا اور پھر قتل کیوں کرتا تھا جیسا خندق کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے سو میرے ذوق میں اسکا
جواب یہ ہے کہ وہ اس میں بھی بوجہ شیخ ہونے کے اخلاق کی تعلیم کرتا تھا کہ بدون دلیل دعوے کرنا گو مخاطب کے نزدیک
وہ صحیح ہی ہو لیکن دعویٰ خلاف احتیاط ہے اس سے روکنے کے لئے وعید کا طریقہ اختیار کیا تھا باقی اس پر قتل نہ کرتا تھا
اور خندق مع دوسرے واقعی مجرموں سے پُر ہو گی مگر بمصلحت وہ اپنے کلام میں اسکا ایہام دلاتا تھا کہ ان مقتولین کا یہی جرم تھا تا
خوب احتیاط سیکھیں) انھوں نے یہ سب باتیں کہیں اور (جواب میں) اُس بے صبر نے کہا کہ مجھکو ان باتوں سے نفرت ہو گئی ہے
میرا سینہ آتشدان کی طرح پر آتش ہے (فی الغیاث بنقل انگشتدان) میرے صبر کی ایسی مثال ہے کہ کھیتی پختہ ہو گئی
(اب) وقت درانتی (پڑنے) کا ہے (یعنی صبر انتہا کو پہونچگیا اب اُسکی قطع برید کا وقت ہے) سینہ میں صبر تھا (مگر)
وہ اب نہیں رہا مقام صبر میں عشق نے آگ بھڑکا دی میرا صبر اُسی شب میں مر چکا تھا جبکہ عشق پیدا ہوا تھا وہ فوت ہو چکا
(اور اُس کے ساتھ میں بھی جلنے کو تیار ہوں) اور (بقیہ) حاضرین کی عمر ہو اے شخص جو کہ خطاب اور حوادث کی باتیں کر رہا ہے
(کہ اظہار میں ایسا ایسا حادثہ پیش آجاویگا) میں اُس سے گذر چکا ہوں تو آہن سرد مت کوٹ۔ میں (حوادث کے لئے) سرنگوں
(اور منقاد ہوں) ہاں میرا پانو چھوڑ (کہ حوادث میں واقع ہوں) میرے ان تمام اجزا میں فہم کہاں ہے۔ میں شتر ہوں جب تک
ہو سکے گا بوجھ کھینچونگا (اور) جب (بار کی کثرت سے) زار ہو کر گر پڑونگا تو کشتہ ہونیکے لئے خوش ہوں (مگر اس خوف کے
سبب بوجھ کی کثرت سے نڈر ہونگا اور) سر ہائے بریدہ پر اگر سو خندق بھی مشتمل ہیں (مگر) میرے درد (عشق) کے سامنے
وہ محض خوش طبعی ہے (یعنی میں اُسکو ایک کھیل سمجھتا ہوں غرض یہ ہے کہ) میں آئندہ خوف و بیم کے سبب ایسے طبل عشق کو زیر گلیم

(یعنی مخفی) نہ بجاؤنگا (بلکہ) اب میدان میں علم لگاؤنگا (بس) یا تو سر اندازی ہے اور یا روئے صنم ہے (وجہ اس فیصلہ کی یہ ہے کہ) جو حلق کہ اس شراب (وصال) کے لائق نہو وہ شمشیر قتال سے کٹا ہوا اچھا (اس لئے اول وصال کی کوشش کرونگا اور اگر وہ میسر نہوا تو اپنے حلق کے لئے کٹنا ہی پسند کرونگا اسی طرح) جو آنکھ اس کے وصل سے تازہ نہو ایسی آنکھ سفید اور کور بہتر ہے (اسی طرح) جو کان اس کے راز کے لائق نہوا اسکو اکھاڑ ڈال کہ وہ (کان) سر پر لگا ہوا اچھا نہیں (معلوم ہوتا اسی طرح) جس ہاتھ میں وہ متاع وصل نہو وہ (ہاتھ) قصاب کے چھرے سے شکستہ اچھا (فی الغیاث ساطور کارد بزرگ و خنجر اسی طرح) وہ پانو کہ اسکی رفتار سے جان اس (محبوب) کی نرگس زار سے نہ ملجاوے ویسا پانو آہن میں ہونا زیادہ لائق ہے کیونکہ ایسا پانو انجام کار میں ورد سر ہے (اور موجب کلفت فراق ہے اس لئے سزا کے لائق ہے) ف آگے بطور انتقال کے تشبیہ ہے اس طلب مجازی کی طلب حقیقت کے ساتھ کہ اس میں بھی کوشش و مجاہدہ انتہا کو پہونچا دینا چاہیئے گو یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ کوشش و مجاہدہ طریق وصول متعین ہے اور اس اجمال کی تفصیل بھی آگے آویگی اور پھر حال سالک سے انتقال ہوگا خاص اس مضمون کی تعمیم کی طرف کہ جہد کی جاوے اور طریق سے اور مقصود حاصل ہو دوسرے طریق سے۔

بیان مجاہدہ کہ دست از مجاہدہ باز نداد اگرچہ داند بسطت عطائی حق کہ آں مقصود دست از طرف دیگر و بسبب عمل دیگر برساند کہ در وہم او نبودہ باشد و زیں طریق معین امید بستہ ہمیں در میزند شاید کہ حق تعالے آں روزی را از دیگر برساند کہ او آں تدبیر نکردہ باشد ویرزقہ من حیث لا یحتسب العبد یدبر و اللہ یقدر و بود بندہ را وہم بندگی بود کہ مرا از غیر ایں در برساند اگرچہ حلقہ ایں در میزنم حق سبحانہ و تعالے او را ہم ازیں در روزی رساند فی الجملہ ایں ہمہ درہائی یک سرائے است

یا دریں رہ آیدم آں کار من
(یا تو اس راہ میں میرا وہ مقصود حاصل ہو جاوے)

یا چو باز آیم زرہ سوئے وطن
(یا باز کی طرح راہ سے وطن کی طرف آجاؤں)

بو کہ موقوف ست کامم بر سفر
(ممکن ہے کہ میرا مقصود سفر پر موقوف ہو)

چوں سفر کردم بیابم در حضر
(جب سفر کر چکوں تو حضر ہی میں پالوں)

یار را چنداں بجویم جد و چست
(میں محبوب کو جسقدر کوشش سے اور مستعد ہو کر طلب کرونگا)

تا بدانم کہ نمی بایست جست
(یہاں تک کہ میں یہ جان لوں کہ طلب کرنے کی ضرورت نہیں)

آں معیت کے رود در گوشِ من
وہ معیت میرے کان میں کب جاویگی

تانگردم گرد دورانِ زمن
جب تک کہ دائرہ زمانہ کے گرد نہ پھرونگا

تا حسابِ خطوتان وقد وصل
یہانتک کہ خطوتان من قطعہما فقد وصل کا حسا

گر دم روشن شود اشکال حل
مجکو روشن ہوجاوے اشکال حل ہوجاوے

کے کنم من از معیت فہم راز
میں معیت کے راز کو کب سمجھ سکتا ہوں

جز مگر بعد از سفرہائے دراز
مگر بعد سفر ہاے دراز کے

حق معیت گفت و دل را مہر کرد
حق تعالیٰ نے معیت کی خبر بھی دی ہے اور دل پر مہر بھی کر دی ہے

تا کہ عکس آید بگوشِ دل نہ طرد
تا کہ گوش دل میں جامعیت آجاوے نہ کہ مانعیت

چوں سفرہا کرد و دادِ راہ داد
جب بہت سے سفر کئے اور حق راہ کا ادا کیا

بعد ازاں مہر از دل او بر کشاد
اس کے بعد اُس کے دل سے مہر کھولدی

چوں خطائیں آں حسابِ باصفا
مثل خطائیں اُس حساب لطیف کے

گردد ش روشن ز بعدِ دو خطا
اُسکو وہ منکشف ہوتاہے بعد دو خطا کے

بعد ازاں گوید اگر دانستمے
اس کے بعد کہتاہے کہ اگر میں

ایں معیت را کے او را جستمے
اس معیت کو جانتا تو اُسکی کب طلب کرتا

دانشش آں بود موقوفِ سفر
اس کا علم سفر پر موقوف تھا

نایدآں دانش بہ تیزی فکر
ذکاوت فکر سے یہ علم میسر نہیں آتا

آنچنانکہ وجہ وامِ شیخ بود
جیساکہ قرض شیخ کا طریق

بستہ و موقوف گریہ آں وجود
معلق اور موقوف تھا اُس ہستی کے گریہ پر

کودک حلوائیی بگریست زار
ایک حلوا فروش لڑکا زار زار رویا
گفته شد آں داستان معنوی
وہ پرمغز داستاں
ایں سخن در دفتر دویم گذشت
یہ مضمون دفتر دوم میں گذرا ہے
در دلت خوف افگند از موضعے
حق تعالیٰ تیرے دل میں ایسے موضع سے خوف پیدا کر دیتا ہے
در طمع خود فائدہ دیگر نہد
خود طمع میں دوسرا فائدہ رکھتا ہے
اے طمع بربستہ دریک جائے سخت
اے شخص جو کہ ایک جگہ میں سخت توقع باندھے ہوئے ہے
آں طمع آنجا نخواہد شد وفا
وہ امید وہاں سے پوری نہ ہوگی
آں طمع را پس چرا در تو نہاد
اس طمع کو پھر کس لئے تیرے اندر رکھا
از برائے حکمتے و صنعتے
کسی حکمت اور صنعت کے لئے

توختہ شد دام آں شیخ کبار
اس شیخ کبیر کا قرض ادا کر دیا گیا۔
پیش ازیں اندر خلال مثنوی
اس کے قبل اثنائے مثنوی میں کہی گئی ہے
گر نمی دانی کن آنجا باز گشت
اگر تجھکو معلوم نہ ہو تو اس جگہ رجوع کرلے
تا نباشد غیر آنت مطمعے
کہ بجز اسکے تیرے لئے کوئی امیدگاہ نہیں ہوتی
واں مرادت از کسے دیگر دہد
اور وہ تیری مراد دوسرے شخص سے دیتا ہے
کایدم میوہ ازاں عالی درخت
کہ مجھکو اس درخت بلند سے میوہ ملیگا
بل ز جائے دیگر آید آں عطا
بلکہ دوسری جگہ سے وہ عطا آوے گی
چوں نبودش نیت اکرام و داد
جبکہ اسکا قصد اکرام اور عطا کا نہ تھا
نیز تا باشد دلت در حیرتے
نیز تاکہ تیرا دل حیرت میں ہوجاوے

تا دلت حیران بود اے مستفید
تاکہ تیرا دل حیران ہو جاوے اے مستفید

کہ مرادم از کجا خواہد رسید
کہ میری مراد کہاں سے ملے گی

تا بدانی عجز خویش و جہل خویش
تاکہ تو اپنے عجز و جہل کو جان لے

تا شود ایقان تو در غیب بیش
تاکہ تیرا یقین بالغیب اور زیادہ ہو جاوے

ہم دلت حیراں بود در منتجع
نیز تیرا دل حیران رہے مقام طلب آب و علف میں

کہ چہ رویاند مصرف زین طمع
کہ تصرف کرنے والا اس طمع سے کیا چیز پیدا کرتا ہے

طمع داری روزیٔ در درزیی
تو روزی کی طمع خیاطی میں رکھتا ہے

تا زخیاطی بری زر تا زیی
تاکہ خیاطی سے زر حاصل کرے جب تک تو زندہ رہے

رزق تو در زرگری آرد پدید
وہ تیرا رزق زرگری میں پیدا کرتا ہے

کہ زہمت بود آں مکسب بعید
کہ وہ ذریعہ کمائی کا تیرے خیال سے بھی بعید تھا

پس طمع در درزیی بہر چہ بود
پھر طمع خیاطی میں کس لئے تھی

چوں ترا در جائے دیگر در گشود
جبکہ تیرے لئے دوسری جگہ دروازہ مفتوح فرمایا

بہر نادر حکمتے در علم حق
کسی عجیب حکمت کے لئے جو علم حق میں ہے

کہ نبشت آں حکم را در ماسبق
کہ اس حکم کو ماسبق میں لکھ دیا ہے

نیز تا حیراں بود اندیشہ ات
نیز تاکہ تیری قوت فکریہ حیران رہے

تا کہ حیرانی بود کل پیشہ ات
تاکہ حیرانی تیرا پورا شیوہ ہو جاوے

یا وصال یار زیں سعیم رسد
خواہ میری اس سعی سے وصال محبوب ملجاوے

یا زراہ خارج از سعی جسد
خواہ کسی ایسے طریق سے جو سعی جوارح سے خارج ہو

من نگویم زیں طریق آید مراد
میں یہ نہیں کہتا کہ اسی طریق سے مراد حاصل ہوجاوے گی

می طپم تا از کجا خواہد گشاد
میں تو مضطربانہ حرکت کرتا ہوں کہ کسی جگہ سے فتح باب ہوگا

سر بریدہ مرغ ہر سو می فتد
سر بریدہ مرغ ہر طرف گرتا پھرتا ہے

تا کدامیں سو رہد جان از جسد
کہ کونسی طرف جان بدن سے خلاصی پاوے

یا مراد من بر آید زیں خروج
خواہ میری مراد اس خروج سے برآوے

یا ز برج دیگر از ذات البروج
یا کسی دوسرے برج سے فلک ذات البروج میں

(شہزادہ کے مقولہ سے انتقال ہے سالک مجاہد کے مقولہ کی طرف بمناسبت لزوم طلب بالغ یعنی یہ سالک کہتا ہے کہ میں بھی مثل اس شہزادہ کے مطلوب حقیقی کی طلب میں کوشش بلیغ کرونگا کہ سفر باطنی ہے یہانتک کہ) یا تو اس راہ میں (سفر کے ذریعہ سے) میرا وہ مقصود حاصل ہوجاوے (اور) یا باز کی طرح راہ سے (یعنی سفر سے) وطن کی طرف (واپس) آجاؤں (اور وہ مقصود وطن میں آکر حاصل ہوجاوے باز کی ساتھ تشبیہ اس میں ہے کہ وہ عادۃً صید کیلئے سفر کرنے کے بعد وطن ضرور لوٹ آتا ہے اور چونکہ دریں رہ آیدم کے مقابل آیم زرہ سوئے وطن آیا ہے اس لئے اس کے ترجمہ میں یہ نکالدیا ہے کہ سفر کے ذریعہ سے اور وطن سے مراد آگے آتی ہے اور یہ دونوں شقیں احتمال عقلی کے درجہ میں ہیں ورنہ آیندہ کے اشعار میں جیسا کہ شرح کے بعد معلوم ہوگا شق متعین یہی ہے کہ وطن ہی میں مقصود حاصل ہوگا لیکن قبل اس کے وقوع کے طالب کی نظر میں تو دونوں ہی احتمال ہوسکتے ہیں آگے مصرعہ ثانیہ کی تائید ہے کہ) ممکن ہے کہ میرا مقصود سفر پر موقوف ہو (یعنی سفر اس کے لئے شرط ہو پھر) جب سفر کر چکوں تو (اس مقصود کو) حضر (وطن) ہی میں پالوں (شرح اسکی جیسا مقام کے مجموعہ کلام سے مستفاد ہوتا ہے یہ ہے کہ مقصود سے مراد معیت حق اور سفر سے مراد مجاہدہ اور وطن و حضر سے مراد فطرت پس سالک اس معیت کی تحصیل کے لئے مجاہدہ کرتا ہے اور بعد مجاہدہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ معیت تو بدوِ فطرت سے حاصل تھی پس ایسی مثال ہوگئی کہ ایک چیز اپنے گھر میں موجود ہے مگر چونکہ اسکو دیکھا نہیں یا پہچانتا نہیں اسلئے خبر نہیں کہ گھر میں ہے اس کے ڈھونڈنے کو گھر سے نکلا بڑے بڑے سفر کئے سفر میں کسی نے پورا پتہ بتلایا کہ وہ ایسی ایسی چیز ہے اور تمہارے گھر میں ہے گھر میں آکر وہ ملگئی جسطرح اس شرح کے بعد ایک حکایت آویگی کہ کسی بغدادی نے خواب میں دیکھا کہ مصر میں ایک خزانہ ہے وہ اسکی تلاش میں مصر پہونچا کوتوال نے پکڑ لیا اس نے کہا کہ میں چور نہیں ہوں صرف ایسا خواب دیکھا تھا اس لئے یہاں آیا ہوں اس نے کہا کہ تو بھی عجیب شخص ہے خواب پر اتنا بڑا سفر کیا خواب میں تو مجھکو بارہا نظر آیا ہے کہ بغداد کے فلاں گھر میں کہ وہ اسی کا گھر تھا خزانہ ہے مگر میں نے کبھی اس پر کوئی عملدرآمد نہیں کیا اس شخص کو حیرت ہوگئی اور اپنے گھر آکر خزانہ تلاش کیا اور مل گیا تو پہلے

خواب کا مطلب یہ تھا کہ خزانہ کا پتہ مصر میں ہے پس اسی طرح معیت حق تعالیٰ کی فطری ہے مگر اُس کا انکشاف ہر شخص کو نہیں ہے اُس کے لئے مجاہدہ کیا جاتا ہے بعد مجاہدہ کے جب اُس کا انکشاف ہوتا ہے دیکھتا ہے کہ یہ تو وہی ہے جو پہلے سے میسر تھی اور گو حق تعالیٰ نے یہ خبر دیدی ہے وھو معکم اینما کنتم جسکے بعد ظاہراً عدم انکشاف مستبعد مستلزم تکذیب نص معلوم ہوتا ہے لیکن اسمیں دو مرتبہ ہیں ایک معیت عقلیہ اعتقادیہ عامہ دوسری معیت ذوقیہ حالیہ خاصہ تو آیت سے قبل ذوق مرتبۂ اولیٰ مفہوم ہوتا ہے چنانچہ اہل ظاہر نے یہی سمجھا ہے اور ذوق کے بعد مرتبہ ثانیہ بھی آیت کا مدلول معلوم ہوتا ہے پس اخبار الٰہی کے بعد عدم انکشاف مرتبہ ثانیہ کا کچھ مستبعد نہیں کیونکہ مرتبہ اولیٰ کے مان لینے سے بھی تصدیق آیت کی ہوجاتی ہے۔ اور اس معیت خاصہ حالیہ کا انکشاف حقیقۃً تو محض فضل و عنایت پر موقوف اور اُس کا معلول ہے جسکو جذب کہتے ہیں لیکن عادۃً دو امر پر موقوف ہے ایک یہ سمجھنا کہ یہ معیت حاصل نہیں ہے دوسرا یہ کہ یہ طلب یعنی مجاہدہ سے حاصل ہوگی جسکو سلوک کہتے ہیں اور امر اول پر توقف اس لئے ہے کہ اگر کوئی شخص سمجھے کہ یہ مجھکو حاصل ہے تو وہ طلب ہی کیوں کریگا کہ تحصیل حاصل محال ہے اور امر ثانی پر توقف اس لئے ہے کہ اگر کوئی شخص یہ تو سمجھے کہ مجھکو حاصل نہیں مگر یہ نہ سمجھے کہ طلب مجاہدہ سے اس کا حصول ہوگا تو ظاہر ہے کہ وہ بھی طلب و مجاہدہ نہ کریگا اور گو بعد انکشاف کے یہ معلوم ہوگا کہ میرا یہ سمجھنا کہ مجھکو معیت حاصل نہیں خلاف واقع نکلا کیونکہ معیت تو حاصل تھی اور اسی طرح یہ بھی معلوم ہوگا کہ اس کا حصول مجاہدہ سے نہیں ہوا کیونکہ یہ قبل مجاہدہ بھی حاصل تھا لیکن پھر بھی ان دونوں امر کا اعتقاد ہونا کہ مجھکو حاصل نہیں اور یہ کہ مجاہدہ سے حاصل ہوگا مجھکو مفید ہوا کہ بدون اس کے مجاہدہ نہ کرتا اور بدون مجاہدہ اس کا انکشاف نہ ہوتا اور بدون انکشاف یہ نہ معلوم ہوتا کہ یہ پہلے سے میسر ہے اور ان دونوں اعتقادوں کو جو خلاف واقع کہا گیا یہ باعتبار ظاہر نظر کے ہے ورنہ واقع میں دونوں اعتقاد مطابق واقع کے ہیں یعنی معیت کا جو درجہ اب حاصل ہوا ہے اس کا پہلے حاصل نہ ہونا بھی اور مجاہدہ کے بعد حاصل ہونا بھی لیکن اگر پہلے سے یہ معلوم ہوتا کہ صرف یہ درجہ حاصل نہیں اور نفس معیت حاصل ہے تو چونکہ اُس وقت ان دونوں درجوں میں فرق نہیں کرسکتا تھا اسلئے درجۂ حاصلہ کو کافی سمجھکر درجۂ غیر حاصلہ کو طلب نہ کرتا اس لئے حاصل کے حصول کا استحضار اسکو مضر تھا پس ضرورت اسکی تھی کہ اُس کا استحضار نہو پس اس عدم استحضار کو صورۃً اعتقاد عدم حصول کہا گیا اسکی ایسی مثال ہے کہ مبتدی کو جو کمالات حاصل ہیں اگر ان کو وہ مستحضر رکھے تو عجب وغیرہ کا خوف ہے اسلئے یہ کہا جاویگا کہ تم اپنے کو معرا سمجھو اور اس سے یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ جہل قبیح ہے اور معیت حسن تو تحصیل حسن کیلئے اعتقاد قبیح شرط و موقوف علیہ کیسے ہوسکتا ہے ورنہ اُس قبیح کی تحصیل کا مطلوب ہونا لازم آویگا کیونکہ بوجہ شرطیت کے بدون اُسکی تحصیل کے اس حسن کا حصول ممکن نہیں عقلاً یا عادۃً جیسی شرط ہو البتہ اگر قبیح حسن کے لئے سبب محض ہو تو کچھ حرج نہیں کیونکہ بوجہ عدم توقف کے اُسکی تحصیل تو لازم نہیں آتی جب وہ حاصل ہوگا اُسکی طرف مفضی ہوجاویگا جسکی بہت سی مثالیں عشر ہٰذا کی آخری سرخی کے ذیل میں آوینگی قریب ختم عشر ہٰذا کے یہ چند احکام ہیں مبحث معیت کے متعلق اگلے اشعار میں یہ سب مذکور ہوتے ہیں اسی لئے احقر نے ان سے پہلے یہ تقریر کردی کہ فہم اشعار میں سہولت ہو پس فرماتے ہیں کہ) میں محبوب کو جسقدر کوشش سے اور مستعد ہو کر طلب کرونگا بہانہ تک کہ میں یہ جان لوں کہ (اب) طلب کرنے کی ضرورت نہیں (یعنی معیت خاصہ منکشف ہوجاوے کہ یہ

انتہا ہے سیر الی اللہ کی اور طلب سے یہی مراد ہے جو کہ یہاں منتہی ہو گئی آگے سیر فی اللہ رہتی ہے جسکا کہیں انتہا نہیں کما قال مولانا

			۵
ہر چہ بروے میرسی بروے مایست		اے برادر بے نہایت درگہیست	

اور سیر الی اللہ سے مقصود بھی یہی سیر فی اللہ ہے پس اسکو اس مقام پر مقصود کہنا باعتبار مجاہدہ کے ہے کہ اُسکی غایت مقصود تو یہی ہے باقی یہ سیر فی اللہ اس غایت کی بھی غایت ہے خوب سمجھ لو اور) وہ معیت (جسکے انکشاف کے بعد یہ حکم کیا گیا ہے تا ابد اخم کہ نمی بایست جست) میرے کان میں کب جاویگی (مراد اس سے اس کا مشاہدہ ہے اطلاقاً للخاص علی العام لان السمع قسم من المشاہدۃ یعنی اس کا مشاہدہ کب ہوگا) جب تک کہ دائرہ زمانہ کے گرد نہ پھر لونگا (یہ کنایہ ہے مجاہدہ سے آگے غایت ہے گردم گرد دوران زمن کی یعنی ہیں) یہانتک (پھر ونگا) کہ خطوتان من قطعہما فقد وصل کا حساب مجھکو روشن ہو جاوے (اور) اشکال حل ہو جاوے (یہ ایک مشہور قول ہے جسکا ترجمہ یہ ہے یک قدم بر فرق خود نہ وان دگر در کوئے دوست اور یہ دو قدم کنایہ ہے مجاہدہ سے کہ اس سب کا حاصل فنا و بقا ہے جو کہ دو قدم کے مشابہ ہے اور اس کا حساب روشن ہونا کنایہ ہے حصول مقصود معیت سے اور حل اشکال سے بھی یہی مراد ہے پس مطلب یہ ہوا کہ اتنا پھر ونگا کہ مجاہدہ کا ثمرہ یعنی حصول مقصود متحقق ہو جاوے آگے تفسیر ہے شعر آں معیت کے رود الخ کی کیونکہ رفتن معیت در گوش اور گشتن گرد دوران زمن میں قدرے ابہام تھا اس لئے دونوں مصرعوں میں دونوں کی تفسیر کرتے ہیں یعنی) میں معیت کے راز کو کب سمجھ سکتا ہوں (جو کہ مقصود ہے) مگر بعد سفر ہائے دراز (یعنی مجاہدہ) کے (فی الحاشیہ اجتماع لفظ جز با مگر از قبیل اجتماع لفظ نیز و ہم است اور گو آیت میں نص ہے وھو معکم اینما کنتم جس کے بعد معیت کی تصدیق کا مجاہدہ پر موقوف ہونا غیر صحیح معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ) حق تعالیٰ نے معیت کی خبر بھی دی ہے اور دل پر مہر بھی کر دی ہے تاکہ گوش دل (یعنی عقل استدلالی میں (اسکی) جامعیت (کا مرتبہ) آجاوے نہ کہ مانعیت (کا مرتبہ مراد مرتبہ جامعیت سے معنی عام ہیں معیت کے جو مرتبہ عقلیہ اعتقادیہ ہے اور مراد مرتبہ مانعیت سے معنی خاص ہیں معیت کے جو مرتبہ ذوقیہ حالیہ ہے اور وجہ تعبیر ظاہر ہے کہ معنی عام سے اگر کسی خاص کی حد کی جاوے تو اس حد کا افراد محدود کے لئے جامع ہونا تو یقینی ہے مگر مانع نہوگا اور معنی خاص سے اگر حد کی جاوے تو وہ جامعیت کے ساتھ مانع بھی ہوگا مثلاً انسان کی تعریف حیوان کے ساتھ کرنا جامع تو ہے مگر مانع نہیں اور حیوان ناطق مانع بھی ہے اسی طرح معنی عام باعتبار معیت خاصہ کے جامع تو ہے مگر مانع نہیں اور معنی خاص مانع بھی ہے حاصل جواب کا یہ ہوا کہ معیت منصوص تو ہے مگر چونکہ معنی خاص کا انکشاف نہیں ہے جسکو مہر کرنا کہا ہے اس لئے وہ معنی خاص جو کہ جامع مانع ہے مفہوم نہیں ہوتے معنی عام جو کہ صرف جامع ہے مفہوم ہوتے ہیں پس آیت کی تفسیر ان معنی عام کے ساتھ کر لینے سے تصدیق بھی آیت کی ہو گئی اور معنی خاص کے لئے مجاہدہ کی ضرورت کا حکم بھی صحیح رہا پھر) جب بہت سے سفر کئے اور حق راہ (سلوک) کا ادا کیا (جسکو فرماتے ہیں سعی لہا سعیہا) اسکے بعد اس کے دل سے مہر کھولدی (اور انکشاف معیت خاصہ کا ہو گیا اسی ثمرہ کے ترتب علی المجاہدہ کو کسی نے اس طرح کہا ہے ۵

بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے		صوفی نشود صافی تا در نکشد جامے	

یہانتک تو توقف انکشاف کا مجاہدہ پر بیان فرمایا جسکو احقر نے اوپر اس قول میں لکھا ہے لیکن عادۃً دوام پر موقوف ہے الخ

آگے وہ مضمون ہے جسکو احقر نے اوپر اپنی تقریر کے اخیر میں ذکر کیا ہے اس قول میں کہ گو بعد انکشاف کے یہ معلوم ہوگا الخ چنانچہ فرماتے ہیں کہ مثل خطائیں (یعنی) اُس حساب لطیف کے (جسکو حساب خطائیں کہتے ہیں) اسکو وہ (مقصود یعنی معیّت) منکشف ہوتا ہے بعد دو خطا کے (اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ مثل عمل خطائیں کے وہ حساب با صفا یعنی جواب سوال اُسکو دو خطا کے بعد روشن ہوتا ہے اول حساب خطائیں کو سمجھنا چاہیے جو کہ مشبہ بہ ہے پھر تطبیق کی تقریر آسان ہو جاویگی سو جاننا چاہیے کہ اہل حساب کے نزدیک استخراج عدد مجہول کے کئی طریق اور عمل ہیں ایک عمل اربعہ متناسبہ کا دوسرا خطائین کا تیسرا عکس و تحلیل و تعاکس کا چوتھا جبر و مقابلہ کا اس جگہ صرف عمل خطائیں کو بتلاتا ہوں اور توجیہ اول پر اُسکو غایت نفاست و لطافت کے سبب با صفا فرمایا ہے حتیٰ کہ بعض نے گو بلا سند ہے اُسکی نسبت لکھدیا ہے وھذا العمل من معجزات احد من الانبیاء واللہ اعلم۔

قاعدہ اُس کا یہ ہے کہ کسی عدد مجہول کے سوال کے جواب کے لئے ایک عدد جو چاہو فرض کرلو مثلاً کسی نے سوال کیا کہ وہ کون عدد ہے کہ اگر اُس عدد پر اُس کا دو ثلث اور واحد صحیح بڑہا دیا جاوے تو دس حاصل ہو جاویں تو تم اس کا جواب دینے کے لئے جو عدد چاہو کیفما اتفق فرض کرلو مثلاً ہمنے اس کے جواب کے لئے نو کا عدد لیلیا اور اسکا نام مفروض اول رکھ لو اور اُس میں وہ عمل کرکے دیکھو جو سائل نے بتلایا ہے یعنی اُس پر اُس کا دو ثلث اور واحد بڑہاؤ چنانچہ ہمنے نو کے ساتھ یہ عمل کیا کہ اُسپر اُسکا دو ثلث یعنی چھ اور پھر ایک بڑہایا تو حاصل سولہ ہوئے سو کبھی تو اس عمل کرنے سے یہ عدد مفروض عدد مقصود کی مطابق نکلیگا تب تو جواب حاصل ہو گیا اور کبھی مطابق نہ نکلیگا غلط نکلے گا جیسا یہاں ہوا کہ نو کے ساتھ یہ عمل کرنے سے دس حاصل نہیں ہوا بلکہ سولہ حاصل ہوئی جیسا ابھی گذرا اب اس عدد حاصل یعنی سولہ اور اُس عدد مطلوب یعنی دس میں تفاوت دیکھیں گے سو یہاں تفاوت چھ کا ہے اس چھ کو خطاء اول کہیں گے پھر جواب معلوم کرنیکے لئے ایک اور عدد کیفما اتفق فرض کرلو مثلاً ہم نے دوسری بار میں چھ کا عدد لیلیا اور اس کا نام مفروض ثانی رکھ لو اور اسمیں وہی عمل کرکے دیکھو چنانچہ ہم نے چھ پر اُس کا دو ثلث یعنی چار اور ایک مجموعہ پانچ بڑہایا تو حاصل گیارہ ہوئے سو اگر اس عمل سے دس حاصل ہو جاتے تو چھ عدد مطلوب ہوتا لیکن یہاں بھی مطابق نہ نکلا اُس سے ایک زائد رہا پس اس تفاوت کو خطاء ثانی کہیں گے پھر مفروض اول کو مثلاً نو کو خطاء ثانی میں مثلاً ایک میں ضرب دینگے اور حاصل ضرب کو یعنی مثلاً نو کو محفوظ اول کہیں گے اور مفروض ثانی کو مثلاً چھ کو خطاء اول میں مثلاً چھ میں ضرب دینگے اور حاصل ضرب کو مثلاً چھتیس کو محفوظ ثانی کہیں گے اس کے بعد دیکھیں گے کہ خطاء اول مثلاً چھ اور خطاء ثانی مثلاً ایک آیا عدد مطلوب یعنی مثلاً دس سے زائد ہیں یا کم یا ایک زائد ہے ایک کم اگر دونوں زائد ہوں یا دونوں ناقص ہوں جیسے یہاں دونوں ناقص ہیں تب تو یہ دیکھو کہ خطاء اول اور خطاء ثانی میں کیا تفاوت ہے مثلاً یہاں یہ تفاوت پانچ کا ہے اور یہ دیکھو کہ محفوظ اول و محفوظ ثانی میں کیا تفاوت ہے مثلاً یہاں یہ تفاوت ستائیس کا ہے پس تفاوت بین المحفوظین کو مثلاً ستائیس کو تفاوت بین الخطائین پر مثلاً پانچ پر تقسیم کردو حاصل قسمت عدد مطلوب ہوگا مثلاً ہم نے جب ستائیس کو پانچ پر تقسیم کیا تو حاصل ہوا پانچ صحیح اور دو پانچ خمس بس یہی عدد مطلوب ہے چنانچہ اگر اس پر اس کا دو ثلث اور ایک صحیح بڑہا دو تو دس حاصل ہو جاویگا اور اس بڑہانیکا یعنی جمع کرنے کا آسان طریق یہ ہے کہ اُس پانچ صحیح کو جنس کسر یعنی

خمس سے بنالو چنانچہ ایسا کرنے سے پانچ کے تو پچیس خمس ہوئے اور اسکو تجنیس کہتے ہیں اور دو خمس اس کے ساتھ پہلے سے تھے کل ستائیس خمس ہوئے پھر اس پر اس کے دو ثلث کو بڑھایا یعنی اٹھارہ خمس اور ملا دیئے ستائیس اور اٹھارہ ملکر پینتالیس خمس ہوگئے اب ہمنے اسکو صحیح عدد اس طرح بنایا کہ اسکو پانچ پر تقسیم کر دیا تو حاصل قسمت نو ہوا اسکو رفع کہتے ہیں پھر اس پر واحد صحیح بڑھا دیا دس ہوگئے یہی مطلوب تھا یہ قاعدہ تو اسوقت تھا جبکہ خطائیں مطلوب پر زائد یا مطلوب سے ناقص ہوں اور اگر ایک زائد اور ایک کم ہو تو اس کا قاعدہ یہ ہے کہ مجموعہ محفوظین کو مجموعہ خطائیں پر تقسیم کر دو حاصل قسمت عدد مطلوب ہوگا مثال خود نکال لو اصل قاعدہ کے لئے ایک مثال لکھدینا کافی ہے ہذا کلہ من خلاصۃ الحساب یہ تو مشبہ کی تحقیق تھی اب تطبیق تشبیہ کو سمجھو کہ جسطرح اس عمل میں دو خطا ایک خاص عمل سے سبب ہوگئیں وصول الی المطلوب کی اسی طرح مشبہ میں دو امر جنکا خلاف واقع ہونا بعد انکشاف کے معلوم ہوتا ہے ایک یہ کہ مجھکو معیت حاصل نہیں دوسرے یہ کہ مجاہدہ سے حاصل ہوگی یہ دونوں امر خلاف واقع ایک خاص وجہ سے واسطہ ہوگئے حصول مطلوب یعنی معیت کے چنانچہ اُن دونوں امر کا خلاف واقع ہونا مع تفسیر خلاف واقع ہونے کے اوپر اس قول میں مذکور ہوا ہے اور گو بعد انکشاف کے الخ اور ان دونوں کا واسطۂ مطلوب ہونا اس قول میں مذکور ہوا ہے لیکن عادۃً دوام پر موقوف ہے الخ اور وہ خاص وجہ اس قول میں مذکور ہوئی ہے اور امر اول پر تو توقف اس لئے ہے الخ الحمد للہ کہ مقام توقع سے زیادہ حل اور واضح ہوگیا آگے بیان ہے معیت حاصلہ کے قبل المجاہدہ علم نہ ہونیکے ایک فائدہ کا جسکو اوپر کی تقریر میں اس قول میں احقر نے لکھا ہے لیکن پھر بھی اُن دونوں امر کا الخ آگے اسی کو فرماتے ہیں یعنی) اُس (انکشاف) کے بعد (شکراً للنعمۃ نہ کہ تاسفاً کما یمکن ان یتوہم) کہتا ہے کہ اگر میں اس معیت کو (پہلے سے یعنی قبل المجاہدہ) جانتا تو اُسکی کب طلب کرتا۔ (اور بدون طلب کے ایسا انکشاف کب میسر ہوتا اور اس حالت میں اس انکشاف کے برکات سے محروم رہتا پس) اسکا (پورا) علم (کہ ذوقی و حالی ہے) سفر (و مجاہدہ) پر موقوف تھا (کیونکہ بدون ذوق کے صرف) ذکاوت فکر سے یہ علم میسر نہیں آتا (اور بدون مجاہدہ کے ذوق نہیں ہوتا پس بدون مجاہدہ کے یہ علم میسر نہوتا آگے اس توقف کی مثال ہے تاکہ رتبہ اس توقف کا واضح ہو کہ عادی ہے ورنہ اصل علت اسکی فضل و عنایت ہے جیسا احقر نے اُسی تقریر میں اسکو بھی لکھا ہے اس قول میں اور اس معیت خاصہ حالیہ کا انکشاف الخ پس فرماتے ہیں کہ یہ توقف ایسا ہے) جیساکہ (ادائے) قرض شیخ کا طریق معلق اور موقوف تھا اس ہستی (ضعیف) کے گریہ پر (آگے اُس ہستی کی تعیین ہے یعنی) ایک حلوا فروش لڑکا زار زار رو دیا جسکے بعد) اس شیخ کبیر کا قرض ادا کر دیا گیا (تو ظاہر ہے کہ گریہ کا ادائے قرض سے کوئی موثر تعلق نہیں محض ایک بہانہ تھا توجہ رحمت حق کے لئے اور اصل علت رحمت حق تھی اسی طرح مجاہدہ ایک بہانہ ہے توجہ رحمت حق کا اور اصل علت رحمت ہے آگے اُس قصہ کا پتہ بتلاتے ہیں کہ) وہ پر مغز داستان اس کے قبل اثنائے مثنوی میں کہی گئی ہے یہ مضمون (اُسکی حکایت کا دفتر دوم میں گذرا ہے اگر تجھکو (قصہ) معلوم نہو تو اُس جگہ رجوع کرلے یہانتک سالک کے مجاہدہ و طلب کا مضمون تھا جس کے ضمن میں یہ بھی مذکور ہوا ہے کہ سالک نے مجاہدہ کو سبب حصول مقصود کا سمجھا مگر وہ محض ایک بہانہ تھا مقصود اسکو دوسری جگہ سے یعنی عنایت حق سے ملا اس کے بعد ایک مثال دی جس سے معلوم ہوا کہ اسمیں کچھ تخصیص مقصود سلوک

کی نہیں دوسرے مقاصد میں بھی حق تعالیٰ خلاف توقع موقع سے مقصود عطا فرما دیتے ہیں آگے اسی کو بطور کلی کے بیان فرماتے ہیں تاکہ زیادہ تعمیم ہو جاوے جس کے عموم میں سالک کے معاملات بھی داخل ہیں کہ بعض اوقات وہ اپنی اصلاح و تربیت کے لئے ایک طریق تجویز کرتا ہے مگر یہ مقصود کسی دوسرے ایسے طریق یا عمل سے حاصل ہوتا ہے جسکا گمان بھی نہ تھا اور اہل سلوک اسکا شب و روز مشاہدہ کرتے ہیں سرخی میں اس عموم اور ان معاملات کی تصریح ہے اور اسی کے ساتھ اخیر میں شہزادہ کے قصہ کو چسپاں کر دینگے اور پھر اسی کلی کی تائید کے لئے وہ قصہ لا دینگے جسکو احقر اشعار مقام کی شرح میں اجمالاً لایا ہے پس یہ سب مضامین اول اشعار سے حکایت مستقبلہ تک باہم متناسق و متلاصق و متجاذب و متجاذب ہیں پس فرماتے ہیں کہ جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا کہ جسپر من کل الوجوہ سبب کا گمان ہوتا ہے وہ غیر سبب ثابت ہوتا ہے جیسے مجاہدہ وصول کے لئے اور جسپر من وجہ بھی سبب کا گمان نہیں ہوتا وہ من وجہ سبب ہوتا ہے جیسا گریہ کودک ادائے قرضہ کے لئے اور یہ دونوں سبب موثر حقیقی نہ ہونیکے اعتبار سے فی نفسہ ایک ہی درجہ کے ہیں مگر تفاوت صرف یہ ہوا کہ ایک کو سبب مستقل سمجھا تھا اور گمان غلط ہوا اور ایک کو کسی درجہ میں بھی سبب نہ سمجھا تھا اور وہ ایک درجہ میں سبب نکلا اسی طرح) حق تعالیٰ تیرے دل میں (بعض اوقات) ایسے موضع سے خوف پیدا کر دیتا ہے کہ بجز اس (موضع) کے تیرے لئے کوئی امید گاہ نہیں ہوتی (یعنی جس جگہ سے اتنی بڑی امید ہو کہ امید منحصر ہو جاوے اس جگہ میں حق تعالیٰ جب چاہیں اسی موضع کو خوفناک جہاں امید کا احتمال بھی نہ رہے بنا دیتا ہے پس یہ تا بمعنی کاف بیانیہ ہے کما فی الغیاث و برائے بیان آید یعنی قائم مقام کاف بیانیہ و دو مثال آوردہ اور محشین نے دو توجیہ کی ہیں اول ضمیر انت راجع بسوئے مطلوب ست اگرچہ مذکور نیست لیکن مقام قرینہ است دوسری از ترک موضعے خوف پیدا میکند تا طمع تو غیر آن موضع بود آہ اب تمکو جو پسند آوے میری توجیہ پر یہ مادہ وہ ہوا کہ سبب متوقع کو غیر سبب بنا دیا پھر یہ کہ چندے اس کے طمع کا بننے میں کیا فائدہ ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ) خود طمع میں دوسرا فائدہ رکھتا ہے (جسکا بیان عنقریب آتا ہے از برائے حکمت الخ) اور وہ تیری مراد دوسرے شخص سے دیتا ہے (جہاں خیال بھی نہ تھا یہ وہ مادہ ہوا کہ غیر سبب کو سبب متوقع بنا دیا سابق کا عکس) اے شخص جو کہ ایک جگہ میں سخت توقع باندھے ہوئے ہے کہ مجھکو اس درخت بلند سے میوہ ملیگا (سمجھ لے کہ بعض اوقات) وہ امید وہاں سے پوری نہ ہوگی بلکہ دوسری جگہ سے وہ عطا آویگی (اب پھر سوال رہا کہ اس طمع کو پھر کسلئے تیرے اندر رکھا جبکہ اس کا قصد (اس جگہ سے) اکرام اور عطا کا نہ تھا جواب یہ ہے کہ) کسی حکمت اور صنعت کے لئے (یہ طمع رکھی تھی یہاں تعیین نہیں کی اس حکمت کی ممکن ہے کہ مراد یہی ہو کہ حکمت کی تعیین ضروری نہیں اجمالاً اتنا سمجھ لینا کافی ہے یا بنا بر ظہور کے ذکر نہیں فرمایا وہ یہ کہ عقیدہ و عمل تمہارا درست رہے کہ کسی چیز کو موثر مستقل نہ سمجھو کہ خلاف توحید و توکل ہے یہ تو علوم ظاہرہ کے مناسب فائدہ ہے) نیز (علم باطنی کے مناسب بھی ایک فائدہ ہے وہ یہ کہ) تاکہ تیرا دل حیرت میں ہو جاوے (یعنی) تاکہ تیرا دل حیران ہو جاوے اے مستفید (اور حیرت اس میں ہو) کہ میری مراد کہاں سے ملے گی (اور حیرت کا یہ فائدہ ہے) تاکہ تو اپنے عجز (مقابل قدرت) و جہل (مقابل علم) کو جان لے (کہ میں کچھ اور سمجھا تھا مگر وہ غلط نکلا یہ جہل ہوا اور میں نے چاہا اور جگہ سے اور ملا اور جگہ سے یہ عجز ہوا

اور اس عجز و جہل کے جاننے کا یہ فائدہ ہے) تاکہ تیرا یقین بالغیب اور زیادہ ہو جاوے (کہ خدا تعالیٰ کو قادر اور عالم مطلق سمجھے اور حیرت اس تقریر میں تو مقصود بالعرض ہوئی چنانچہ اُس کا فائدہ مشاہدۂ عجز و جہل عبد اور اُسکا فائدہ مشاہدۂ قدرت و علم حق بیان کیا گیا اور یہ مشاہدہ ذوقی ہے اور از برائے حکمتے الخ کی شرح میں جو ایک فائدہ توجیہ صحت عقیدہ و عمل میں کہا گیا تھا وہ علم اعتقادی ہے پس قولہ شود ایقان تو در غیب بیش کے معنی یہ ہوں گے کہ در عقائد غیبیہ یقین با نیطور بیش شود کہ ذوق ہم با اعتقاد منضم شود آگے حیرت کا فی نفسہ مقصود ہونا بھی فرماتے ہیں یعنی) نیز (یہ فائدہ ہے کہ) تیرا دل حیران رہے بمقام طلب آب و علف میں کہ (دیکھئے) تصرف کرنے والا اس طمع سے کیا چیز پیدا کرتا ہے (پس یہ حیرت خود بھی ایک حال عالی ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ یہ ایک تجلی کا اثر ہے اور یہ حیرت محمودہ کہلاتی ہے جسکا سبب تواتر و توارد تجلیات ہے جیسا یہاں ہوا کہ حق تعالیٰ کے تصرفات متنوعہ اس کے پیش نظر ہو کر حیرت ہوگئی کہ خدا جانے اس سبب کو وہ فلاں طریق سے پیدا کریگا یا فلاں طریق سے پس یہ کثرت علوم سبب حیرت کا ہوگئی آگے بعضی مثالیں ہیں مضمون بالا کی یعنی) تو روزی کی طمع خیاطی میں رکھتا ہے تاکہ خیاطی سے زر حاصل کرے جب تک تو زندہ رہے (لیکن) وہ تیرا رزق زرگری میں پیدا کرتا ہے کہ وہ ذریعہ کمائی کا تیرے خیال سے بھی بعید تھا (اور جو سوال حکمت کا اوپر تھا وہ آگے پھر ہے مگر تکرار اس لئے نہیں کہ وہ ایک کلیہ پر سوال تھا یہ ایک جزئیہ پر ہے اور جزئیہ کی تحقیق امکن فی النفس ہوتی ہے یعنی سوال یہ ہے کہ) پھر طمع خیاطی میں کس لئے تھی جبکہ تیرے لئے دوسری جگہ دروازہ (رزق) مفتوح فرمایا (آگے جواب ہے کہ) کسی عجیب حکمت کے لئے جو علم حق میں ہے کہ اُس حکم کو ماسبق میں لکھدیا ہے نیز تاکہ تیری قوت فکریہ حیران رہے تاکہ حیرانی تیرا پورا شیوہ ہو جاوے آگے رجوع ہے قصہ کی طرف کہ شہزادہ نے کہا کہ یہی میرا عقیدہ ہے کہ کام اُن کے قبضہ میں ہے) خواہ میری اس سعی سے وصال محبوب ملجاوے خواہ کسی ایسے طریق سے جو سعی جوارح سے خارج ہو میں یہ نہیں کہتا کہ اسی طریق سے مراد حاصل ہو جاویگی میں تو مضطربانہ حرکت کرتا ہوں (اور دیکھتا ہوں) کہ کس جگہ سے فتح باب ہوگا (جیسا) سر بریدہ مرغ ہر طرف گرتا پھرتا ہے کہ کونسی طرف (اُسکی) جان بدن سے خلاصی پاوے (اسی طرح میں خیال کرتا ہوں کہ) خواہ میری مراد اس خروج (فی طلب المحبوبۃ الیٰ سلطان الصین) سے برآوے یا کسی دوسرے برج سے فلک ذات البروج میں سے (شاید یہ محاورہ بنا بر اصطلاح اہل نجوم کے ہو کہ وہ بروج کا دخل حوادث میں مانتے ہیں) **ف**۔ اسی مضمون کی تائید میں کہ گمان کچھ ہوتا ہے واقعہ کچھ ہوتا ہے جسکا گمان بھی نہیں ہوتا ایک حکایت لاتے ہیں جسکو بندہ اجمالاً اشعار مقام کی شروع شرح میں لکھ چکا ہے۔

حکایت مرد میراث یافتہ کہ در خرج اسراف کرد مفلس شد

بود میراثے مرا ورا بے شمار	**جملہ را خورد و بماند او عور زار**
ایک میراث یابندہ کے پاس بے شمار زر تھا	سب کو کھا گیا اور برہنہ زار رہ گیا

مال میراثی ندارد خود وفا
مال میراثی خود وفا نہیں رکھتا
چون بناکام از گذشته شد جدا
جب کہ ناکامی کے ساتھ وہ متوفی سے جدا ہوگیا ہے

او نداند قدر ہم کاسان بیافت
وہ قدر بھی نہیں جانتا کیونکہ اُس نے آسانی سے پالیا
کو بکد و رنج و کسبش کم شتافت
اس لئے کہ وہ اسکی مشقت اور تعب اور کمائی میں نہیں دوڑا

قدر جان زان می ندانی ای فلان
تو جان کی قدر بھی اس لئے نہیں جانتا
کہ بدادت حق بہ بخشش رایگان
کہ خداتعالی نے تجکو مفت دیدی ہے

نقد رفت و کالہ رفت و خانہا
نقد بھی جاتا رہا اور متاع بھی اور گھر بھی
ماند چون چغدان دران ویرانہا
وہ مثل چغدوں کے ویرانوں میں رہ گیا

گفت یارب برگ دادی رفت برگ
کہا کہ اے رب آپنے سامان دیا تھا سامان جاتا رہا
یا بدہ برگی و یا بفرست مرگ
یا تو سامان دیجئے اور یا موت بھیجئے

چون تہی شد یاد حق آغاز کرد
جب خالی ہوگیا یاد حق شروع کی
یارب و یارب اجرنی ساز کرد
یارب اور یارب مجکو پناہ دے کا سامان مہیا کیا

چون پیمبر گفت مؤمن مزہرست
جب پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن مزمار ہے
در زمان خالیی نالہ گرست
خلو کے وقت میں وہ نالہ گر ہوتا ہے

چون شود پر مطربش بنہد ز دست
جب وہ پر ہوجاتی ہے تو مطرب اسکو ہاتھ سے رکھدیتا ہے
پر مشو کا سیب دست او خوش است
تو پر مت ہو کیونکہ اُسکے ہاتھ کا قرع خوش ہے

تی شو و خوش باش بین الاصبعین
تو تہی ہوجا اور بین الاصبعین خوش رہ
کز مئی لا این سرمست ست این
کیونکہ شرب لامکان سے مکان سرمست ہے

رفت طغیان آب از چشمش کشاد
طغیان جاتا رہا پانی اسکی آنکھ سے کھل گیا

ابر چشمش زرع دیں را آب داد
اسکی ابر چشم نے زرع دین کو پانی دیا

در دعا و لابه در زد هر دو دست
دعا و تملق میں اس نے دونوں ہاتھ سے تمسک کیا

زر طلب شد بے تعب آں زر پرست
وہ زر پرست بلا تعب زر طلب ہوا

ایک میراث یابندہ کے پاس بیشمار زر تھا سبکو کھا گیا اور برہنہ زار رہ گیا (آگے عادت غالبہ کے موافق مال میراثی کے متعلق فرماتے ہیں کہ) مال میراثی خود وفا نہیں رکھتا جبکہ ناکامی کے ساتھ وہ متوفی سے جدا ہو گیا ہے (حالانکہ اس نے بہت محنت سے کمایا تھا مگر اس کے پاس بھی نہ رہا تو وارث کے پاس تو کیا رہے گا کیونکہ) وہ (تو اسکی) قدر بھی نہیں جانتا کیونکہ اس نے آسانی سے پالیا اسلئے کہ وہ اس کے مشقت اور تعب اور کمائی میں نہیں دوڑا (آگے ایک شعر بطور انتقال کے ہے کہ) تو جان کی قدر بھی اس لئے نہیں جانتا کہ خدا تعالیٰ نے تجھکو مفت دیدی ہے (چنانچہ مشاہد ہے کہ اسکو نہ مضرات دنیویہ سے بچاتا ہے نہ مضرات اُخرویہ سے اور نہ اُس پر حق تعالیٰ کا کوئی معتدبہ شکر ادا کیا جاتا ہے غرض اس شخص کا نقد بھی جاتا رہا اور متاع بھی اور گھر بھی (اور) وہ مثل جغدوں کے ویرانوں میں رہگیا (آخر حق تعالیٰ سے دعا میں) کہا کہ اے رب آپنے سامان دیا تھا (مگر میری حماقت سے وہ) سامان جاتا رہا (اب) یا تو سامان دیجئے اور یا موت بھیجئے (کہ بے سامانی پر صبر نہیں ہوتا) جب خالی ہو گیا یاد حق شروع کی (اور) یا رب یا رب مجھکو (مصیبت سے) پناہ دے (اس) کا سامان مہیا کیا (آگے تہی شکمی و ناداری کی جسکا اوپر ذکر تھا چوں تہی شد ایک فضیلت بیان کرتے ہیں کہ وہ جالب ہے تضرع کی یعنی) جب پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن (کی مثال) مزمار (کی سی) ہے (اس لئے) خلو کے وقت میں وہ نالہ گر ہے جیسے نے کہ مجوف ہونے کے وقت اس میں آواز خوش پیدا ہوتی ہے اور مصمت میں سے نہیں نکلتی اس حدیث کے یہ الفاظ لکھے ہیں المؤمن کمثل المزمار لا یحسن صوته الا بخلاء بطنه - اس حدیث کی تو مجھکو تحقیق نہیں لیکن یہ امر فی نفسہ مشاہد اور مطابق واقع کے ہے آگے اسی کا تتمہ ہے کہ) جب وہ (نے) پُر (اور مصمت) ہو جاتی ہے تو مطرب اسکو ہاتھ سے رکھدیتا ہے (کیونکہ اب اس میں سے آواز نہ نکلے گی اسی طرح جب تو پُر ہونے سے قابل نالہ کے نہ رہے تو تجھپر محبوب کا ویسا دست شفقت نہیں رہتا بس) تو پر مست ہو کیونکہ اس (محبوب) کے ہاتھ کا قرع (زیادہ) خوش ہے (یعنی نے پر بجانے کے وقت جسطرح زمار انگلیاں رکھتا اٹھاتا ہے جو ایک قسم کا قرع ہے مگر نے کی خوبی اسی سے ظاہر ہوتی ہے اسی طرح اگر محبوب تیرے اندر اس طرح کے تصرفات کرے جو سبب ہوں نالہ کا تو یہ سبب ہے تیری تہذیب و تکمیل کا پس تجھکو چاہیئے کہ) تو تہی ہو جا اور بین الاصبعین خوش رہ (تی مخفف تہی) کیونکہ شراب لامکاں سے مکان سرمست ہے (یعنی اگر تو ہوا و شہوت سے خالی رہا تو جس طرح خلو نے کے وقت زمار اس میں اپنی آواز بھرتا ہے جس سے مستی پیدا ہوتی ہے

اسی طرح تیرے اندر کہ تونکانی ہے فیض ربانی کہ لاامکانی سے بھرا جاوے گا جو سبب ہوگا عشق مستی کا خود تیرے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی اسی کو مٹئے لاایں کہدیا گیا پس خلوکی اس خاصیت کے موافق اس شخص کا طغیان جاتا رہا (جسکا سبب کبھی استغنا ہوجاتا ہے قال تعالیٰ کلا ان الانسان لیطغی ان راٰہ استغنٰی اور پانی اسکی آنکھ سے کھل گیا (یعنی آنسو جاری ہوگئے اور) اس کے ابر چشم نے (اس کے) زرع دین کو پانی دیا (اور) دعا و تملق میں اس نے دونوں ہاتھ سے تمسک کیا (اور) وہ زر پرست (یعنی طالب زر) بلا تعب زر طلب ہوا بے تعب قید زر کی ہے یعنی یہ دعا کرتا تھا کہ مجھکو بلا تعب زر ملجاوے جیسے اس دفتر کے عشر خامس کے شروع میں فقیر روزی طلب بے کسب کا قصہ آیا ہے آگے بمناسبت مضمون دعا کے تاخیر اجابت کی ایک حکمت جو کہ دعا میں واقع ہوتی ہے بیان فرماتے ہیں)

سبب تاخیر اجابت دعائے مومن

اے بسا مخلص کہ نالد در دعا
اے بہت سے مخلص کہ دعا میں نالہ کرتے ہیں

دود اخلاصش برآید تا سما
اس کے اخلاص کا دھواں آسمان تک پہونچتا ہے

تا رود بالائے ایں سقف بریں
یہانتک کہ اس سقف عالی کے اوپر تک

بوئے مجمر از انین المذنبین
انگیٹھی کی خوشبو نالۂ گنہگاراں سے جاتی ہے

پس ملائک با خدا نالند زار
پس ملٰئکہ خدا تعالیٰ سے زار زار نالہ کرتے ہیں

کاے مجیب ہر دعا و مستجار
کہ اے اجابت کرنیوالے ہر دعا کے اور اے وہ ذات جسکی پناہ طلب کیجاتی ہے

بندۂ مومن تضرع میکند
بندۂ مومن تضرع کررہا ہے

او نمی داند بجز تو مستند
وہ بجز آپکے کسی کو تکیہ گاہ نہیں جانتا ہے

تو عطا بیگانگاں را میدہی
آپ بیگانوں کو عطا دیتے ہیں

از تو دارد آرزو ہر مشتہی
آپسے ہر خواہشمند آرزو رکھتا ہے

حق بفرماید نہ از خواری اوست
حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اسکی بیقدری کے سبب نہیں ہے

عین تاخیر عطا یاری اوست
عین یہی تاخیر عطا اسکی امداد ہے

نالۂ مومن ہمیداریم دوست
ہم مومن کے نالہ کو دوست رکھتے ہیں

گو تضرع کن کہ ایں اعزاز اوست
کہو کہ تضرع کرتا رہ کیونکہ یہ اسکا اعزاز ہے

حاجت آوردش زغفلت سوئے من
حاجت اسکو غفلت سے میری طرف لائی ہے

آں کشیدش موکشاں در کوئے من
اسی نے اسکو موکشاں میرے کوچہ میں پہنچایا ہے

گر برآرم حاجتش او وا رود
اگر میں اسکی حاجت پوری کردوں تو وہ واپس چلا جاویگا

ہمدراں بازیچہ مستغرق شود
اسی بازیچہ میں مستغرق ہوجاویگا

گرچہ می نالد بجاں یا مستجار
اگرچہ یہ جان سے نالہ کر رہا ہے کہ اے مستجار

دل شکستہ سینہ خستہ سوگوار
دل شکستہ سینہ خستہ سوگوار

خوش ہمی آید مرا آواز او
مجکواس کی آواز بھلی معلوم ہوتی ہے

واں خدایا گفتن و آں راز او
اور وہ اس کا خدایا کہنا اور اس کا وہ راز

زانکہ اندر لابۂ و در ماجرا
اور یہ امر کہ وہ تملق اور ماجرا میں

می فریباند بہر نوعے مرا
ہر ہر طرح سے مجکو پھسلاتا ہے

طوطیان و بلبلاں را از پسند
طوطیوں اور بلبلوں کو پسندیدگی کی وجہ سے

از خوش آوازی قفس در میکشند
خوش آوازی کے سبب قفس کے اندر بند کردیتے ہیں

زاغ را و جغد را اندر قفص
زاغ اور جغد کو قفس کے اندر کب کرتے ہیں

کے کنند ایں خود نیامد در قصص
یہ بات قصوں میں خود نہیں آئی

پیش شاہد باز چوں آید دو تن
شاہد باز کے سامنے جب دو شخص آویں

آں یکے کمپیر و دیگر خوش ذقن
ایک بڑھیا اور دوسری خوش ذقن ہو

ہر دو نان خواہند او زو تر فطیر
دونوں روٹی مانگیں تو وہ شخص جلدی سے روٹی

آرد و کمپیر را گوید کہ گیر
لے آوے گا اور بڑھیا سے کہے گا کہ لے

وان دگر را کہ خوشستش قد و خد
اور اُس دوسری کو جسکا قد اور رخسار خوبصورت ہے

کے دہد نان بل بتاخیر افگند
روٹی کب دے گا بلکہ تاخیر میں ڈالے گا

گویدش بنشین زمانے بے گزند
اُس سے کہیگا کہ تھوڑی دیر بے گزند بیٹھ جا

کہ بخانہ نان تازہ می پزند
کہ گھر میں تازہ روٹی پکا رہے ہیں۔

چون رسد آن نان گرمش بعد کد
جب گرم روٹی بعد مشقت کے آجاوے

گویدش بنشین کہ حلوا میرسد
تو اُس سے کہتا ہے کہ بیٹھ جا کہ حلوا آتا ہے

ہم بدین فن دارد ارش بیکند
اس ترکیب سے اُسکو ذرا ٹھہر جا ذرا ٹھہر جا کرتا رہتا ہے

وز رہ پنہان شکارش بیکند
اور راہ پنہاں سے اُس کو شکار کرتا ہے

کہ مرا کاریست با تو یک زمان
کہ مجکو تجھسے ایک کام ہے ذرا تھوڑی دیر

منتظر می باش اے خوب جہان
اور منتظر رہ اے حسین جہاں

تا بدین حیلت فریباند ورا
تاکہ اس بہانہ سے اُسکو پھسلا دے

تا مطیع و رام گرداند ورا
تاکہ اُس کو مطیع و مسخر کرے

مثل آن کمپیر دان بیگانگان
مثل اس بڑھیا کے بیگانوں کو سمجھ

شاہد خوش روئے مثل مومنان
شاہد خوش رو مثل مومنوں کے ہے

این جہان زندان مومن زین بود
یہ دنیا سجن مومن اسی لئے ہے

کافران را جنت عاجلے شود
کافروں کے لئے جنت عاجلہ ہے

تو یقین میدان کہ بہر ایں بود	بیمرادی مومناں از نیک و بد
تو یقین جان کہ اسی لئے ہوتی ہے	مومنوں کی بے مرادی خواہ وہ نیک ہو خواہ وہ بد ہو

اے بہت سے مخلص کہ دعا میں نالہ کرتے ہیں (اور) اس کے اخلاص کا دھواں (جو آہ و نالہ سے نکلتا ہے) آسمان تک پہونچتا ہے یہانتک کہ اس سقف عالی کے اوپر تک انگیٹھی کی خوشبو نالہ گنہگاران سے جاتی ہے (ان کے سینہ کو انگیٹھی سے تشبیہ دی کہ نالہ و گریہ سے گرمی پیدا ہوتی ہے اور مذنبین کی قید غیر مذنبین سے احتراز کیلئے نہیں واقعی ہے کیونکہ غیر نبی سے کسی نہ کسی درجہ میں ذنوب ضرور ہی صادر ہوتے ہیں غرض اسکی نالہ و دعا کی تو یہ کیفیت ہوتی ہے مگر اجابت میں توقف واقع ہوتا ہے) پس (اسوقت اس تاخیر کو دیکھکر) ملائکہ خدا تعالے سے زار زار نالہ کرتے ہیں کہ اے اجابت کرنے والے ہر دعا کے اور اے وہ ذات جسکی پناہ طلب کی جاتی ہے (یہ) بندۂ مومن تضرع کر رہا ہے (اور) وہ بجز آپ کے کسی کو تکیہ گاہ نہیں جانتا ہے آپ بیگانوں (یعنی کفار) کو عطا دیتے ہیں آپ سے ہر خواہشمند آرزو رکھتا ہے (اور باوجود اس کے اسکی عرض قبول فرمانے میں اسقدر توقف ہوا اس میں کیا مصلحت ہے) حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ (یہ تاخیر اجابت) اس کی بے قدری کے سبب نہیں ہے (بلکہ) عین یہی تاخیر عطا اسکی امداد (اور عطا) ہے جسکا بیان آگے آتا ہے یعنی وہ یہ کہ) ہم مومن کے نالہ کو دوست رکھتے ہیں (اے مخاطب اس مومن سے) کہو کہ تضرع کرتا رہے کیونکہ یہ (امر کہ یہ تضرع کرے اور ہم دینے میں دیر کریں) اس کا اعزاز ہے (جیسا آگے مثالوں میں آویگا) حاجت اسکو غفلت سے میری طرف لائی ہے اسی (حاجت) نے اسکو کشاں کشاں کوچہ میں پہونچایا ہے (پس) اگر میں اسکی حاجت پوری کردوں تو وہ اسی کوچہ سے پھر غفلت کی طرف) واپس چلا جاویگا (یعنی) اسی بازیچہ (و غفلت) میں مستغرق ہو جاویگا اگرچہ یہ جان سے نالہ کر رہا ہے کہ اے مستجار اور اس حالت میں نالہ کر رہا ہے کہ) دل شکستہ سینہ خستہ سوگوار ہے اور اس نالہ کا مقتضا یہ تھا کہ اسکی حاجت جلدی پوری کردی جاتی لیکن توقف اس لئے ہے کہ مجھکو اسکی آواز بھلی معلوم ہوتی ہے اور اس کا وہ خدایا کہنا اور اس کا وہ راز اور یہ امر کہ وہ تملق اور ماجرا میں ہر ہر طرح سے مجکو پھسلاتا ہے (یہ سب اچھا معلوم ہوتا ہے اور می فریباندم میں مجاز ہے یعنی ہر ہر نوع تملق می کند مثل آنکس کہ کسے را فریباند آگے مولانا مضمون بالا کی دو مثالیں بتلاتے ہیں ایک یہ کہ) طوطیوں اور بلبلوں کو پسندیدگی کی وجہ سے خوش آوازی کے سبب قفس کے اندر بند کردیتے ہیں (اور) زاغ اور جغد کو قفس کے اندر کب کرتے ہیں یہ بات قصوں میں خود (کبھی سننے میں) نہیں آئی (دوسری مثال یہ کہ) شاہد باز (عاشق مزاج) کے سامنے جب دو شخص آویں (جن میں) ایک (تو) بڑھیا (ہو) اور دوسری خوش ذقن (حسین عورت) ہو (اور) دونوں (آکر) روٹی مانگیں تو وہ شخص جلدی سے روٹی لے آوے گا اور بڑھیا سے کہے گا کہ لے (تاکہ اسکی صورت مکروہ اور آواز مکروہ جلدی دور ہو) اور اس دوسری کو جسکا قد اور رخسارہ خوبصورت ہے۔ روٹی (جلدی) کب دے گا بلکہ (اس کو) تاخیر میں ڈالے گا۔ اس سے کہے گا کہ تھوڑی دیر بے گزند (یعنی

آرام سے) بیٹھ جاکہ گھر میں تازہ روٹی پکارہے ہیں (پھر) جب گرم روٹی (بھی) بعد مشقت (انتظار) کے آجاوے تو اُس سے کہتا ہے کہ (ابھی اور) بیٹھ جاکہ حلوا آتا ہے (غرض) اسی ترکیب سے اُسکو ذرا ٹھہر جا ذرا ٹھہر جا کرتا رہتا ہے اور راہ پنہاں سے اُسکو شکار کرتا ہے (یعنی اپنی طرف مائل کرتا ہے اور کہتا ہے) کہ مجھکو تجھسے ایک کام ہے ذرا تھوڑی دیر اور منتظر رہ اے حسین جہاں تاکہ اس بہانہ سے اُسکو پھسلاوے تاکہ اُس کو مطیع اور مسخر کرلے (اور از رہ پنہاں اس لئے کہا کہ وہ عورت تو خالی الذہن ہے وہ یہ نہیں سمجھتی کہ اس کا یہ مقصود ہے بس) مثل اس بڑھیا کے بیگانوں (کفار) کو سمجھ (جسکو جلدی سے دیدیا اور مقصود ٹالنا ہے اور) شاہد خوش روئے مثل مومنوں کے ہے (جسکو دینے میں دیر کی اور مقصود اُس کے جمال کا دیکھنا ہے آگے اسپر ایک تفریع ہے کہ) یہ دنیا سجن مومن اسی لئے ہے (کہ اُنکی حاجات کم پوری ہوتی ہیں جس سے وہ تنگ ہونے لگتا ہے اور اصلی سبب نہیں جانتا جسطرح بلبل وطوطی کے لئے زندان تجویز کیا جاتا ہے اور وہ تنگ ہوتی ہیں اور) کافروں کے لئے (دنیا) جنت عاجلہ (حاضرہ) ہے (کہ اُس کی اکثر حاجات اُنکی مرضی کے موافق پوری ہوجاتی ہیں غرض) مومنوں کی بمرادی خواہ وہ (مومن) نیک ہو خواہ بد ہو تو یقین جان کہ اسی لئے ہوتی ہے (جو اوپر مذکور ہوا) **ف** تاخیر اجابت کی علت یا حکمت کا اسی میں انحصار مقصود نہیں بلکہ منجملہ دیگر اسباب کے ایک یہ بھی ہے چونکہ یہ مشہور نہ تھی اس لئے اس پر تنبیہ مناسب ہوئی اور حدیث الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر کی ایک توجیہ یہ بھی ہے یہاں بھی اسی میں انحصار نہیں اور توجیہات بھی مشہور ہیں مثلاً یہ کہ مومن کو جو نعمتیں جنت میں ملنے والی ہیں دنیا میں کیسی ہی خوش عیشی ہو مگر اس کے اعتبار سے سجن ہے وعلیٰ ہذا کافر کی عقوبت کے اعتبار سے دنیا کی مصیبت بھی جنت ہے اور مثلاً یہ کہ مومن کا دنیا میں مثل سجن کے جی نہیں لگتا وللکافر ضد ذلک وہذا الاخیر یشہد ذوقی آگے پھر عود ہے قصہ کی طرف)

دیدن میراثی بخواب کہ در مصر بفلان موضع گنجے ست و رفتن بشہر مصر بطلب آن و رسیدن بمصر و بیرون آمدن بکوئے در شب بجہت شبکوکی و گدائی و گرفتن عسس اورا و مراد او پس از رنج حاصل آمدن وعسیٰ ان تکرہوا شیئا وہو خیر لکم وان مع العسر یسرا

خواجہ چون میراث خورد و شد فقیر	آمد اندر یارب و گریہ و نفیر
خواجہ نے جب میراث کھالی اور فقیر ہوگیا	تو یارب اور گریہ و نفیر میں مشغول ہوا

خود کہ کوبد ایں در رحمت نثار
کو نیابد در اجابت صد بہار

کون کھٹکھٹاتا ہے اس دروازہ رحمت پاش کو
جو کہ اجابت میں سو بہار نہ پاتا ہو

خواب دید و ہاتفے گفت او شنید
کہ غنائے تو بمصر آید پدید

اس نے خواب دیکھا اور ایک ہاتف نے کہا اس نے سنا
کہ تیری تونگری مصر میں ظاہر ہو گی

رو بمصر آنجا شود کار تو راست
کرد گدیہ ات را قبول و مرتجاست

تو مصر میں جا وہاں تیرا کام ٹھیک ہو جاوے گا
تیرے سوال کو قبول کر لیا وہ ایسا ہے جس سے امید کی جاتی ہے

در فلاں موضع یکے گنجے ست زفت
در پے آں بایدت تا مصر رفت

فلاں مقام میں ایک خزانہ عظیم ہے
اسکی تلاش میں تجکو مصر تک جانا چاہیے

بے درنگے ہیں ز بغداد اے نژند
رو بسوئے مصر و منبت گاہ قند

بلا توقف بغداد سے اے افسردہ
مصر میں اور قند کے پیدا ہونے کی جگہ میں جا

چوں ز بغداد آمد او تا سوئے مصر
گرم شد پشتش چو دید او روئے مصر

جب وہ بغداد سے مصر کی طرف آیا
تو اس کی پشت قوی ہو گئی جب اس نے مصر کا منہ دیکھا

بر امید وعدۂ ہاتف کہ گنج
یابد اندر مصر بہر دفع رنج

امید وعدۂ ہاتف پر کہ خزانہ
مصر میں پاوے گا دفع رنج کے لئے

در فلاں کوی و فلاں موضع دفین
ہست گنج سخت نادر بس گزین

فلاں محلہ اور فلاں موقع میں مدفون ہے
خزانہ نہایت نادر بہت پسندیدہ

لیک نفقہ اش بیش و کم چیزے نماند
خواست دقے بر عوام الناس راند

لیکن اس کا خرچ کم نہ بیش کچھ بھی نہ رہا
اس نے عام لوگوں کے سامنے گدائی چلانا چاہا

لیک شرم و همتش دامن گرفت
لیکن شرم وہمت نے اس کا دامن پکڑ لیا

خویش را در صبر افشردن گرفت
اپنے کو صبر میں دبانا شروع کیا

باز نفسش از مجاعت بر طپید
پھر اس کا نفس بھوک سے بے قرار ہوا

از گدائی کردن او چاره ندید
گدائی کرنے سے اس نے چارہ نہ دیکھا

گفت شب بیرون روم من نرم نرم
کہا کہ رات کو آہستہ آہستہ باہر نکلونگا

تا ز ظلمت ناید از کدیه شرم
تاکہ تاریکی کے سبب گدائی سے مجکو شرم نہ آوے

همچو شبکوکے کنم من ذکر و بانگ
مثل شبکوک کے میں ذکر اور آواز کرونگا

تا رسد از بامهایم نیم دانگ
تاکہ مجکو بالاخانوں سے آدھا ہی دانگ مل جاوے

اندرین اندیشه بیرون شد بکوے
اسی سوچ میں محلہ میں باہر نکلا

و اندرین فکرت همی شد سو بسوے
اور اس فکر میں ہر طرف پھرتا تھا

یک زمان مانع همی شد شرم و جاه
کسی وقت تو شرم جاہ مانع ہوتی تھی

یک زمانے جوع می گفتش بخواه
کسی وقت بھوک اسکو کہتی کہ مانگ

پای پیش و پاے پس تا ثلث شب
ایک پاؤں آگے اور ایک پاؤں پیچھے تہائی شب تک

که بخواهم یا بخسپم خشک لب
کہ مانگوں یا سوکھے ہی منہ سو جاؤں

ناگهانے خود عسس او را گرفت
دفعتہً عسس نے اسکو گرفتار کرلیا

چوبها زد بے محابا ناشگفت
بے محابا بے توقف لکڑیاں مارنا شروع کیں

اتفاقاً اندران شبهاے تار
اتفاقاً ان تاریک شبوں میں لوگوں نے رات کو

دیده بد مردم ز شب دزدان ضرار
چوری کرنے والوں سے مضرت دیکھی تھی

بود شبہائے مخوف و منتحس
راتیں خوفناک اور نامبارک تھیں

پس بجد می جست دزداں را عسس
پس عسس چوروں کو اہتمام سے تلاش کر رہا تھا

تا خلیفہ گفتہ کہ ببرید دست
یہاں تک کہ بادشاہ نے کہدیا تھا کہ ہاتھ کاٹ ڈالو

ہر کہ شب گردد اگر خویش منست
جو شخص کہ شب کو پھرتا ہوا اگرچہ وہ میرا ہی عزیز ہو۔

بر عسس کردہ ملک تہدید و بیم
عسس پر بادشاہ نے تہدید اور تخویف کی تھی

کہ چرا باشید بر دزداں رحیم
کہ تم لوگ چوروں پر کس لئے رحیم ہوتے ہو

عشوہ شاں را از چہ رو باور کنید
ان کے چقمہ کو کس وجہ سے باور کرتے ہو

یا چرا زیشان قبول زر کنید
یا کس لئے ان سے زر قبول کرتے ہو۔

رحم بر دزداں و ہر منحوس دست
رحمت کرنا چوروں پر اور ہر منحوس دست پر

بر ضعیفان زحمت و بی رحمی ست
ضعیفوں پر زحمت اور بے رحمی ہے

ہین ز رنج خاص مگسل ز انتقام
ہاں خاص شخص کے رنج سے انتقام لینے سے مت درگذر

رنج او بگزین و بنگر رنج عام
اسکے رنج کو اختیار کرلے اور عام کے رنج کو دیکھ

اصبع ملدوغ بر در دفع شر
ڈسی ہوئی انگلی کو دفع شر کے لئے کاٹ ڈال

در تعدی و ہلاک تن نگر
تعدیہ میں اور جسد کے ہلاک ہوجانے میں نظر کر

گشتہ دزد انبہ در آں ایام بس
ان ایام میں چوروں کا بہت ہجوم تھا

کان فقیر افتاد در دست عسس
کہ یہ فقیر عسس کے ہاتھ میں واقع ہوگیا۔

اتفاقاً اندراں ایام دزد
اتفاقاً ان ایام میں چور لوگ

گشتہ بود انبوہ پختہ و خام دزد
مجتمع ہوگئے تھے دزد پختہ بھی اور خام بھی

درچنیں وقتش بدید و سخت زد

ایسے وقت میں عسس نے اسکو دیکھا

نعرہ وفریاد زاں درویش خاست

اس فقیر سے نعرہ وفریاد نکلنے لگا

گفت اینک وادمت مہلت بگو

اس نے کہا کہ اس وقت میں نے تجکو مہلت دی کہہ

تو نہ زینجا غریب و منکری

تو یہاں کا نہیں ہے پردیسی اور اجنبی ہے

اہل دیوان بر عسس طعنہ زدند

اہل دفتر نے تھانہ دار کو مطعوں کر رکھا ہے

انہی از تست واز امثال تست

کثرت تجھسے اور تیرے ہمرنگ لوگوں سے ہے

ورنہ کیں جملہ را از تو کشم

ورنہ سب کا کینہ تجھسے نکالوں گا

گفت او از بعد سوگندان پر

اس نے بہت سی قسموں کے بعد کہا

من نہ مرد دزدی و بیدادیم

میں چوری اور ظلم کا آدمی نہیں ہوں

بر سر و بر پشت چوب بے عدد

اسکے سر اور پشت پر بے شمار لکڑیاں زور زور سے ماریں

کہ مزن تا من بگویم حال راست

کہ مار ست تاکہ میں تجھسے صحیح صحیح حال کہدوں

تا بشب چوں آمدی بیروں بگو

کہ تو شب کو باہر کیوں نکلا بتلا

راستی گو تا بچہ مکر اندری

سچ بتلا تو کس فکر میں ہے

کہ چرا دزداں کنوں انبہ شدند

کہ کس لئے اب چور زیادہ ہوگئے ہیں.

وانما یاراں زشتت را نخست

پہلے اپنے بدمعاش یاروں کو بتلا

تا شود ایمن ز شر ہر محتشم

تاکہ ہر صاحب حشمت شر سے بے خوف ہوجاوے

کہ نیم من خانہ روب و کیسہ بر

کہ میں خانہ روب اور کیسہ بر نہیں ہوں

من غریب مصرم و بغدادیم

میں مصر کا تو پردیسی اور بغداد کا باشندہ ہوں

قصهٔ آں خواب و گنج زر بگفت — **پس ز صدقِ او دلِ آنکس شگفت**

قصہ اُس خواب اور گنج زر کا کہا — پس اُس کے صدق سے اُس کا دل شگفتہ ہوگیا

بوے صدقش آمد از سوگند او — **سوز او پیدا شد از اسپند او**

اُسکی سوگند سے اُسکو صدق کی بو آئی — اُس کا سوز اُس کے سپند سے ظاہر ہوگیا

خواجہ نے جب میراث کھالی اور فقیر ہوگیا تو یارب اور گریہ و نفیر میں مشغول ہوا (آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ) کون کھٹکھٹاتا ہے اس دروازہ رحمت پاش کو جو کہ اجابت میں سو بہار نہ پاتا ہو (یعنی وہ داعی کی دعا کو قبول کرتے ہیں وقت اجتماع شرائط کے بتعمیم صور اجابت کے پس) اُس نے خواب دیکھا اور (اُس خواب میں) ایک ہاتف نے کہا (اور) اس نے سنا (اور وہ بات جو کہی یہ تھی) کہ تیری تونگری مصر میں ظاہر ہوگی تو مصر میں جا وہاں تیرا کام ٹھیک ہوجاویگا (اللہ تعالیٰ نے تیرے سوال کو قبول کرلیا (اور) وہ ایسا (ہی) ہے جس سے امید کیجاتی ہے۔ فلاں مقام میں ایک خزانہ عظیم ہے اُسکی تلاش میں تجھکو مصر تک جانا چاہیے بلا توقف بغداد سے اے افسردہ مصر میں اور قند کے پیدا ہونے کی جگہہ میں جا (عطف تفسیری ہے) جب وہ بغداد سے مصر کی طرف آیا تو اُسکی پشت قوی ہوگئی جب اُس نے مصر کا مونہ دیکھا (اور اُسکی پشت کا قوی ہونا جو کہ اوپر مذکور ہے) امید وعدہ ہاتف پر (تھا اور وہ وعدہ یہ تھا) کہ خزانہ مصر میں پاویگا دفع رنج کے لئے (اور اس کا یہ پتہ تھا کہ) فلاں محلہ اور فلاں موقع میں مدفون ہے خزانہ نہایت نادر (اور) بہت پسندیدہ (غرض اس وجہ سے وہ مصر کو دیکھکر خوش ہوا۔ اگر شبہ ہو کہ وہ خزانہ تو بغداد میں ملیگا جیسا آگے آتا ہے پھر ہاتف کے مصر کا پتہ بتلانیکی کیا توجیہ ہے جواب یہ ہے کہ مراد ہاتف کی یہ تھی کہ مصر میں فلاں مقام پر پہونچکر اس کا پتہ معلوم ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جس عسس سے اُسکو معلوم ہوا ہے ممکن ہے کہ اُسی ہاتف کے بتلائے پتہ پر اُسکو ملا ہوا اور مصر میں مدفون ہونے کا حکم کرنا یہ بھی مجاز ہے یعنی اس خزانہ کی دلیل اُس موضع میں مستتر ہے اور تعبیر میں ایسے ہی تجوزات ہوا کرتے ہیں) لیکن (جیسے مصر کو دیکھکر خوش ہوا اُسی طرح وہاں پہونچکر اُسکو ایک تردد بھی ہوا وہ یہ کہ) اُس کا خرچ کم نہ بیش کچھ بھی نہ رہا (سب راہ میں خرچ ہوگیا اور ضرورت خرچ کی ہوئی خورد و نوش کے لئے بھی اور شاید کچھ خزانہ کے اخراج یا تلاش میں بھی کچھ خرچ ہوتا کیونکہ خزانہ ملنا مونہ کا نوالہ تو ہے ہی نہیں اسلئے) اس نے عام لوگوں کے سامنے گدائی چلانا چاہا (دق فی الغیاث بالفتح بمعنی گدائی زیرا کہ آں در دیگراں را کوفتن ست اھ مختصرا) لیکن (عادت نہ ہونے کے سبب) شرم و ہمت نے اُسکا دامن پکڑلیا (یعنی مانع ہوا پس) اپنے کو صبر میں دبانا شروع کیا (مگر) پھر اُس کا نفس بھوک سے بیقرار ہوا (اسلئے) گدائی کرنے سے اُس نے چارہ نہ دیکھا (اپنے جی میں) کہا کہ رات کو آہستہ آہستہ باہر نکلونگا تاکہ تاریکی کے سبب گدائی سے مجھکو شرم نہ آوے مثل (گدائے) شبکوک کے (یعنی جو کہ شب کو درختوں پر بیٹھکر سوال کرے کذا فی الغیاث) میں ذکر (یعنی دعا

للمعطین) اور آواز (یعنی سوال) کرونگا تاکہ مجھکو بالاخانوں سے آدہاہی دانگ مل جاوے (شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ شب کو دینے کے لیئے باہر نہ نکلتے ہوں بام پر سے ڈال دیتے ہوں گدا اُٹھا لیتا ہو حاصل یہ کہ) اسی پیچ میں محلہ میں باہر نکلا اور اس فکر میں ہر طرف پھرتا تھا کسی وقت تو شرم وجاہ مانع ہوتی تھی کسی وقت بھوک اسکو کہتی کہ مانگ (اسی طرح) ایک پانو آگے اور ایک پانو پیچھے تہائی شب تک (متردد رہا) کہ مانگوں یا سوکھے ہی مونہ سو جاؤں (اسی حیص بیص میں تھا کہ) دفعۃً عسس نے اسکو گرفتار کرلیا (اور) بے محابا بے توقف لکڑیاں مارنا شروع کیں (فی الغیاث محابا بالضم اول در اصل محاباۃ بود فرو گذاشتن مروت و اعانت وفیہ شکیفتن بمعنی صبر کردن اھ اور وجہ اُس عسس کے اس تشدد کی یہ تھی کہ) اتفاقاً اُن تاریک شبوں میں لوگوں نے رات کو چوری کرنے والوں سے مضرت دیکھی تھی (اور) راتیں خوفناک اور نامبارک تھیں (لوقوع الضرر فیہا) پس عسس چوروں کو (نہایت) اہتمام سے تلاش کر رہا تھا یہاں تک کہ بادشاہ نے کہدیا تھا کہ ہاتھ کاٹ ڈالو جو شخص کہ شب کو پھرتا ہو اگرچہ وہ میرا ہی عزیز ہو (اور) عسس پر بادشاہ نے تہدید اور تخویف کی تھی کہ تم لوگ چوروں پر کس لئے رحیم ہوتے ہو (اور) ان کے حیلہ کو کس وجہ سے باور کرتے ہو (مراد اس سے وہ عذر ہے جو رات کو نکلنے کے لیئے تراشا جاوے) یا کس لئے ان سے (رشوت میں) زر قبول کرتے ہو (آگے مولانا فرماتے ہیں کہ) رحمت کرنا چوروں پر اور منحوس دست بر (حقیقت میں) ضعیفوں پر زحمت اور بیرحمی ہے ہاں خاص شخص کے رنج (کے خیال) سے انتقام لینے سے مت درگذر اُس کے رنج کو اختیار کرلے اور عام کے رنج کو دیکھ (آگے اسکی مثال ہے کہ اگر انگلی میں سانپ کے کاٹنے سے ایسا زہر ہو جاوے کہ آگے تعدیہ کا اندیشہ ہو تو اُس) ڈسی ہوئی انگلی کو دفع شر کیلئے (فوراً) کاٹ ڈال (اور اُس کے) تعدیہ میں اور (تعدیہ کے سبب بقیہ) جسد کے ہلاک ہو جانے میں نظر کر (پس اسی طرح جسکا ضرر دوسروں پر پہونچے اسکو قطع یا قتل کردو حسب اجازت شریعت غرض) اُن ایام میں چوروں کا بہت ہجوم تھا کہ (اسی زمانہ میں اتفاقاً) یہ فقیر عسس کے ہاتھ میں واقع ہو گیا (آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) اتفاقاً اُن ایام میں چور لوگ مجتمع ہو گئے تھے دزد پختہ بھی اور خام بھی (یعنی مشاق قدیم و نو آموز جدید) ایسے وقت میں عسس نے اسکو دیکھا اُسکے سر اور پشت پر بیشمار لکڑیاں تر دو در سے ماریں اُس فقیر سے نعرۂ فریاد نکلنے لگا کہ مار مت تاکہ میں تجھسے صحیح صحیح حال کہدوں اُس نے کہا کا سوقت میں نے تجھکو مہلت دی کہہ کہ تو شب کو باہر کیوں نکلا بتلا (اور) تو یہاں کا (رہنے والا بھی) نہیں ہے پردیسی اور اجنبی ہے۔ سچ بتلا تو کس فکر میں ہے اور اُس عسس نے یہ بھی کہا کہ اہل دفتر نے تھانہ دار کو (یعنی مجھکو) مطعون کر رکھا ہے کہ کس لئے اب چور زیادہ ہو گئے ہیں (سو یہ) کثرت تجھسے اور تیرے ہمرنگ لوگوں سے ہے۔ پہلے اپنے (اُن) بدمعاش یاروں کو بتلا ورنہ سب کا کینہ تجھسے نکالونگا تاکہ ہر صاحب حشمت بے خوف ہو جاوے (تخصیص صاحب حشمت کی اسلئے ہے کہ چوری ایسوں ہی کے گھر ہوتی ہے) اُس نے بہت سی قسموں کے بعد کہا کہ میں خانہ زن اور کیسہ بر نہیں ہوں۔ میں چوری اور ظلم کا آدمی نہیں ہوں۔ میں مصر کا تو پردیسی اور بغداد کا باشندہ ہوں (اور پھر تمام) قصہ اُس خواب اور گنج زر کا کہا پس اُسکے صدق سے اُس (عسس) کا دل شگفتہ ہو گیا (اور شبہ دزدی کا جاتا رہا اور) اُسکی سوگند سے اسکو صدق کی بو آئی (اور ایسی مثال ہوئی کہ) اُس کا سوز اُس کے سپند سے ظاہر ہو گیا (آگے انتقال ہے صدق و کذب کی بیان خاصیت خاصہ کی طرف)۔

دربیان حدیث الصدق طمانینۃ والکذب ریبۃ فی الحاشیہ ما تعریبہ روی عن الترمذی واحمد والنسائی وحسنہ الترمذی وصححہ الحاکم

دل بیارامد ز گفتار صواب
دل تسلی پاتا ہے گفتار صواب سے
آنچنانکہ تشنہ آرامد بآب
جس طرح کہ تشنہ تسلی پاتا ہے آب سے

جز دل محجوب کو را علتیست
بجز قلب محجوب کے کہ جسمیں کوئی علت ہے
از نبی اش تا غبی تمییز نیست
جسکو نبی سے غبی تک کی تمیز نہیں ہے

ورنہ آں پیغام کز موضع بود
ورنہ جو پیام کہ موضع سے ہو
بر زند بر مہ شگافیدہ شود
وہ چاند پر اثر کرتا ہے وہ شگافیدہ ہوجاتا ہے

مہ شگافد واں دل محجوب نے
وہ چاند تو شگافیدہ ہوجاتا ہے قلب محجوب نہیں ہوتا
زانکہ مردودست او محبوب نے
کیونکہ وہ مردود ہے محبوب نہیں ہے

چشمۂ چشم عسس زاشک مبل
عسس کی آنکھ چشمہ ہوگئی اشک ترکنندہ سے
نے ز گفت خشک بل از بوئے دل
گفتار خشک سے نہیں بلکہ بوئے دل سے

یک سخن از دوزخ آید سوئے لب
ایک بات دوزخ سے لب کی طرف آتی ہے
یک سخن از شہر جاں در کوئے لب
ایک بات شہر جان سے کوئے لب میں پہنچتی ہے

بحر جاں افزا و بحر پر حرج
بحر جان افزا۔ اور بحر پر حرج
در میان ہر دو بحر ایں لب مرج
دونوں بحر کے درمیان میں یہ لب محل مرج کا

بحر جان افزا و بحر عمر کاہ

بحر جان افزا اور بحر عمر کاہندہ

چوں بنیلو در میان شہرہا

جیسے منڈی ہوتی ہے شہروں کے درمیان

کالۂ محبوب و قلب کیسہ بُر

متاع محبوب اور ردی کیسہ قطع کرنے والا

زیں بنیلو ہر کہ بازرگان ترست

اس منڈی والوں میں سے جو شخص زیادہ سوداگر ہے

شد بنیلو مر درا دار الرباح

منڈی ایک شخص کے لئے دار نفع ہے

ہر یکے زاجزائے عالم یک بیک

ہر چیز اجزاء عالم میں سے ایک ایک کرکے

بر یکے قندست و بر دیگر چو زہر

ایک پر قند ہے اور دوسرے پر زہر

بر یکے دلوست و بر دیگر چو جور

ایک پر دلو ہے اور دوسرے پر مثل جور کے

بر یکے گنج ست و بر دیگر چو مار

ایک پر خزانہ ہے اور دوسرے پر مثل سانپ کے

ہر دو آں بر لب گذر دارند و راہ

دونوں لب پر گذر اور راہ رکھتے ہیں

از نواحی آمد آنجا بہرہا

اطراف سے اس جگہ حصے آتے ہیں

کالۂ پر سود و مستشرق چو در

متاع پر سود اور موتی کی طرح روشن ہونے والا

بر سرہ و بر قلب ہا دیدہ ورست

وہ خالص اور ناخالص پر صاحب نظر ہے

واں دگر را از عمی دار الجناح

اور اس دوسرے کے لئے بوجہ کوری کے دار گناہ ہے

بر غبی بندست و بر استاد فک

غبی کے لئے قید ہے اور استاد پر فک قید ہے

بر یکے لطف ست و بر دیگر چو قہر

ایک پر لطف ہے اور دوسرے پر مثل قہر کے

بر یکے نارست و بر دیگر چو نور

ایک پر نار ہے اور دوسرے پر مثل نور کے

بر یکے وردست و بر دیگر چو خار

ایک پر گلاب ہے اور دوسرے پر مثل خار کے

بر یکے شیرین و بر دیگر ترش
ایک پر شیریں اور دوسرے پر ترش

بر یکے پنہان و بر دیگر عیاں
ایک پر مخفی اور دوسرے پر مثل عیاں کے

بر یکے بندست و بر دیگر گشاد
ایک پر قید ہے اور دوسرے پر کشادگی

بر یکے نوش ست و بر دیگر چو نیش
ایک پر نوش ہے اور دوسرے پر مثل نیش کے

بر یکے نقص ست و بر دیگر کمال
ایک پر نقص ہے اور دوسرے پر کمال

بر یکے روز ست و بر دیگر چو شب
ایک شخص پر دن ہے اور دوسرے پر مثل شب کے

بر یکے محبوب و بر دیگر عدو
ایک پر محبوب ہے اور دوسرے پر دشمن

بر یکے آبست و بر دیگر چو خون
ایک پر پانی ہے اور دوسرے پر خون ہے

بر یکے حلوا و بر دیگر چو سم
ایک پر حلوا ہے اور دوسرے پر مثل زہر کے ہے

بر یکے مبہوت و بر دیگر چو ہش
ایک پر مبہوت اور دوسرے پر مثل ہوش کے

بر یکے سود ست و بر دیگر زیاں
ایک پر نفع اور دوسرے پر زیاں

بر یکے قیدست و بر دیگر مراد
ایک پر قید ہے اور دوسرے پر مراد

بر یکے بیگانہ بر دیگر چو خویش
ایک پر بیگانہ دوسرے پر مثل قرابت دار کے

بر یکے ہجر ست و بر دیگر وصال
ایک پر ہجر ہے اور دوسرے پر وصال

بر یکے عیش ست و بر دیگر تعب
ایک پر عیش ہے اور دوسرے پر تعب ہے،

بر یکے راح ست و بر دیگر کدو
ایک پر شراب ہے اور دوسرے پر کدو

بر یکے اعجاز و بر دیگر فسون
ایک پر معجزہ ہے اور دوسرے پر افسوں ہے

بر یکے سنگ ست و بر دیگر صنم
ایک پر پتھر اور دوسرے پر معشوق ہے

بر یکے جسم ست و بر دیگر چو روح
ایک پر جسم ہے اور دوسرے پر مثل روح کے ہے

بر یکے حبس ست و بر دیگر فتوح
ایک پر حبس ہے اور دوسرے پر فتوح ہے

بر یکے تیر ست و بر دیگر کمان
ایک پر تیر ہے اور دوسرے پر کمان ہے

بر یکے نان ست و بر دیگر سنان
ایک پر روٹی اور دوسرے پر سنان ہے

ہر جمادے با نبی افسانہ گو
ہر جماد نبی کے ساتھ افسانہ گو

کعبہ با حاجی گواہ و نطق جو
کعبہ حاجی کے لئے گواہ اور ناطق ہوگا

بر مصلے مسجد آمد ہم گواہ
مصلے پر بھی مسجد گواہ ہوگی

کو ہمی آمد بمن از دور راہ
کہ وہ میرے پاس راہ دور سے آتا تھا

بر خلیل آتش بود ریحاں وورد
حضرت خلیل علیہ السلام پر آتش ریحاں اور ورد ہوگی

لیک بر نمرود آں مرگ ست و درد
لیکن نمرود پر وہ مرگ اور درد تھی

بارہا گفتیم ایں را اے حسن
ہمنے اسی کو بارہا کہا ہے اے حسن

می نگردم از بیانش سیر من
میں اس کے بیان سے سیر نہیں ہوتا ہوں

بارہا خوردی تو ناں دفع ذبول
تونے بارہا روٹی دفع اضمحلال کے لئے کھائی ہے

ایں ہماں نان ست چوں نبوی ملول
یہ وہی روٹی ہے تو ملول کیوں نہیں ہوتا

در تو جوعے میرسد نو ز اعتدال
تیرے اندر بوجہ اعتدال کے ایک گرسنگی تازہ پہونچ جاتی ہے

کہ ہمی سوزد ازو تخمہ و ملال
کہ اسکی وجہ سے تخمہ اور ملال سوخت ہوجاتا ہے

ہر کرا درد مجاعت نقد شد
جسکو الم جوع حاصل ہوگیا

نو شدن با جزو جزوش عقد شد
جدید ہونا اسکے ایک ایک عضو کے ساتھ بندھ گیا

لذت از جوع ست نے از نقل نو ‎ ‎ ‎ با مجاعت از شکر بہ نان جو

لذت بھوک کے سبب ہے نہ کہ غذائے جدید سے ‎ ‎ ‎ بھوک کے ساتھ نان جویں شکر سے بہتر ہے

پس ز بے جوعی ست وز تخمہ تمام ‎ ‎ ‎ آں ملالت نے ز تکرار کلام

وہ تیرا ملول ہونا بالکلیہ ناگرسنگی ‎ ‎ ‎ اور تخمہ سے ہے نہ کہ تکرار کلام سے

چوں ز دکاں و مکیس و قیل و قال ‎ ‎ ‎ در فریب مردمت ناید ملال

دکان اور مماکسہ اور قیل و قال سے ‎ ‎ ‎ جو کہ لوگوں کے پھسلانے میں ہوتا ہے کیونکر ملال نہیں ہوتا

چوں ز غیبت و اکل لحم مردماں ‎ ‎ ‎ شصت سالت سیری نامد ازاں

غیبت اور لوگوں کے گوشت کھانے سے ‎ ‎ ‎ ساٹھ سال میں تجکو اس سے سیری نہ ہوئی

شعرہا در عشق قحبہ گفتہ تو ‎ ‎ ‎ بے ملالت ہمچو گل بشگفتہ تو

بہت سے اشعار تونے قحبہ کے عشق میں کہے ہیں ‎ ‎ ‎ بلا ملال تو گل کی طرح شگفتہ رہا ہے

مدحہا در صید شلہ گفتہ تو ‎ ‎ ‎ بے ملولی بارہا بشگفتہ تو

بہت مدحیں شرمگاہ کے حاصل کرنیکے لئے تونے کہی ہیں ‎ ‎ ‎ بلا ملال بارہا تو شگفتہ رہا ہے

بار آخر گوئیش سوزاں و چست ‎ ‎ ‎ گرم تر صد بار از بار نخست

دوسری بار تو اسکو کہتا ہے شوقین اور چست ہو کر ‎ ‎ ‎ سو بار اس سے زیادہ شائق پہلی بار سے

درد داروئے کہن را نو کند ‎ ‎ ‎ درد ہر شاخ ملولی خو کند

مرض پرانی دوا کو جدید کر دیتا ہے ‎ ‎ ‎ مرض ملولی کی ہر شاخ کو قطع کر دیتا ہے

کیمیائے نو کنندہ دردہاست ‎ ‎ ‎ کو ملولی آں طرف کہ دردخاست

کیمیا نیا بنانے والی امراض ہیں ‎ ‎ ‎ اس طرف ملولی کہاں جہاں مرض پیدا ہوا

هین مزن تو از ملولی آہ سرد
خبردار تو ملولی سے آہ سرد مت کر

درد جو و درد جو و درد درد
درد طلب کر اور درد طلب کر اور درد درد

خادع دردند درمانہای ژاژ
بیہودہ معالجات درد کے دھوکہ دینے والے ہیں

رہزنند و زرستانان رسم باژ
رہزن ہیں اور زرستاں ہیں بطریق خراج کے

آب شوری نیست درمان عطش
آب شور تشنگی کا علاج نہیں

وقت خوردن گر نماید سرد و خوش
اگرچہ پینے کے وقت سرد اور خوش معلوم ہو

لیک خادع گشت و مانع شد ز جست
لیکن وہ خادع ہو گیا اور مانع ہو گیا

ز آب شیرینی کز و صد سبزہ رست
آب شیریں کی جستجو کرنے سے جس سے صدہا سبزہ پیدا ہوتے ہیں

ہمچنیں ہر زر قلبی مانع ست
اسی طرح ہر زر قلب مانع ہے

از شناس نقد زر ہر جا کہ ہست
معرفت زر خالص سے جہاں کہیں ہے

بال و پرت را بہ تزویری برید
تیرے بال و پر کو تزویر سے قطع کر دیا

کہ مراد تو منم گیر ای مرید
کہ تیری مراد میں ہوں اسے مرید لے

گفت دردت چینم و خود درد بود
کہا کہ تیرا مرض میں چن لونگا اور حالانکہ وہ خود مرض تھا

باطنا خار و بظاہر ورد بود
وہ باطنا خار تھا اور بظاہر گل تھا

رو ز درمان دروغین می گریز
جا جھوٹے علاج سے بھاگتا رہ

تا شود وردت مطیب مشک بیز
تاکہ تیرا ورد پاکیزہ اور مشک بیز ہو جاوے

دل تسلی پاتا ہے گفتار صواب سے جس طرح کہ تشنہ تسلی پاتا ہے آب سے (جیسا کہ اُس کے قلب کو اُس کی حکایت سے تسلی ہو گئی) اور یہ مضمون حدیث کا ہے اور مقصود اس سے فی نفسہ صدق و کذب کی ایک خاصیت بیان کرنا ہے

اور عوارض سے تخلف ممکن ہے اور نیز ہر قلب کے اعتبار سے یہ حکم نہیں ہے بلکہ جسمیں صفت سلامت کی ہو اسی لئے مولانا قلب غیر سلیم کو آگے مستثنیٰ فرماتے ہیں یعنی) بجز قلب محجوب کے کہ جسمیں کوئی علت ہے جسکو نبی سے غبی تک کی تمیز نہیں ہے ورنہ (اگر قلب محجوب نہ ہو تو پھر) جو پیام (اور مضمون) کہ موضع (اصلی) سے ہو (مراد اس موضع سے محکی عنہ ہے یعنی جو حکایت کہ مطابق محکی عنہ کے ہو) وہ چاند پر (بھی) اثر کرتا ہے (اور) وہ (اس کے اثر سے) شگافیدہ ہوجاتا ہے (اور) وہ چاند تو (اس سے) شگافیدہ ہوجاتا ہے (مگر) قلب محجوب (متاثر) نہیں ہوتا کیونکہ وہ (قلب محجوب) مردود ہے (اور) محبوب نہیں ہے (پس مردود ہونے سے فاسد الادراک ہوگیا اور مراد چاند سے اگر قلب منور ہے تب تو مطلب ظاہر ہے اور اگر معنی حقیقی ہیں تو یہ بعض اوقات کے اعتبار سے ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوی نبوت کا صادق تھا اور آپ کے صدق کے اظہار کیلئے اللہ تعالی نے چاند کو منشق کردیا اور قلوب کفار متاثر نہ ہوئے اور اس انشقاق میں آپ کے صدق کو موثر کہنا اس طرح ہوسکتا ہے کہ آپ کا دعویٰ سبب ہوگیا حق تعالیٰ سے اس معجزہ کی درخواست کا اور وہ درخواست سبب ہوئی اس کے ظہور کا اور سبب کا سبب سبب ہوتا ہے پس دعوی سبب موثر فی الانشقاق ہوا چونکہ اس فقیر کی بات بھی سچی تھی اور عسس کی استعداد قلب کی باطل نہ ہوئی ہوگی گو ممکن ہے کہ پورا عدل نہ ہو ضعیف ہوگئی ہو مگر ایمان کی وجہ سے باقی ہوگی اس لئے اس عسس کی آنکھ (مثل) چشمہ (کے) ہوگئی اشک ترکنندہ (یعنی کثیر) سے (یعنی وہ رونے لگا سو یہ اثر) گفتار خشک سے نہیں (ہوا) بلکہ بوئے دل سے (ہوا آگے علاوہ اثر طمانینۃ و ریبہ کے دوسرے آثار میں کلاموں کا مختلف ہونا بیان فرماتے ہیں کہ) ایک بات دوزخ سے (کہ مثال ہے نفس کی نکلکر) لب کی طرف آتی ہے (اور) ایک بات شہر جان سے کہ مشابہ جنت کے ہے) کوئے لب میں پہونچتی ہے (یعنی کسی بات کا منشا نفس ہوتا ہے اور کسی کا روح اور ہر ایک کا جدا اثر ہوتا ہے جسمیں سے ایک اثر طمانینۃ و ریبۃ ہے پس ایک کلام تو جسکا منشا روح ہے گویا) بحر جان افزا (و مورث آثار محمودہ و منہا الطمانینۃ ہے) اور ایک کلام جسکا منشا نفس ہے گویا) بحر پر حرج (و مورث آثار مذمومہ و منہا الریبۃ ہے اور ان) دونوں بحر کے درمیان میں یہ لب محل ہے مرج کا (جسکے معنی ہیں خلط و ارسل یہ اشارہ ہے آیۃ مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ لا یبغیان کی طرف مطلب یہ کہ یہ دونوں کلام روحانی و نفسانی تو بوجہ اختلاف خواص کے گویا دو بحر مختلف مالح و عذب ہیں اور لب جن پر سے دونوں کلام گذرتے ہیں گویا وہ زمین ہے جو محل ہے مرج بحرین مختلفین کا چنانچہ لب کی وجہ تشبیہ آگے صریح ہے یعنی) بحر جان افزا (یعنی کلام طمانینت بخش) اور بحر غم کا ہندہ (یعنی کلام ریبت زایہ) دونوں لب پر گذر اور راہ رکھتے ہیں لیکن جسطرح دونوں بحروں کو اہل ذوق صحیح پہچان لیتے ہیں اسی طرح دونوں کلاموں کو ایسے لوگ متمیز کرلیتے ہیں آگے مثال ہے لبوں پر مختلف کلاموں کے آنے کی یعنی) جیسے منڈی ہوتی ہے شہروں کے درمیان (کذا فی الغیاث) اطراف (مختلفہ) سے اس جگہ حصے (یعنی اسباب مختلفہ) آتے ہیں (یعنی) متاع محبوب اور ردی کیسہ کا قطع کرنے والا (بھی اور) متاع پر سود اور موتی کی طرح روشن ہونے والا (بھی یہ سب آتے ہیں لیکن اس منڈی والوں میں سے جو شخص زیادہ سوداگر ہے وہ خالص اور ناخالص پر صاحب نظر ہے (پس) منڈی ایک شخص

کے لئے دار نفع ہے اور اس دوسرے کے لئے بوجہ کوری کے دار گناہ (و نقصان) ہے (اسی طرح مختلف و مخلط کلام باوجودیکہ ایک ہی منڈی یعنی لب و دہان میں جمع ہوتے ہیں اور اس لئے کالشئ الواحد ہیں مگر اہل بصیرت کو ان میں امتیاز ہے اور وہ اس امتیاز سے منتفع ہوتے ہیں اور غیر اہل بصیرت تلبیس و ضرر میں پڑتے ہیں پس ایک ہی کلام ایک کیلئے نافع دوسرے کے لئے مضر آگے بطور انتقال من الانتفاع بمعرفۃ خاصیۃ الطمانینۃ والریبۃ والتضرر بعدم معرفتہما الی مطلق الانتفاع والتضرر اس اختلاف نفع و ضرر کی تعمیم کرتے ہیں کہ کلام ہی کی کیا تخصیص ہے ہر چیز اجزاء عالم میں سے ایک ایک کرکے غبی کے لئے قید (اور گرفتاری) ہے اور استاد (یعنی عارف صاحب بصیرت) پر فلک قید ہے (مثلاً ایک شخص ان اجزاء کے تعلق میں خدا تعالیٰ سے دور ہوگیا دوسرا ان ہی اجزاء کو مظہر سمجھکر خدا تعالیٰ کا مقرب ہوگیا پس ایک ہی چیز) ایک (شخص) پر قند ہے اور دوسرے (شخص) پر زہر (یعنی ایک کے لئے خیر و نفع دوسرے کے لئے شر و ضرر) ایک پر لطف ہے اور دوسرے پر مثل قہر کے ایک پر دلو ہے اور دوسرے پر مثل حور کے ایک پر نار ہے اور دوسرے پر مثل نور کے ایک پر خزانہ ہے اور دوسرے پر مثل سانپ کے ایک پر گلاب ہے اور دوسرے پر مثل خار کے ایک پر شیریں اور دوسرے پر ترش ایک پر مبہوت اور دوسرے پر مثل ہوش کے ایک پر مخفی اور دوسرے پر مثل عیاں کے ایک پر نفع اور دوسرے پر زیاں ایک پر قید ہے اور دوسرے پر کشادگی ایک پر قید ہے اور دوسرے پر مراد ایک پر نوش ہے اور دوسرے پر مثل نیش کے ایک پر بیگانہ دوسرے پر مثل قرابت دار کے ایک پر نقص ہے اور دوسرے پر کمال ایک پر ہجر ہے اور دوسرے پر وصال ایک شخص پر دن ہے اور دوسرے پر مثل شب کے ایک پر عیش ہے اور دوسرے پر رقیب ہے ایک پر محبوب ہے اور دوسرے پر دشمن ایک پر شراب ہے اور دوسرے پر کدو (جو ظرف شراب ہے) ایک پر پانی ہے اور دوسرے پر خون ہے ایک پر معجزہ ہے اور دوسرے پر افسوں ہے ایک پر حلوا ہے اور دوسرے پر مثل زہر کے ہے ایک پر بیچارہ ہے اور دوسرے پر معشوق (دلبر) ہے ایک پر جسم ہے اور دوسرے پر مثل روح کے ہے ایک پر حبس ہے اور دوسرے پر فتوح ہے ایک پر تیر ہے اور دوسرے پر کمان ہے ایک پر روئی اور دوسرے پر سنان ہے۔ ہر جماد (عام کے سامنے جماد اور) نبی کے سامنے افسانہ گو (اس جماد میں سے ایک) کعبہ (ہے کہ وہ قیامت کے روز) حاجی کے لئے گواہ اور ناطق ہوگا (اور جنکو اس سے تعلق نہیں ان کے لئے ناطق بالشہادۃ والشفاعۃ نہ ہوگا تو یہاں بھی ایک چیز ایک کے حق میں ایک صفت کی دوسرے کے حق میں دوسری صفت کی اسی طرح) مصلے پر بھی مسجد گواہ ہوگی کہ وہ میرے پاس راہ دور سے آتا تھا (اور جنکو اس سے علاقہ نہیں ان کے لئے شہید و شفیع نہ ہوگی تو یہاں بھی ایک چیز دو شخصوں کے حق میں دو صفت کی ہوئی اسی طرح) حضرت خلیل علیہ السلام پر آتش ریحان اور ورد ہوگئی لیکن نمرود پر وہ مرگ اور درد تھی (چنانچہ اس کے لئے سبب ہوگئی مرگ و درد ابدی کی) پس ان امثلہ سے مدعائے مذکور کہ ایک شے کسی کو نافع ہے کسی کو مضر بوجہ احسن و ابین ثابت ہوگیا آگے جواب ہے سوال مقدر کا کہ تم تو اس مضمون کو متعدد دفعہ بیان کرچکے ہو بار بار تکرار سے کیا فائدہ اس کا جواب دیتے ہیں کہ واقعی ہمنے اسی (مضمون) کو بار بار کہا ہے اے حسن (جیسا دفتر اول میں بھی تحت سرخی تفسیر آیت مرج البحرین ان اشعار میں بیان کیا ہے در مقامے ہست ایں ہم زہر مار

الیٰ قولہ ایں چنیں باشد تفاوت در امور لیکن) میں اس کے بیان سے سیر نہیں ہوتا ہوں (مطلب یہ کہ تم بوجہ بے رغبتی کے اس مضمون سے سیر ہو اس لئے تمکو یہ تکرار معلوم ہوتا ہے اور میں بوجہ رغبت کے اس سے سیر نہیں ہوں اس لئے مجھکو یہ تکرار معلوم نہیں ہوتا چنانچہ جو چیزیں تمکو مرغوب ہیں ان کا تم بھی تکرار بلا ملال کرتے ہو مثلاً) تو نے بارہا روٹی دفع اضمحلال کے لئے کھائی ہے یہ وہی روٹی ہے (جو اس سے پہلے بارہا کھائی ہے مگر) تو ملول کیوں نہیں ہوتا (یہ تو بطور جواب الزامی ہے آگے اس عدم ملال کی لم بتلاتے ہیں جس سے یہ جواب تحقیقی ہو جاویگا کہ وجہ روٹی سے ملول نہ ہونے کی یہ ہے کہ) تیرے اندر بوجہ اعتدال (مزاج) کے ایک گرسنگی تازہ پہونچ جاتی ہے کہ اسکی وجہ سے تخمہ اور ملال سوخت (اور فنا) ہو جاتا ہے (کیونکہ قاعدہ کلیہ ہے کہ) جسکو الم جوع حاصل ہو گیا (غذائے غیر جدید کا) جدید ہونا اس کے ایک ایک عضو کے ساتھ بندہ گیا (پس اصل) لذت (و رغبت) بھوک کے سبب سے ہے نہ کہ غذائے جدید سے بھوک کے ساتھ نان جویں شکر سے بہتر ہے (جو کہ بدوں بھوک کے ہو پس معلوم ہوا کہ) وہ تیرا ملول ہونا (مضمون مذکور کے اعادہ سے) بالکلیہ ناگرسنگی اور تخمہ سے ہے نہ کہ تکرار کلام سے (ورنہ ہر جگہ تکرار موجب ملولی ہوتا حالانکہ مرغوب کی تکرار سے بھی ملال نہیں ہوتا اسکی اور مثال لو کہ) دکان (تجارت) اور مماکسہ (بمعنی تنگی در بیع اماکہ مکاس بضم المیم) اور قیل و قال سے جو کہ (مشتری) لوگوں کے بھسلانے میں ہوتا ہے کیونکر ملال نہیں ہوتا (اور مثال لو کہ) غیبت اور لوگوں کے گوشت کھانے سے ساٹھ سال میں تجھکو اس سے سیری نہ ہوئی (اور مثال لو کہ) بہت سے اشعار تو نے قحبہ کے عشق میں کہے ہیں (اور) بلا ملال تو گل کی طرح شگفتہ رہا ہے بہت حیل (کسی قحبہ کی) شرمگاہ کے حاصل کرنے کے لئے تو نے کئی ہیں بلا ملال بارہا تو شگفتہ رہا ہے (پھر) دوسری بار تو اسکو کہتا ہے شوقین اور چست ہو کر (اور) سو بار میں زیادہ شائق پہلی بار سے (اور مثال لو کہ) مرض پرانی دوا کو جدید کر دیتا ہے مرض ملولی کی ہر شاخ کو قطع کر دیتا ہے (کذا فی الغیاث فی معنی خو) کیمیا (جو کہ پرانی چیزوں کو نیا بنانے والی ہے وہ) امراض ہیں اس طرف ملولی کہاں جہاں مرض پیدا ہوا (اور جیسا امثلہ بالا میں طلب اور درد کا خاصہ معلوم ہوا یہی حال ہے درد باطن اور طلب کا کہ اس کے ہوتے ہوئے تکرار کا خود تقاضا ہوتا ہے نہ کہ اس سے ملال ہو جب یہ معلوم ہو گیا پس) خبردار تو ملولی سے آہ سرد مت کر (بلکہ) درد طلب کر اور درد طلب کر اور درد درد (یہ تاکید ہے اور چونکہ عادۃً درد و طلب پیدا ہونے کا طریق صحبت ہے شیوخ کی اور اس میں بعض اوقات دھوکہ ہو جاتا ہے کہ مزور کو کامل سمجھکر اس سے رجوع کرے اس لئے اس سے تحذیر ہے کہ) بیہودہ (اور بے اثر معالجات درد (و مرض) کے دھوکہ دینے والے ہیں (جیسے بے قاعدہ علاج مرض کے حق میں بالکل دھوکہ ہے دو وجہ سے ایک یہ کہ اسکو کافی سمجھا دوسرے یہ کہ صحیح علاج سے مستغنی رہا اور یہ شبہ نکیا جاوے کہ مرض حسی میں تو مرض کا ازالہ مقصود ہے اور عدم ازالہ دھوکہ ہے اور درد باطن میں بالعکس ہے پس تشبیہ کیسے صحیح ہے بات یہ ہے کہ یہاں بھی دھوکہ یہی عدم ازالہ مرض ہی ہے یہاں مرض درد نہیں ہے بلکہ عدم درد ہے بس حاصل دھوکہ کا یہ ہوا کہ عدم درد زائل نہ ہو یعنی درد پیدا نہو کہ یہی درد صحت باطنی ہے جب یہ معالجات ایسے ہیں تو اس معالجہ کے مدعی) رہزن ہیں اور زرستان ہیں بطریق

خراج کے (ھکذا فی الغیاث فی معنی باز مرادف باج اور ایسے لوگوں کا ٹیکس لینا مشاہد ہے آگے اس خداع کی مثال ہے کہ جیسے) آب شور تشنگی کا علاج نہیں ہے اگرچہ پینے کے وقت سرد اور خوش معلوم ہو (سوا اس میں نفع تو کچھ نہیں) لیکن (عنبر البتہ ہے وہ یہ کہ) وہ خادع ہو گیا اور (تفسیر خادع ہونے کی یہ ہے کہ) مانع ہو گیا آب شیریں کی جستجو کرنے سے جس سے صدہا سبزہ پیدا ہوئے ہیں (آگے اور مثال ہے کہ) اسی طرح ہر زر قلب مانع ہے معرفت زر خالص سے جہاں کہیں ہے (بس اسی طرح اس مزور نے) تیرے بال و پر کو (یعنی صلاحیت ترقی کو) تزویر سے قطع کر دیا کہ تیری مراد میں ہوں اے مرید (مجھ سے مراد لے (اور براہ تزویر یہ) کہا کہ تیرا مرض میں چن لونگا اور حالانکہ وہ خود مرض تھا (اور) وہ باطناً خائب تھا اور بظاہر گل تھا (مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ اے طالب) جا جھوٹے علاج سے بھاگتا رہ تاکہ تیرا درد پاکیزہ اور رشک بزہو جاوے (یعنی تیری اس طلب پر ثمرات محمودہ قرب و وصول و نسبت مع اللہ مرتب ہوں آگے پھر عود ہے قصہ کی طرف۔)

گفتن عسس خواب خود را با غریب و نشان گنج دادن ہم در خانۂ او

گفت نے دزدی و نے تو فاسقی
عسس نے کہا کہ تو نہ چور ہے اور نہ فاسق ہے

مرد نیکی لیک گول احمقی
نیک آدمی ہے لیکن بیوقوف احمق ہے

بر خیال خواب چندیں رہ کنی
خواب کے خیال پر تو اتنا راستہ قطع کرتا ہے

نیست عقلت را تسوی روشنی
تیری عقل میں ایک تسو بھر بھی روشنی نہیں ہے

بر خیالے اینچنیں راہ دراز
ایک خیال پر اتنا دراز راستہ

پیش گیری از سر جہل و آز
اختیار کرتا ہے جہل و حرص کی رو سے

بارہا من خواب دیدم مستمر
میں بارہا مدت مستمر سے یہ خواب دیکھ رہا ہوں

کہ بہ بغداد ست گنج مستتر
کہ بغداد میں ایک خزانہ مستتر ہے

در فلاں کوی و فلاں خانہ دفین
فلاں محلہ اور فلاں گھر میں مدفون ہے

بود آں خود نام خانہ و کوی ایں
وہ خود اسی شخص کے گھر اور محلہ کا نام تھا

هست در خانهٔ فلانے رو بجو
وہ فلانے گھر میں ہے جا تلاش کر

نام خانہ و نام او گفت آں عدو
اُس عدو نے اسی شخص کے گھر کا نام اور اس کا نام بتلایا

دیدہ ام خود بارہا ایں خواب من
میں نے بارہا یہ خواب دیکھا

کہ بہ بغداد ست گنجے در وطن
کہ بغداد میں ایک خزانہ ہی وطن کے اندر

ہیچ من از جانہ رفتم زیں خیال
میں اس خیال کے سبب کبھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹا

تو بیک خوابے بیائی بے ملال
تو ایک ہی خواب پر بے ملال چلا آیا

خواب احمق لائق عقل وی ست
احمق کا خواب اُسی کی عقل کے لائق ہے

ہمچو او بے قیمت ست و لاشے ست
اُس کی موافق بے قیمت اور لاشے ہے

خواب زن کمتر ز خواب مرداں
عورت کے خواب کو مرد کے خواب سے کم جان

از پے نقصان عقل و ضعف جاں
بوجہ ضعف عقل اور ضعف جان کے

خواب ناقص عقل و گول آید کساد
خواب ناقص العقل اور احمق کا کاسد ہوتا ہی

پس ز بیعقلی چہ باشد خواب باد
پس بے عقلی سے تو خواب کیسا ہوگا محض ہوا ہوگا

گفت با خود گنج در خانہ من ست
اپنے دل میں کہنے لگا کہ خزانہ تو میرے ہی گھر میں ہے

پس مرا آنجا چہ فقر و شیون ست
پھر مجکو اس جگہ کیا فقر و ماتم ہے

بر سر گنج از گدائی مردہ ام
خزانہ پر بیٹھا ہوا گدائی سے مردہ ہوں

زانکہ اندر غفلت و در پردہ ام
اس لئے کہ غفلت اور پردہ میں ہوں

زیں بشارت مست شد دردش نماند
اس بشارت سے وہ مست ہوگیا اور اسکی کلفت نہ رہی

صد ہزار الحمد زیر لب بخواند
لاکھوں الحمد لبوں کے نیچے ہی نیچے پڑھیں

گفت بد موقوف این لت نعمتم

کہا کہ میری یہ نعمت لات پر موقوف تھی

روکہ بر لوت شگرفے بر زدم

چل کہ نعمت عجیبہ پر میں نے ہاتھ مارا ہے

خواہ احمق داں وخواہی عاقلم

خواہ مجکو احمق جان خواہ مجکو عاقل سمجھ

خواہ احمق داں مرا خواہی فرو

خواہ مجکو احمق جان خواہ کمتر

من مراد خویش دیدم بیگماں

توجو چاہے کہہ میں نے اپنی مراد دیکھ ہی لی

گو مرا پردرد گوا ے محتشم

تو مجکو مریض کہہ اے صاحب احتشام

وائے گر برعکس بودے این مطار

افسوس ہوتا اگر یہ مقام پرواز برعکس ہوتا

با فقیرے گفت روزے یک خسے

کسی فقیر سے کسی روز ایک کمینہ نے کہا

گفت او گر می نداند عامیم

اُس نے کہا اگر مجکو عامی آدمی نہیں جانتا

آب حیواں بود در حانوت من

آب حیات میری دوکان ہی میں تھا

کوری آں وہم کہ مفلس بدم

ناس ہوا اس خیال کا کہ میں مفلس تھا

یافتم ہرچہ کہ می خواہد دلم

میرا جس چیز کو دل چاہتا ہے وہ میں نے پا ہی لی

آں من شد ہرچہ میخواہی بگو

وہ خزانہ میری ملک ہو ہی گیا

ہرچہ خواہی گو مرا اے بدہاں

بلا کسی شک کے تو جو چاہے کہہ ای بد زبان

پیش تو پردرد و پیش خود خوشم

میں تیرے نزدیک پر مرض ہوں اور اپنے نزدیک خوش ہوں

پیش تو گلزار و پیش خویش خوار

تیرے نزدیک گلزار ہوتا اور اپنے نزدیک خوار ہوتا

کہ ترا اینجا نمیداند کسے

کہ تجکو اس جگہ کوئی نہیں جانتا

خویش را من نیک میدانم کیم

میں تو اپنے کو خوب جانتا ہوں کہ کون ہوں

واے گر برعکس بودے درد وریش — **او بدی بینائے من من کور خویش**

افسوس ہوتا اگر یہ درد اور ریش برعکس ہوتا — کہ وہ تو میرا بینا ہوتا۔ اور میں اپنا نابینا ہوتا

احمقم گیر احمقم من نیک بخت — **بخت بہتر از لجاج وروی سخت**

تو مجکو احمق سمجھ میں احمق خوش نصیب ہوں — نصیب بہتر ہے خصومت اور ترشروئی سے

این سخن بر وفق ظنت می جہد — **ورنہ بختم داد عقلم می دہد**

یہ مضمون تیرے گمان کے موافق نکل رہا ہے — ورنہ میرا نصیبہ میری عقل کی داد دے رہا ہے

بازگشتن غریب مصر ببغداد و یافتن گنج را در خانہ خود

بازگشت از مصر تا بغداد او — **ساجد و راکع ثنا گو شکر گو**

وہ شخص مصر سے بغداد کی طرف واپس ہوا — سجدہ کرتا ہوا رکوع کرتا ہوا ثناؤ شکر کرتا ہوا

جملہ رہ حیران و مست او زین عجب — **ز انعکاس روزی و راہ طلب**

تمام راستہ وہ حیران اور مست اس عجیب بات سے — روزی اور راہ طلب کے منعکس ہونیسے

کز کجا امیدوارم کردہ بود — **وز کجا افشاند بر من سیم و سود**

کہ مجکو کہاں سے توامیدوار کیا تھا — اور کہاں سے مجھپر چاندی اور نفع نثار فرمایا

این چہ حکمت بود کان قبلہ مراد — **کردم از خانہ برون گمراہ و شاد**

یہ کیا حکمت تھی کہ اس قبلہ مقاصد نے — مجکو گھر سے باہر نکالا گمکردہ راہ اور شاد کرکے

تا شتابان در ضلالت می شدم — **ہر دم از مطلب جداتر می بدم**

یہاں تک کہ میں غلط راہی میں شتابان شتابان جا رہا تھا — ہر لحظہ مطلب سے زیادہ جدا ہوتا جاتا تھا

حق وسیلت کرد اندر رشد و سعد	باز آں عین ضلالت را بجود
حق تعالیٰ نے رشد اور نفع میں واسطہ بنا دیا	پھر اسی عین گمراہی کو جود سے

عسس نے کہا کہ تو نہ چور ہے اور نہ فاسق ہے نیک آدمی ہے لیکن بیوقوف احمق ہے (کہ محض) خواب کے خیال پر تو اتنا راستہ قطع کرتا ہے (معلوم ہوتا ہے) تیری عقل میں ایک تسو بھر روشنی بھی نہیں ہے (محض) ایک خیال پر اتنا دراز راستہ اختیار کرتا ہے جہل و حرص کی رُو سے میں بار ہا مدۃ مستمرہ سے یہ خواب دیکھ رہا ہوں کہ بغداد میں ایک خزانہ مستتر ہے (اور) فلاں محلہ اور فلاں گھر میں مدفون ہے (اور) وہ خود اسی شخص کے گھر اور محلہ کا نام تھا وہ فلانے گھر میں ہے جا تلاش کر (اور) اُس عدو نے اسی شخص کے گھر کا نام اور اس کا نام بتلایا (غرض) میں نے بار ہا یہ خواب دیکھا کہ بغداد میں ایک خزانہ ہے وطن کے اندر (یعنی جنگل میں نہیں بلکہ آبادی میں مگر) میں اس خیال کے سبب کبھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹا (اور) تو ایک ہی خواب پر بے ملال چلا آیا (واقعی) احمق کا خواب اُسی کی عقل کے لائق (ہوتا) ہے (یعنی) اُس (عقل) کی موافق (وہ بھی) بے قیمت اور لاشئے (ہوتا) ہے (اسی لئے) عورت کے خواب کو مرد کے خواب سے کم جان بوجہ ضعف عقل اور ضعف جان کے (اور جب) خواب ناقص العقل اور احمق کا کاسد ہوتا ہے پس بے عقلی سے تو خواب کیسا ہوگا محض ہوا ہوگا (یہ تفاوت مذکور اُن خوابوں میں ہوتا ہے جسمیں کچھ تصرف متخیلہ کا بھی ہو عسس سے یہ سنکر) اپنے دل میں کہنے لگا کہ خزانہ تو میرے ہی گھر میں ہے پھر مجھکو اس جگہ کیا فقر و ماتم (ہو رہا) ہے۔ (باوجود اس کے کہ میں خود خزانہ پر بیٹھا ہوا (ہوں اور پھر) گدائی سے مردہ (ہو رہا) ہوں اس لئے کہ غفلت اور پردہ میں ہوں (یعنی اس لئے کہ اُس کا علم نہیں ہے غرض) اس بشارت سے وہ مست ہو گیا اور اسکی کلفت (سفر کی یا عسس کی مار پیٹ کی) نرہی لاکھوں الحمد لبوں کے نیچے ہی نیچے (یعنی چپکے چپکے) پڑھیں (اور اپنے نفس سے) کہا کہ میری یہ نعمت لات (گھونسہ کھانے) پر موقوف تھی (فی الغیاث لت زدن و کوفتن اھ ورنہ) آب حیات میری دوکان ہی میں تھا (مگر اُس کا ملنا اس سختی جھیلنے پر موقوف تھا اے نفس) چل کہ نعمت عجیبہ پر میں نے ہاتھ مارا ہے ناس ہو اس خیال کا کہ میں مفلس تھا (آگے دل ہی دل میں عسس کو خطاب ہے کہ) خواہ مجھکو احمق جان خواہ مجھکو عاقل سمجھ میرا جس چیز کو دل چاہتا ہے وہ میں نے پا ہی لی خواہ مجھکو احمق جان خواہ (احمق سے بھی) کمتر وہ خزانہ میری ملک ہو ہی گیا تو جو چاہے کہہ میں نے اپنی مراد دیکھ ہی لی بلا کسی شک کے تو مجھکو جو چاہے کہہ لے بد زبان تو مجھکو مریض (بمرض حماقت) کہہ اے صاحب احتشام میں تیرے نزدیک پر مرض ہوں اور اپنے نزدیک خوش ہوں افسوس ہوتا اگر یہ مقام پر داز برعکس ہوتا (یعنی) تیرے نزدیک گلزار ہوتا اور اپنے نزدیک خوار ہوتا اس واقعہ کو مقام سے شاید اس لئے تعبیر کیا ہو کہ یہ محل ہے پرواز افکار کا آگے اسکی ایک مثال ہے کہ) کسی فقیر سے کسی روز ایک کمینہ نے کہا کہ تجھکو اس جگہ کوئی نہیں جانتا اُس فقیر نے کہا کہ اگر مجھکو عامی آدمی نہیں جانتا (تو کیا ہوا) میں تو اپنے

کو خوب جانتا ہوں کہ کون ہوں افسوس ہوتا اگر یہ درد اور ریش برعکس ہوتا کہ وہ تو میرا بینا (یعنی میرے کمالات کا معتقد) ہوتا اور میں اپنا نابینا (یعنی ان کمالات کا فاقد) ہوتا (مقصود درویش کا تفاخر نہیں ہے بلکہ تحدث بالنعمۃ اور عوام کے اعتقاد اور عدم اعتقاد کا عدم اعتبار ہے پس اسی مثال کی طرح) تو مجھکو احمق سمجھ میں احمق (سہی مگر) خوش نصیب (تو) ہوں نصیب بہتر ہے خصوصیت ' ربر شروئی سے (جو کہ ناداری میں پیش آتی ہے اور) یہ مضمون (کہ میں احمق ہوں) تیرے گمان کے موافق (میرے منہ سے) نکل رہا ہے (کہ میں اپنی احمقی کو تسلیم کر رہا ہوں) ورنہ (واقع میں خود) میرا نصیبہ میری عقل کی داد دے رہا ہے (یعنی خوش نصیبی ہی دلالت کر رہی ہے میرے عاقل ہونے پر کیونکہ عاقل ہونے سے جو مقصود ہے کامیابی وہ مجھکو حاصل ہے جب غایت حاصل ہوگئی طریق بھی حکماً موجود ہے گو حقیقۃً معدوم ہو آگے اس شخص کے بغداد کو واپس جانے اور خزانہ ملنے کی سرخی ہے اور اس کے ساتھ اس قصہ عجیبہ کی مناسبت سے دوسرے مضامین کی طرف انتقال ہے یعنی اس کے بعد) وہ شخص مصر سے بغداد کی طرف واپس ہوا سجدہ کرتا ہوا رکوع کرتا ہوا (حق تعالیٰ کی) ثنا و شکر کرتا ہوا تمام راستہ وہ حیران اور ست اس عجیب بات سے (یعنی طریق) روزی اور راہ طلب کے منعکس ہونے سے کہ مجھکو (حق تعالیٰ نے) کہاں سے تو امیدوار کیا تھا اور کہاں سے مجھپر چاندی اور نفع نثار فرمایا یہ کیا حکمت تھی کہ اس قبلہ مقاصد نے مجھکو گھر سے باہر نکالا گم کردہ راہ اور شاد کر کے (یعنی وہ خزانہ کا رستہ نہ تھا مگر میں اس خیال سے کہ وہاں خزانہ ملے گا خوش خوش جا رہا تھا) یہاں تک کہ میں غلط راہی میں شتابان شتابان جا رہا تھا (اور) ہر لحظہ مطلب سے زیادہ جدا (اور دور) ہوتا جاتا تھا (ابتدا تو یہ تھی اور) پھر (انتہا یہ ہوئی کہ) اسی عین گمراہی کو (اپنے) جود و کرم سے حق تعالیٰ نے رشد اور نفع میں واسطہ بنا دیا (جیسا کہ عسس کے قصہ میں معلوم ہوا آگے حق تعالیٰ کے ایسے ہی عجائب تصرفات کہ اسباب برخلاف توقع مسببات کو مرتب فرماتے ہیں اور پھر قریب سرخی آئندہ کے اشعار ثلثہ اندرین فسخ الخ میں رجوع ہے قصہ کی طرف کہ وہاں پہونچکر وہ خزانہ ملگیا اور پھر شعر رابع میں کہ شعر اخیر ہے سرخی گذشتہ کا تمہید ہے رجوع بقصہ شہزادگان کی جو انشاء اللہ تعالیٰ عشر عاشر میں مذکور ہوگا)۔

بیان بعضے عجائب تصرفات الٰہیہ

گمرہی را منہج ایمان کند
وہ گمراہی کو طریق ایمان کا کر دیتے ہیں

کژ روی را مقصد احسان کند
کجروی کو اخلاص کا مقصد کر دیتے ہیں

تا نباشد ہیچ محسن بے وجا
تاکہ کوئی نیکی کرنے والا بے خوف نہ رہے

تا نگردد ہیچ خائن بے رجا
تاکہ کوئی عاصی بے امید نہ رہے

اندروں زہر تریاق آں خفی
زہر کے اندر تریاق اُس مہربان نے کر رکھا ہے
کرد تا گویند ذو اللطف الخفی
تاکہ لوگ صاحب لطف خفی کہیں

نیست مخفی در نماز آں مکرمت
وہ کرم نماز میں مخفی نہیں ہے
در گنہ خلعت نہد آں مغفرت
گناہ میں اُس مغفرت کی خلعت رکھدیتے ہیں

منکراں را قصد اذلال ثقات
منکروں کا قصد مقبولین کے ذلیل کرنے کا تھا
ذل شدہ عز و ظہور معجزات
وہ ذلت عزت اور ظہور معجزات ہوگئی

قصدشان ز انکار ذل دیں بدہ
اونکا قصد انکار سے دین کی ذلت تھی
عین ذل عز رسولاں آمدہ
عین ذلت رسولوں کی عزت ہوگئی

گر نہ انکار آمدے از ہر بدے
اگر ہر بد آدمی سے انکار واقع نہ ہوتا
معجزہ و برہان چرا نازل شدے
تو معجزہ اور برہاں کس لئے نازل ہوتا

تا نہ گردد خصم تو مصداق خواہ
جب تک تیرا مخاصم دلیل مصدق کا خواہاں نہیں ہوتا
کے کند قاضی تقاضائے گواہ
حاکم گواہ کا تقاضا کب کرتا ہے

معجزہ ہمچوں گواہ آمد زکی
معجزہ مشابہ گواہ زکی کے ہے
بہر صدق مدعی در بیشکی
صدق مدعی کے لئے نفی شبہ میں

طعنہ چوں می آمد از ہر ناشناخت
جب ہر ناواقف طرف سے طعنہ واقع ہوتا تھا
معجزہ می داد حق و می نواخت
تو حق تعالیٰ معجزہ دیتے تھے اور نوازش فرماتے تھے

مکر آں فرعون سی صد تو بدہ
اُس فرعون کا مکر تین سو حصے تھا
جملہ ذل او و قمع او شدہ
وہ سب اُسکی ذلت اور اُسکے قلع قمع کا سبب ہوگیا

ساحراں آوردہ حاضر نیک وبد — تا کہ جرح معجزہ موسیٰ کند

ساحروں کو اس نے جمع کیا ماہر کو اور غیر ماہر کو — تا کہ معجزہ موسوی میں جرح کرے

تا عصا را باطل و رسوا کند — اعتبارش راز دلہا بر کند

تا کہ عصا کو باطل اور رسوا کرے — اس کے اعتبار کو دلوں سے دور کرے

عین آں مکر آیت موسیٰ شدہ — اعتبار آں عصا بالا شدہ

عین وہ مکر موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہو گیا — اس عصا کا اعتبار اور بالا ہو گیا

لشکر آرد او بگہ تا حول نیل — تا زند بر موسیٰ و قومش سبیل

وہ بگاہ کے وقت لشکر لاتا ہے آپ نیل کے گرد و پیش تک — تا کہ موسیٰ علیہ السلام پر اور اُن کی قوم پر راہ زنی کرے

ایمنی امت موسیٰ شود — او بہ تحت ارض و ہامون رود

امت موسویہ کے امن کا سبب بن جائے — وہ زمین اور دشت کے تحت میں جائے

گر بمصر اندر بدے او نامدے — وہم از سبطی کجا زائل شدے

اگر وہ مصر ہی میں رہتا نہ آتا — تو وہم سبطی سے کہاں زائل ہوتا

آمد و در سبط افگند او گداز — کہ بداں کہ امن در خوفست راز

وہ آیا اور سبطیوں میں اس نے اندیشہ ڈالا — کہ جان لے کہ امن خوف میں خفی ہے

ایں بود لطف خفی کو را صمد — نار بنماید خود آں نورے بود

لطف خفی یہ ہوتا ہے کہ اُن کو حضرت صمد — نار دکھلا دیں وہ خود ایک نور ہو

نیست مخفی مزد دادن در تقا — ساحراں را اجر بیں بعد از خطا

اجر دنیا تقویٰ میں یہ خفی نہیں ہے — ساحروں کے اجر کو دیکھ بعد گناہ کے

نیست مخفی وصل اندر پرورش
پرورش میں وصال مخفی نہیں ہے

ساحران را وصل داد او در برش
ساحروں کو وصل عطا فرمایا قطع میں

نیست مخفی سیر با پاے روا
چلتے ہوے پاؤں سے چلنا مخفی نہیں ہے

ساحران را سیر بین در قطع پا
ساحروں کا چلنا دیکھ پاؤں قطع ہونیکی حالت میں

عارفان زانند دائم آمنون
عارفین اسی سبب سے ہمیشہ بے خوف ہیں

که گذر کردند از دریاے خوں
کیونکہ وہ دریاے خون سے گذر چکے ہیں

امن شان از عین خوف آمد پدید
ان کا امن عین خوف سے ظاہر ہوا ہے

لاجرم باشند ہر دم در مزید
اس لئے وہ ہردم ترقی ہی میں رہتے ہیں

امن دیدی گشته در خوفے خفی
تونے خوف میں امن خفی دیکھ لیا

خوف بین ہم در امیدی اے صفی
تو خوف کو امید میں دیکھ لے اے برگزیدہ

آں امیر از مکر بر عیسی تنند
وہ امیر مکر سے عیسی علیہ السلام کے درپے ہوتا ہے

عیسی اندر خانه رو پنہاں کنند
عیسی علیہ السلام اپنے کو پنہاں کرتے ہیں

اندر آید تا شود او تاجدار
وہ اندر آتا ہے تاکہ وہ سردار ہوجاوے

خود ز شبه عیسی آمد تاج دار
وہ خود عیسی علیہ السلام کی شبیہ بن جانیسے سردار ہوتا ہے

ہیں میا و یزید من عیسی نیم
ہاں مت لٹکاؤ کہ میں عیسی نہیں ہوں

من امیرم بر جہوداں خوش پیم
میں تو یہودیوں کا امیر ہوں مبارک قدم ہوں

زو ترش بر دار آویزید کو
اسکو جلدی دار پر لٹکاؤ کہ یہ

عیسی ست از دست ما تخلیص جو
عیسی ہے ہمارے ہاتھ سے خلاصی چاہتا ہے

چند لشکر میرود تا بر خورد
بہت سے لشکر جاتے ہیں تاکہ متمتع ہوں

برگ او بر گردد و بر سر خورد
اس کا سامان منقلب ہوجاتا ہے اور سر پر کھاتا ہے

چند بازرگان رود بر بوئے سود
بہت سے سوداگر امید نفع پر جاتے ہیں

عید پندارد بسوزد ہمچو عود
عید گمان کرتا ہے عود کی طرح جلتا ہے

چند در عالم بود در عکس این
بہت دفعہ عالم میں اسکا عکس ہی ہوتا ہے

زہر پندارد. بود آن انگبین
زہر سمجھتا ہے وہ شہد ہوجاتا ہے

بس سپہ بنہاد دل بر مرگ خویش
بہت سپاہ نے دلکو اپنی موت پر جمالیا ہے

روشنیہا و ظفر آید بہ پیش
روشنیاں اور غلبہ اسکو پیش آتا ہے

ابرہہ با پیل بہر ذل بیت
ابرہہ مع فیل کے ذلت بیت کے لئے آیا

آمدہ تا افگند حی را چو میت
تاکہ زندہ کو مثل میت کے ڈالدے

تا حریم کعبہ را ویران کند
تاکہ حریم کعبہ کو ویران کرے

جملہ را زانجائے سرگردان کند
سب کو اس جگہ سے پریشان کرے

تا ہمہ زوار گرد او تنند
تاکہ تمام زائرین اس کے گرد جمع ہوا کریں

کعبۂ او را ہمہ قبلہ کنند
اس کے کعبہ کو سب قبلہ بنالیں

وز عرب کینہ اندر گزند
اور عرب سے گزند پہونچاکر کینہ کشی کرے

کہ چرا در کعبہ ام آتش زنند
کہ کس وجہ سے میرے کعبہ میں آگ لگاتے ہیں

عین سعیش عزت کعبہ شدہ
اس کی یہ عین سعی کعبہ کی عزت ہوگئی

موجب اعزاز آن بیت آمدہ
اس بیت کے اعزاز کا موجب ہوگیا.

مکیان را عز یکے بد صد شده تا قیامت عزشان ممتد شده

اہل مکہ کی عزت بھی جو کہ ایک حصہ تھی سو حصہ ہو گئی قیامت تک اُن کی عزت ممتد ہو گئی

او و کعبہ او شده مخسوف تر از چہ است این از عنایات قدر

وہ اور اُسکا کعبہ زیادہ غارت ہو گیا یہ کس سبب سے ہوا عنایات قدر سے ہوا۔

از جہاز ابرہہ خیل عرب گشتہ مستغنی ز فضہ و ز ذہب

ابرہہ کے سامان سے عرب کے گروہ سیم و زر سے مستغنی ہو گئے۔

از جہاز ابرہہ ہمچوں ددہ آں فقیران عرب منعم شده

ابرہہ مشابہ درندہ کے سامان سے وہ فقیران عرب صاحب نعمت ہو گئے

از جہاز ابرہہ دونِ دنی این فقیران عرب گشتہ غنی

ابرہہ حقیر و دنی کے سامان سے یہ فقیران عرب غنی ہو گئے

او گمان بردہ کہ لشکر می کشد بہر اہل بیت او زر می کشد

اس نے گمان کیا تھا کہ وہ لشکر کشی کر رہا ہے وہ بیت اللہ والوں کی زر کشی کر رہا تھا

اندریں فسخ عزائم وین ہمم در تماشا بود در رہ ہر قدم

ان ہی ارادوں کے فسخ ہونے میں اور ان ہی ارادوں میں وہ تماشا میں تھا ہر قدم پر راہ میں

خانہ آمد گنج را او باز یافت کارش از لطف خدائی ساز یافت

گھر پہونچا اُس نے خزانہ کو پالیا اس کے کام نے لطف خدائی سے سرانجام پایا

تا بدانی حکمت فرد حکیم ایمنی ہا می نہد در خوف و بیم

تاکہ تو یکتا حکیم کی حکمت کو جان لے وہ خوف و بیم میں بہت سے امن رکھتا ہے

یادم آمد قصۂ شہزادگاں	گوش ہوش آور بمن بشنو بیان
مجھکو شہزادوں کا قصہ یاد آگیا	تو گوش ہوش میری طرف لا بیان سن۔

(ربط اوپر مذکور ہوا کہ بمناسبت قصۂ گنج یابی خلاف طریق مظنون ایسے ہی بعض عجائب تصرفات الٰہیہ کا بیان ہے جس سے مقصود توحید و توکل و خوف و رجا کی تعلیم ہے اور اسباب کو موثر مستقل نہ سمجھنے کی اور مسبب پر نظر رکھنے کی اور عدم امن و عدم قنوط کی اور جاننا چاہیئے کہ یہ سب جو یہاں مذکور ہوں گے اسباب ہیں شرائط نہیں پس اس پر کوئی اشکال بافضاء الشر الی الخیر کا لازم نہ آویگا جس کے عدم لزوم کی تقریر اوپر سرخی بیان مجاہد کے اشعار کے شروع حل میں گذری ہے دیکھ لیا جاوے یعنی) وہ (بعض اوقات) گمراہی کو طریق ایمان کا کر دیتے ہیں (اور کبھی اسکا عکس) کجروی کو اخلاص کا مقصد (و منتہائے قصد) کر دیتے ہیں (یعنی گمراہی سبب ایمان کا اور اخلاص سبب کجروی کا ہو جاتا ہے اس طرح سے کہ گمراہی مثلاً سبب ہوئی کسی مقبول شخص کے ایذا پہونچانے کے لئے اس کے پاس جانیکا اور وہاں پہونچنا سبب ہو گیا اس کے کسی کمال کی طرف دل منجذب ہونیکا اور وہ سبب ہو گیا ایمان کا اور اس کا عکس اس طرح کہ کبھی اخلاص پر نظر کر کے عجب پیدا ہو گیا اور عجب کا کجروی ہونا ظاہر ہے آگے دونوں حکموں کی بعض حکمتیں علی سبیل اللف والنشر غیر المرتب مذکور ہیں یعنی ایسا اس لئے کرتے ہیں) تا کہ کوئی نیکی کرنے والا بیخوف نہ رہے (فی الغیاث وجا بفتح ترس و اندوہ یہ تو حکمت ہے مصرعہ ثانیہ کی اور) تا کہ کوئی عاصی بے امید نہ رہے (یہ حکمت ہے مصرعہ اولیٰ کی) زہر (مضر) کے اندر تریاق (نافع) اس مہربان نے کر رکھا ہے تا کہ لوگ (اسکو) صاحب لطف خفی کہیں (ورنہ اگر تمام الطاف مواقع مظنونہ ہی سے ظاہر ہوا کرتے تو ذو اللطف تو کہا جاتا مگر ذو اللطف الخفی نہ کہا جاتا چنانچہ) وہ کرم نماز میں مخفی نہیں ہے (کیونکہ نماز کا اجر و ثواب کے لئے سبب بن جانا ظاہر ہے انکا ذو اللطف الخفی ہونا یہ ہے کہ) گناہ میں اس مغفرت کی خلعت رکھ دیتے ہیں (اس طرح سے کہ گناہ سے بعض اوقات اسقدر ندامت ہوتی ہے کہ وہ مغفرت کے لئے کافی ہوتی ہے اور ممکن ہے کہ اس شخص کی طاعات میں بوجہ آمیزش عجب وغیرہ کے یہ اثر نہو اسی طرح ان کی عجائب صنع سے یہ ہے کہ) منکروں کا قصد (طلب معجزات سے انبیاء) مقبولین کے ذلیل کرنے کا تھا (کہ ان کا گمان یہی تھا کہ یہ امور ہو نہ سکیں گے تو یہ حضرات شرمندہ ہونگے) عین (وہ) ذلت (مزعومہ کفار) رسولوں کی عزت ہو گئی (کہ معجزات کا ظہور ہوا جس سے ان کی عظمت اور بڑھ گئی چنانچہ آگے اسکی تصریح ہے کہ) اگر ہر بد آدمی سے انکار واقع نہ ہوتا تو معجزہ اور برہان کس لئے نازل ہوتا (آگے اسکی مثال ہے کہ دیکھو) جب تک تیرا مخاصم دلیل مصدق کا خواہاں نہیں ہوتا حاکم گواہ (پیش کرنے) کا تقاضا (تجھسے کہ تو مدعی ہے) کب کرتا ہے (پس) معجزہ (بھی) مشابہ گواہ زکی (و عادل) کے ہے صدق مدعی کے لئے (نفی شبہ میں (یہ وجہ تشبیہ ہے کہ مشابہت اسمیں ہے پس گواہ کی طرح کہ انکار کے وقت پیش ہوتا ہے) جب ہر ناواقف طرف سے طعنہ واقع ہوتا تھا تو حق تعالیٰ معجزہ دیتے تھے اور نوازش فرماتے

تھے (آگے بھی اسی کی تائید ہے کہ کفار نے جو اسباب اذلال رسل اور اپنے اعزاز کے جمع کئے تھے وہ اسباب منعکس ہو گئے یعنی) اُس فرعون کا مکر یقین سوجھتے تھا (جس سے مقصود اُس کا اپنا اعزاز اور موسیٰ علیہ السلام کا اذلال تھا مگر) وہ سب اُسکی ذلت اور اُس کے قلع قمع کا سبب ہو گیا ساحروں کو اُس نے جمع کیا ماہر کو اور غیر ماہر کو تاکہ معجزہ موسیٰ میں جرح کرے (یعنی) تاکہ عصا کو باطل اور رسوا کرے (اور) اُس کے اعتبار کو دلوں سے دور کرے (مگر) عین ذکر موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہو گیا (یعنی سبب ہو گیا اُن کے معجزہ کے ظہور قوت کا اور) اُس عصا کا اعتبار اور بالا ہو گیا (لوگوں نے دیکھ لیا کہ وہ سب سحر کو نگل گیا اسی طرح حق تعالیٰ کی صنعت عجیبہ یہ ظاہر ہوئی کہ) وہ (فرعون) پگاہ کے وقت لشکر لاتا ہے آب نیل کے گردو پیش (یعنی نزدیک) تک تاکہ موسیٰ علیہ السلام پر اور اُن کی قوم (سبط) پر راہ زنی کرے (یہ اُس کا بقصد اضرار آنا) امت موسویہ کے امن کا سبب بن جاوے (اس طرح سے کہ) وہ زمین اور دشت کے تحت میں جاوے (یعنی غرق سے ہلاک ہو جس سے سبطی ہمیشہ کے لئے بیفکر ہو گئے ورنہ) اگر وہ (فرعون) مصر ہی میں رہتا (اور سبطیوں کے تعاقب میں) نہ آتا تو وہم (و اندیشہ اس کی طرف کا سبطی کے دل) سے کہاں زائل ہوتا (مگر) وہ (مصر میں نہ رہا بلکہ تعاقب میں) آیا اور سبطیوں میں اُس نے اندیشہ (جاں گداز) ڈالا (جس کے معنی انجام کے اعتبار سے یہ نکلے) کہ جان لے کہ امن خوف میں خفی ہے (اور حول نیل میں نیل سے مراد نہر نیل نہیں بلکہ آب نیلگوں ہے کیونکہ فرعون نیل میں غرق نہیں ہوا بحر اعظم میں غرق ہوا ہے نیز) لطف خفی یہ ہوتا ہے کہ اُن کو (یعنی موسیٰ علیہ السلام کو) حضرت صمد نار دکھلادیں (اور) وہ خود ایک نور ہو (اور) اجر دنیا التقویٰ میں یہ (لطف) خفی نہیں ہے (بلکہ لطف جلی ہے البتہ لطف خفی دیکھنے کے لئے) ساحروں کے اجر کو دیکھ لبعد گناہ کے (کہ وہ آئے مقابلہ کے لئے جو کہ گناہ تھا وہ آنا سبب ہو گیا معجزہ دیکھنے کا اور وہ ایمان کا اور وہ اجر کا اسی طرح) پرورش (و تنعیم) میں وصال مخفی نہیں ہے ساحروں کو وصل عطا فرمایا قطع (دست و پا) میں (مطلب یہ کہ آرام و راحت سے رکھنا تو ظاہر علامت ہے عنایت کی مگر لطف خفی یہ ہے کہ مقبولین کے ہاتھ پانو کاٹے جاویں اور واقع میں وہ مورد عنایت ہوں اسی طرح) چلتے ہوئے پانو سے چلنا مخفی نہیں ہے ساحروں کا چلنا دیکھ پانو قطع ہو نکی حالتمیں (کہ ہاتھ پانو کہ آلہ ہے عمل کا وہ منقطع ہو گئے اور پھر اُن کو قرب میں ترقی ہو رہی ہے یہ ہے لطف خفی آگے اس مذکور پر ایک تفریع ہے کہ) عارفین اسی سبب سے ہمیشہ (اسباب مخوفہ دنیویہ) سے بے خوف ہیں کیونکہ وہ دریائے خون (یعنی خطرات ظاہری یا باطنی) سے گذر چکے ہیں (اور دیکھ چکے ہیں کہ) اُن کا امن عین خوف سے ظاہر ہوا ہے اس لئے وہ ہر دم (امید لطف کی) ترقی ہی میں رہتے ہیں (اور ان ابیات بالا میں اندرون زہر سے یہاں تک) تو نے خوف میں امن خفی دیکھ لیا (اب اشعار آئندہ میں) تو خوف کو امید میں دیکھ لے اے برگزیدہ (اُس کے بعض مواد یہ ہیں کہ) وہ (یہودی) امیر مکر سے عیسیٰ علیہ السلام کے درپے ہوتا ہے (اور) عیسیٰ علیہ السلام (اُس سے بچنے کے لئے) اپنے کو پنہاں کرتے ہیں (اور) وہ (اُن کے پکڑنے کے لئے اُس گھر کے) اندر آتا ہے تاکہ (اس کارگزاری کے صلہ میں اپنی قوم کی جانب سے) وہ سردار ہو جاوے (مگر تصرف حق سے) وہ خود عیسیٰ علیہ السلام

کی شبیہ بن جانے سے سردار ہوتا ہے (اور جب اُسکی قوم اُس کو دار پر چڑہانا چاہتے ہیں تو کہتا ہے کہ) ہاں (مجھکو دار پر) مت لٹکاؤ کہ میں عیسیٰ نہیں ہوں میں تو یہودیوں کا امیر ہوں مبارک قدم ہوں (کہ یہودی اور عدو عیسیٰ ہوں مگر قوم کہتی ہے کہ) اس کو جلدی دار پر لٹکاؤ کہ یہ عیسیٰ ہے ہمارے ہاتھ سے خلاصی چاہتا ہے (چنانچہ وہ مصلوب کیا گیا تو دیکھو اُس کو اس کارگزاری سے امید تھی تاجدار ہونے کی اور ہو گیا تاجِ دار اسی طرح) بہت سے لشکر (کمین) جاتے ہیں تاکہ متمتع ہوں (مگر) اُس کا سامان منقلب ہو جاتا ہے اور سر پر (ضربیں) کھاتا ہے (اسی طرح) بہت سے سوداگر امید نفع پر (کہیں) جاتے ہیں (اور اُس کو) عید گمان کرتا ہے (مگر) عود کی طرح جلتا ہے (اور) بہت دفعہ عالم میں اس کا عکس بھی ہوتا ہے (کہ) زہر سمجھتا ہے (اور) وہ شہد ہوتا ہے (چنانچہ) بہت سیاہ نے دل کو اپنی موت پر جالیا ہے (مگر) روشنیاں اور غلبہ اُس کو پیش آتا ہے (آگے پھر ایک نظیر ہے مضمون ابیات بالا کی کہ کفار نے اہل اللہ کی تذلیل کا قصد کیا اور وہ سبب ہو گیا اُن کے اعزاز کا اور وہ نظیر قصہ ابرہہ کا ہے کہ اس نے بیت اللہ کی تذلیل کا قصد کیا اور وہ سبب ہو گیا اُس کے زیادہ اعزاز کا اور عازم تذلیل کے ہلاک و خسار کا پس فرماتے ہیں کہ) ابرہہ مع فیل کے ذلت بیت کے لئے آیا تاکہ زندہ (لوگوں) کو (کہ خادم و حامی بیت اللہ ہیں) مثل میت کے (ہلاک و مغلوب کرکے) ڈالدے تاکہ حریم کعبہ کو ویران کرے (اور) سب (سکان مکہ) کو اُس جگہ سے پریشان کرے تاکہ تمام (آفاقی) زائرین اُس کے گرد جمع ہوا کریں (اور) ادس کے کعبہ کو سب قبلہ بنالیں اور (تاکہ) عرب سے گزند پہونچا کر کینہ کشی کرے کہ کس وجہ سے میرے کعبہ میں آگ لگاتے ہیں (جیساکہ سیر میں ہے کہ بنی کنانہ میں سے کسی نے اُس کے کعبہ میں آگ لگا دی تھی پس وہ ان اغراض فاسدہ کے لئے آیا تھا مگر) اس کی یہ سعی کعبہ کی عزت ہو گئی (یعنی) اُس بیت کے اعزاز کا موجب ہو گیا (سب نے دیکھ لیا کہ یہ بیشک بیت اللہ ہے اور کعبہ کے ساتھ) اہل مکہ کی عزت بھی جو کہ (پہلے سے) ایک حصہ تھی سو حصہ ہو گئی (اور) قیامت تک اُن کی عزت ممتد ہو گئی (اور) وہ (خود) اور اُس کا کعبہ (بھی) زیادہ غارت ہو گیا یہ کس سبب سے ہوا عنایات (قضا) و قدر سے ہوا (اور اُس) ابرہہ کے سامان (و مال) سے عرب کے گروہ سیم وزر سے مستغنی ہو گئے (یعنی بہت سا مال اُن کے ہاتھ آیا جسکو چھوڑ کر وہ ہلاک ہوا آگے بھی دو شعر میں اس کی تاکید ہے کہ) ابرہہ مشابہ درندہ کے سامان سے وہ فقیران عرب صاحب نعمت ہو گئے ابرہہ حقیر و دنی کے سامان سے یہ فقیران عرب غنی ہو گئے (حاصل یہ کہ) اُس نے گمان کیا تھا کہ وہ لشکر کشی کر رہا ہے (اور واقع میں) وہ بیت اللہ والوں کی زرکشی کر رہا تھا (اب آگے تتمیم ہے قصہ بغدادی کی کہ) ان ہی ارادوں کے فسخ ہونے میں اور ان ہی ارادوں میں وہ تماشا میں تھا ہر قدم پر راہ میں (یعنی ہر قدم پر اس تماشا کو سوچ رہا تھا کہ دیکھو مصر کا کس طرح ارادہ ہوا اور پھر وہ ارادہ کس طرح فسخ ہوا اور پھر بغداد کا ارادہ ہوا غرض اسی طرح) گھر پہونچا (اور) اُس نے خزانہ کو پالیا اُسکے

کام نے لطف خدائی سے سرانجام پایا (اور یہ قصہ ہم اس لئے بھی لائے) تاکہ تو یکتا حکیم کی حکمت کو جان لے (کہ) وہ خوف و بیم میں بہت سے امن رکھتا ہے (جس طرح عس اس کے لئے سامان خوف کا تھا اور وہی سبب ہوا کامیابی کا آگے تمہید ہے رجوع بقصہ شہزادگان کی کہ) مجھکو شہزادوں کا قصہ یاد آگیا تو گوش ہوش میری طرف لا (اور مجھسے اس کا) بیان سن۔

ف الحمدللہ کہ عشر تاسع اختتام کو پہونچا اور وہ قصہ شہزادوں کا انشاء اللہ تعالیٰ عشر عاشر میں مذکور ہوگا اور ماشاء اللہ تعالیٰ یہ عشر تاسع بہت جلدی یعنی پورے آٹھ روز میں لکھا گیا کیونکہ ربیع الثانی اٹھارہ کو شروع ہوا تھا اور آج ستائیس ہے یہ دس ہوئے اور دو جمعہ نکالکر آٹھ روز رہ گئے حق تعالیٰ عشر عاشر کو بھی آسانی سے انجام کو پہونچادیں آمین وصلے اللہ تعالیٰ علےٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین ؁

مقام تھانہ بھون روز

یکشنبہ ۱۳۳۳ھ

ہجری

العشر العاشر من شرح المثنوی المعنوی افتتح فیه للثامن والعشرین یوم الاثنین من ربیع الثانی سنه ۱۳۳۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکر کردن برادران پند برادر بزرگ را و قبول ناکردن او و بیطاقتی او و خود را بے دستوری بدربار بادشاہ چین رسانیدن

آں دو گفتندش کہ اندر جان ما — ہست پاسخہا چو نجم اندر سما

ان دونوں نے اس سے کہا کہ ہماری جان میں — بہت سے جواب ہیں مثل ستارہ کے جو آسمان میں

گر نگوئیم آں نیاید راست نرد — ور بگوئیم آں دلت آید بدرد

اگر ہم وہ نہیں کہتے تب تو بازی راست نہیں آتی — اور اگر ہم وہ کہتے ہیں تو تمہارا دل دکھتا ہے

ہمچو چغزیم اندر آب از گفت الم — ور خموشی اختناق ست و سقم

ہم مثل مینڈک کے ہیں پانی میں کہنے سے الم ہوتا ہے — اور خاموشی سے گھٹن اور بیماری ہے

گر نگوئیم آتشے را نور نیست

اگر ہم نہیں کہتے تو آتش میں نور نہیں ہے

ور بگوئیم آں سخن دستور نیست

اور اگر وہ بات کہتے ہیں تو اجازت نہیں ہے

در زماں بر جست کای خویشاں وداع

وہ دفعۃً کھڑا ہوگیا کہ اے اپنو رخصت

انما الدنیا وما فیہا متاع

بس دنیا وما فیہا محض ایک متاع ہے

پس برون جست او چو تیرے از کماں

پس وہ اس طرح نکل کر چلدیا جیسے کمان سے تیر

کہ مجال گفت کم بود آں زماں

کیونکہ بات چیت کی گنجائش اسوقت کم تھی

اندر آمد مست پیش شاہ چیں

مستانہ وار شاہ چین کے سامنے آپہونچا

زود مستانہ بوسید او زمیں

جلدی سے مستانہ وار اُس نے زمین کو بوسہ دیا

شاہ را مکشوف یک یک حال شاں

بادشاہ کو ان کا ایک ایک حال مکشوف تھا

اول و آخر غم و زلزال شاں

اُن کا ابتدائی اور آخری غم اور متزلزل ہونا

میش مشغولست در مرعائ خویش

بھیڑ اپنی چراگاہ میں مشغول ہوتی ہے

لیک چوپاں واقف است از حال میش

لیکن راعی حال میش سے واقف ہوتا ہے

کلکم راع بداند از رمہ

وہ بحکم کلکم راع کے جانتا ہے کہ گلہ میں سے

کہ علف خوارست کہ در ملحمہ

کون تو علف خوار ہے اور کون لڑائی میں ہے

گرچہ در صورت از آں صف دور بود

اگرچہ وہ ظاہر میں اُس صف سے دور تھا

لیک چوں دف در میاں سور بود

لیکن دف کی طرح مجلس شادی کے اندر تھا

واقف از سوز و لہیب آں وفود

واقف تھا اُس گروہ کے سوز والتہاب سے

مصلحت آں بد کہ خشک آوردہ بود

مصلحت یہ تھی کہ زبان کو خشک کر رکھا تھا

در میان جاں شاں بود آں سمی — لیک قاصد کردہ خود را عجمی

وہ عالی جاہ اُن کی جان کے اندر تھا — لیکن اپنے کو قصداً ناواقف بنا رکھا تھا

صورت آتش بود پایان دیگ — معنی آتش بود در جان دیگ

آگ کی صورت دیگ کے نیچے ہوتی ہے — آگ کا باطن دیگ کی جان میں ہوتا ہے

صورتش بیروں و معنی اندروں — معنی معشوق جاں در رگ چو خوں

اُسکی صورت خارج ہے اور معنے داخل ہے — معشوق روح کے معنی خون کی طرح رگوں کے اندر ہے

شاہزادہ پیش شہ زانو شدہ — وہ معرف شارح حالش شدہ

شاہزادہ بادشاہ کے سامنے زانوئے ادب تہ کرکے جا بیٹھا — مقامی معرف اُس کے حال کی شرح کرنے لگا

گرچہ شہ عارف بد از کل پیش پیش — لیک میکردے معرف کار خویش

اگرچہ بادشاہ سب کو پہچانتا تھا بہت پہلے سے — لیکن معرف اپنا کام کیا کرتا تھا

در دروں یک ذرہ نور عارفی — بہ بود از صد معرف اے صفی

باطن میں ایک ذرہ نور عارفیت کا — بہتر ہوتا ہے سو معرف سے اے برگزیدہ

گوش را رہن معرف داشتن — آیت محجوبی ست و حزر و ظن

کان کو معرف کا مقید کر دینا۔ — علامت محجوب ہونے کی ہے اور تخمین و ظن کی

آنکہ او را چشم دل شد دیدبان — دید خواہد چشم او عین العیان

جس کی چشم دل دیدبان ہوگی — اُسکی آنکھ بالکل معائنہ کے طور پر دیکھے گی

با تواتر نیست قانع جان او — بل ز چشم دل رسد ایقان او

تواتر پر اُسکی جان قانع نہیں ہوتی — بلکہ چشم دل سے اُسکا یقین پہونچتا ہے۔

پس معرف پیش شاه منتجب
پس معرف نے شاہ برگزیدہ کے سامنے

در بیان حال او بگشود لب
اس کے بیان حال میں لب کھولا۔

گفت شاها صید احسان توست
کہا کہ اے بادشاہ یہ آپ کے احسان کا شکار ہے

پادشاهی کن که او آن توست
آپ بادشاہی کیجئے کہ یہ آپ کا ہو گیا ہے

دست در فتراک این دولت زدست
اس نے اس دولت کے فتراک کے ساتھ تمسک کیا ہے

بر سر سرمست او میمال دست
اسکے سرمست سر پر ہاتھ پھیر دیئے

گفت شه هر منصبی و ملکتی
بادشاہ نے کہا جس منصب اور ملک کی

کالتماسش هست یابد آن فتی
اسکو خواہش ہو وہ اس نوجوان کو ملیگا

بیست چندان ملک کو شد زان بری
جس ملک سے یہ بیزار ہوا ہے اس سے بیس گونہ

بخشمش اینجا و من خود بر سری
میں اس جگہ دونگا اور میں خود اسکے علاوہ

گفت تا شاهیت در وی عشق کاشت
معرف نے کہا کہ جب سے آپکی شاہی نے اسمیں آپکے عشق کا تخم بویا

جز هوای تو هوایی کی گذاشت
بجز آپ کی محبت کے اسنے کوئی خواہش کب چھوڑی ہے

بندگی تش چنان در خورد شد
آپ کی غلامی اسکو ایسی سزاوار ہوئی

که شهی اندر دل او سرد شد
کہ شاہی اسکے دل میں سرد ہو گئی

شاهی و شهزادگی در باخته است
اسنے شاہی اور شہزادگی سب تج دی ہے

از پی تو در غریبی ساخته است
آپ کے لئے اس نے غربت کے ساتھ موافقت کی ہے

صوفیی کانداخت خرقه وجد در
جس صوفی نے کہ وجد کے اندر خرقہ اتار کر پھینکدیا

کی رود او بر سر خرقه دگر
وہ پھر اس خرقہ پر کب توجہ کرتا ہے

میل سوئے خرقۂ دادہ و ندم
دیئے ہوئے خرقہ کی طرف میل کرنا اور نادم ہونا
آنچناں باشد کہ من مغبون شدم
یہ تو ایسا ہے کہ میں زیاں خوردہ ہو گیا

باز دہ آں خرقہ ایں سوائے قریں
اے ہمنشیں میرا خرقہ ادہر واپس دے
کہ نمی ارزید آں یعنی بدیں
کیونکہ وہ اسکی برابر قیمت نہیں رکھتا۔

دور از عاشق کہ ایں فکر آیدش
عاشق سے بعید ہے کہ اس کو یہ خیال آوے
ور بیاید خاک بر سر بایدش
اور اگر آوے تو اسکے سر پر خاک چاہیئے

عشق ارزد صد چو خرقہ کالبد
عشق قالب جیسے سو خرقوں کی برابر قیمت رکھتا ہے
کہ حیاتے دارد و حس و خرد
جو کہ حیات اور حس اور عقل رکھتا ہے

خاصہ خرقہ ملک دنیا کابترست
خاصکر خرقہ ملک دنیا کہ وہ تو بالکل ہی ناقص ہے
پنج دانگ ہستیش دردسرست
اس کی پنج دانگ ہستی دردسر ہے

ملک دنیا تن پرستاں را حلال
ملک دنیا تن پرستوں کو نصیب ہو
ما غلام ملکِ عشق بے زوال
ہم تو ملک عشق بے زوال کے غلام ہیں

عامل عشق ست معزولش مکن
یہ عامل عشق ہے اسکو معزول نہ کیجئے
جز بعشق خویش مشغولش مکن
بجز اپنے عشق کے اسکو مشغول نہ کیجئے

منصبے کانم ز رویت محجب ست
جو منصب کہ میرے لئے آپکے دیدار سے حجاب ہے
عین معزولی ست نامش منصب ست
عین معزولی ہے نام اس کا منصب ہے۔

موجب تاخیر اینجا آمدن
اس جگہ آنے میں تاخیر کا موجب
فقد استعداد بود و ضعف تن
فقد استعداد اور ضعف تن تھا

بے ز استعداد بر کانے روی | بر یکے حبہ نگردی محتوی

بدون استعداد کے کسی معدن پر تو جاوے | تو ایک حبہ پر بھی تو قابض نہ ہوگا

ہمچو عنّینے کہ بکرے را خرد | گرچہ سیمین تن بود کے برخورد

مثل ایک عنین کے کہ کسی باکرہ کو خریدے | اگرچہ وہ سیمین تن ہو یہ کب متمتع ہوگا

چوں چراغ بے زیت و بے فتیل | نے کثیرستش ز نور و نے قلیل

مثل ایک چراغ بے روغن اور بے فتیلہ کے | اس میں نور سے نہ کثیر ہے نہ قلیل

در گلستان اندر آید اخشمے | کے شود مغزش ز ریحاں خرمے

باغ میں کوئی فاسد الشامہ آوے | اُس کا مغز پھول سے کب خوش ہوگا

ہمچو خوبے دلبرے مہمان غر | بانگ چنگ و بربطے در پیش کر

مثل ایک حسین دلبر کے کہ مہمان ہو نامرد کی | چنگ و بربط کی آواز ہو بہرے کے سامنے

ہمچو مرغ خاک کاید در بحار | زاں چہ یابد جز ہلاک و جز خسار

مثل مرغ خاکی کے کہ دریاؤں میں آوے | اُس سے کیا حاصل کریگا بجز ہلاکت اور زیان کے

ہمچو بے گندم شدہ در آسیا | جز سفیدی ریش و مو نبود عطا

مثل بے گندم شخص کے کہ چکی گھر میں گیا ہو | بجز داڑھی اور بالوں کے سفید ہونے کے کچھ عطیہ نہ ملیگا

آسیائے چرخ بر بے گندماں | مو سپیدی بخشد و ضعف میاں

آسیاے چرخ بے گندم لوگوں پر | بالوں کی سفیدی اور کمر کا ضعف دیتی ہے

لیک با با گندماں ایں آسیا | ملک بخش آمد دہد کار و کیا

لیکن باگندم لوگوں پر یہ آسیا | ملک بخش ہوا کارخانہ اور عظمت دیتا ہے

اول استعداد جنت بایدت
ادل تجکو جنت کی استعداد چاہئے

تاز جنت زندگانی زایدت
تاکہ جنت سے تیری زندگی پیدا ہو

طفل نورا از شراب واز کباب
طفل نوزائیدہ کو شراب وکباب سے

چہ حلاوت از قصور واز قباب
کیا حلاوت کوٹھیوں اور گنبدار مکان سے

حد ندارد این مثل کم جو سخن
یہ مثالیں انتہا نہیں رکھتیں کلام مت تلاش کر

تو برو تحصیل استعداد کن
تو جا تحصیل استعداد کی کر

بہر استعداد تا اکنوں نشست
یہ ابتک استعداد کے لئے بیٹھا رہا

شوق از حد رفت وآں نامد بدست
شوق حد سے گذرا اور وہ ہاتھ نہیں آئی

گفت استعداد ہم از شہ رسد
اس نے یہ کہہ لیا کہ استعداد بھی بادشاہ ہی سے ملجاویگی

بے زجان کے مستعد گردد جسد
بدون روح کے جسد صاحب استعداد کب ہوتا ہے

لطفہائے شہ غمش را در نوشت
بادشاہ کے الطاف نے اسکے غم کو تہ کرکے رکھدیا

شد کہ صید شہ کند او صید گشت
یہ آیا تھا اسلئے کہ بادشاہ کا شکار کرے وہ خود ہی شکار ہوگیا

ہر کہ در اشکار چوں تو صید شد
جو شخص بھی آپ جیسے صید کے شکار میں گیا ہوگا

صید را ناکردہ قید او قید شد
وہ صید کو بدون قید کئے ہوئے خود قید ہوگیا ہوگا

ہر کہ جویائے امیری شد یقیں
جو شخص امیری کا جویا ہوتا ہے یقیناً

پیش ازاں او در اسیری شد رہیں
اس سے پہلے وہ اسیری میں محبوس ہوجاتا ہے

عکس میدان نقش دیباچہ جہاں
دیباچہ عالم کے نقش کو منعکس سمجھ

نام ہر بندہ جہاں خواجہ جہاں
ہر بندۂ جہاں کا نام خواجہ جہاں ہے

اے تن کژ فکرت معکوس رو
اے تن جو کج فکر ہے معکوس رفتار ہے

صد ہزار آزاد را کردی گرو
تونے لاکھوں آزاد کو مقید کردیا

مدتے بگذار ایں حیلت پزی
ایک مدت کیلئے اس حیلہ پزی کو چھوڑ دے

چند دم پیش از اجل آزاد زی
چند ساعت موت کے قبل آزاد ہوکر زندگی کرلے

ور در آزادیت چوں خر راہ نیست
اور اگر گدھے کی طرح تجکو آزادی میں کوئی راہ نہیں ہے

ہمچو دلوت سیر جز در چاہ نیست
مثل ڈول کے تیری سیر بجز چاہ کے اور کہیں نہیں ہے

مدتے رو ترک جان من بگو
تو ایک مدت کے لئے جا میری جان چھوڑ

رو حریفے دیگرے جز من بجو
جا اور کوئی ہمراہی میرے سوا تلاش کر

نوبت من شد مرا آزاد کن
میری باری ہوچکی مجکو آزاد کر

دیگرے را غیر من داماد کن
کسی دوسرے کو میرے سوا داماد بنا

اے تن صد کارہ ترک من بگو
اے تن صدفن تو مجکو چھوڑ

عمر من بردی کسے دیگر بجو
میری عمر تو تونے برباد کی اب اور کسی کو ڈھونڈھ

اُن دونوں (بھائیوں) نے اُس (بڑے) سے کہا کہ (جتنے جسقدر تقریر کی ہے) ہماری جان (اور ہمارے من) میں (اُس کے) بہت سے جواب ہیں (جو واضح ہونے میں مثل ستارہ کے ہیں آسمان میں (لیکن ہم اس مشکل میں پڑگئے کہ) اگر ہم وہ (جوابات) نہیں کہتے تب تو بازی راست نہیں آتی (یعنی کام نہیں بنتا کہ تمکو اپنی غلطی معلوم نہ ہوگی) اور اگر ہم وہ کہتے ہیں تو تمھارا دل دکھتا ہے (جیسا کہ عاشق کو نصیحت ناگوار ہوا کرتی ہے پس اس اشکال میں) ہم مثل مینڈک کے ہیں پانی میں کہ کہنے سے الم ہوتا ہے اور خاموشی سے گھٹن اور بیماری ہے (از گفت سے آخر تک بیان ہے وجہ شبہ کا اور مشبہ بہ میں خاموشی پر ترتب اختناق کا ظاہر ہے اور گفتن سے الم کا ہونا اس طرح ہے کہ پانی کے اندر بات کی جاوے تو مونہ میں پانی بھر کر تکلیف ہوتی ہے غرض) اگر ہم نہیں کہتے تو (ایسی مثال ہے کہ جیسے بے پھونک مارے ہوئے آتش میں نور نہیں ہے (اسی طرح بے کہے مافی الضمیر کا وضوح نہیں ہوتا) اور اگر وہ

بات کہتے ہیں تو عوارض کے سبب) اجازت نہیں ہے (وہ دونوں بھائی تو یہی کہتے رہے) وہ دفعۃً کھڑا ہوگیا کہ اے
لے نور خصت بس دنیا و ما فیہا محض ایک متاع (فانی) ہے (ایک دن ختم ہونا ہے سو خطرات عشق ہی میں ختم ہوجاوینگے)
پس وہ اس طرح نکلکر چلدیا جیسے کمان سے تیر کیونکہ بات چیت کی گنجائش اُسوقت کم تھی (اور) مستانہ وار شاہ چین کے
سامنے آپہونچا (اور) جلدی سے مستانہ وار اُس نے زمین کو بوسہ دیا۔ بادشاہ (چونکہ صاحب کشف تھا اس کو ان
(سب بھائیوں) کا ایک ایک حال مکشوف تھا (یعنی) اُن کا ابتدائی اور آخری غم اور (عشق سے) متزلزل ہونا سب
معلوم تھا آگے اسکی مثال ہے کہ جسطرح بھیڑ اپنی چراگاہ میں مشغول ہوتی ہے لیکن راعی حال میش سے واقف ہوتا ہے
(گو میش کو راعی کے اس باخبر ہونے کی بھی خبر نہیں) وہ (راعی) بحکم کلکم راع کے جانتا ہے کہ (اس) گلہ میں سے کون
تو علف خوار ہے اور کون لڑائی میں (مشغول) ہے (مراد اس سے جانوروں کی باہمی معمولی لڑائی اسمیں مولانا نے اشارہ
کیا ہے کہ شیخ کو اسی طرح طالبین کے حال کا تفقد ضروری ہے پھر قصہ فرماتے ہیں کہ) اگرچہ وہ (شاہ چین) ظاہر میں اس
صف (یعنی جماعت شہزادگان) سے دور تھا لیکن دنت کی طرح مجلس شادی کے اندر تھا (اور) واقف تھا اُس گروہ
کے سوز و التہاب سے (مگر) مصلحت یہ تھی کہ زبان کو خشک کر رکھا تھا (کنایہ ہے خاموشی سے جسطرح تر زبانی کنایہ ہے تکلم سے
جسطرح محققین اہل کشف کا سکوت بصالح مشاہد ہے) وہ عالی جاہ (بادشاہ باعتبار اطلاع اُن کے ضمائر کے گویا) اُن کی
جان کے اندر تھا لیکن اپنے کو قصداً ناواقف بنا رکھا تھا (قاصداً سے کہ حال ہے ضرورت شعر سے تنوین حذف ہوگئی آگے
مجموعہ در صورت ازاں صف دور بود و درمیان جان شان بود کی مثال ہے کہ دیکھو) آگ کی صورت دیگ کے نیچے
(اور اُس سے خارج) ہوتی ہے (لیکن) آگ کا باطن (کہ حرارت ہے وہ) دیگ کی جان ہیں (اور اُس کے اندر) ہوتا ہے
(پس) اسکی صورت خارج ہے اور معنی داخل ہے (اسی طرح) معشوق روح (یعنی روح) کے معنی (اور اثر و تصرف) خون
کی طرح رگوں کے اندر ہے (باوجودیکہ روح بوجہ تجرد کے خارج عن البدن ہے اور معشوق روح میں اضافۃ بیانیہ ہے پھر قصہ
ہے یعنی) شاہزادہ بادشاہ کے سامنے زانوئے ادب تہ کرکے جا بیٹھا (اور) مقامی معرف اُس (شہزادہ) کے حال کی
شرح کرنے لگا (فی الغیاث معرف بمعنی کسیکہ در مجلس سلاطین و امرا در مان رابجائے لائق ہر کدام نشاند و شخصے باشد کہ چوں
کسے پیش سلاطین و امرا رود و مجہول الحال باشد اوصاف و نسب و بیان کند تا در خور آں مواد عنایت بحال او باشد
و فی الحاشیۃ وہ معرفی معرف دہ و شہراہ ترجمۃ بجا صلہ اور) اگرچہ بادشاہ سب کو پہچانتا تھا بہت پہلے سے لیکن معرف
اپنا کام کیا کرتا تھا (چونکہ اُس کا فرض منصبی تھا آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ) باطن میں ایک ذرہ نور عارفیت کا بہتر ہوتا ہے
سو معرف سے اے برگزیدہ (میرے ذوق میں یہاں مراد اس سے یہ ہے کہ شیخ کا طالبین کی حالت کو نور بصیرت سے پہچاننا
ضرور ہے محض راویوں کے بیان پر اعتماد کرنا نہ چاہئے آگے اسی کی تفصیل ہے کہ) کان کو معرف (اور عام رواۃ) کا مقید
کردینا (اور اُسی پر مدار رکھنا یہ) علامت محجوب (اور غیر ذی بصیرت) ہونیکی ہے اور (علامت) تخمین و ظن کی (ہے جو کہ
غیر مبصرین کا وظیفہ ہے پس وہ شیخ نہیں ہے حزر بفتح حائے مہملہ و سکون زائے معجمہ و در آخر رائے مہملہ تخمین کردن اور) جسکی چشم دل
دیدبان ہوگی اُسکی آنکھ (حال طالب کو) بالکل معاینہ کے طور پر دیکھیگی (عین العیان خواہ دید کا مفعول بہ نہیں ہے کہ معاینت

کا دیکھنا تو عوام میں بھی مشترک ہی بلکہ اُس کا مفعول مطلق ہے اور مفعول بہ مقدر ہے یعنی مخفی را عیاناً می بیند اور) تواتر (عرفی) پر اُسکی جان قانع نہیں ہوتی بلکہ (حال طالب کے متعلق) چشم دل سے اُسکا یقین (بدرجۂ جواز عمل) ہوچکتا ہے (اور اور پر معاینہ سے بھی یہی مراد ہے عرفی کی قید سے یہ شبہ جاتا رہا کہ تواتر تو عقلاً حجۂ قطعیہ ہے اور سمعًا بھی اُسکی حجیت ثابت ہے دفع شبہ یہ کہ وہ تواتر حقیقی ہے اور یہاں مراد کثرت روایت ہے جسکو بہت سے عوام محض تخمین و ظن سے اور بے تحقیق نقل کرتے ہیں چونکہ منتہا اسکا حس نہیں ہوتا اس لئے یہ تواتر سے خارج ہے عام کے زعم پر اسکو تواتر سے تعبیر فرمادیا اور حال طالب اور درجۂ جواز عمل کی تقیید سے یہ شبہ رفع ہوگیا کہ کیا کشف دلیل یقینی ہو رفع شبہ یہ کہ اول تو یہاں مطلق کشف کا ذکر نہیں صرف خاص حال طالب کے متعلق ہے کہ اُسمیں طلب صادق ہو یا نہیں پھر یقین سے مراد وہ درجہ نہیں جس پر اعتقاد جائز ہوجاوے بلکہ وہ درجہ جسپر عمل جائز ہو سو اگر ذوق و وجدان و شرح صدر سے کسی کی نسبت اُس کا طالب صادق نہ ہونا معلوم ہوجاوے سو اُس سے ایسے تعلقات سے انکار کردینا جوکہ شرعًا واجب نہیں ہیں جائز ہے البتہ امور واجبہ سے انکار کرنا جائز نہیں مثل تعلیم احکام ضروریہ پھر قصہ ہے یعنی) پس معرف نے شاہ برگزیدہ کے سامنے اُس کے بیان حال میں لب کھولا (اور) کہا کہ اے بادشاہ یہ (شہزادہ) آپکے احسان کا شکار (کیا ہوا) ہے آپ (اسکے ساتھ) بادشاہی (اور بزرگی کا برتاؤ) کیجئے کہ یہ آپکا ہوگیا ہے (اور) اس نے اس دولت کے فتراک کے ساتھ تمسک کیا ہے (فتراک بالکسر دوالے کہ برپس وپیسار زین اسپ آویزند بجہت بستن شکار وغیرہ) اس کے سرمست سر پر (جسکا دماغ آپ کی مستی و سودائے عشق سے پُر ہے شفقت کا) ہاتھ پھیرئیے. بادشاہ نے کہا کہ جس منصب اور ملک کی اسکو خواہش ہو وہ اس نوجوان کو ملیگا جس ملک سے یہ بیزار ہوا ہے اس سے بیس گونہ میں اس جگہ دونگا اور میں خود اس کے علاوہ (اس کے حصہ میں رہونگا یعنی اسکو اپنا مورد عنایت رکھونگا فی الحاشیہ برسری علاوہ بار کیہ بالائے بار نہند اھ) معرف نے کہا کہ جب سے آپ کی شاہی نے اسمیں آپکے عشق کا تخم بویا ہے بجز آپ کی محبت کے اُسکے (اس کے اندر) کوئی خواہش کب چھوڑی ہے آپ کی غلامی اسکو ایسی سزاوار ہوئی کہ شاہی اس کے دل میں سرد ہوگئی اس نے شاہی اور شہزادگی سب تج دی ہے (اور) آپکے لئے اس نے غربت کے ساتھ موافقت کی ہے. (آگے مولانا شہزادہ کی ترک شاہی کو ایسے طور پر کہ پھر نہیں لینا چاہتا تشبیہ دیتے ہیں صوفی صاحب وجد کی خرقہ اندازی کے ساتھ یعنی اسی طرح) جس صوفی نے کہ وجد کے اندر خرقہ اوتار کر پھینکدیا وہ پھر اُس خرقہ پر کب توجہ کرتا ہے۔ دئے ہوئے خرقہ کی طرف میل کرنا اور (دیدینے پر) نادم ہونا یہ تو ایسا ہے کہ (جیسے گویا جسکو خرقہ دیدیا ہے اُس سے یوں کہتا ہے کہ ہائیں (اس معاملہ میں) زیان خوردہ ہوگیا (لیں) اے ہمنشیں (قوال وغیرہ) میرا خرقہ ادہر واپس دے کیونکہ وہ (وجد) اس خرقہ کی برابر قیمت نہیں رکھتا (بلکہ خرقہ زیادہ قیمتی ہے پس میں وجد کے عوض خرقہ دینا نہیں چاہتا اور وہ زیان یہی ہے یہ سب مقولہ اس صوفی حریص خرقہ کا ہے سو) عاشق سے بعید ہے کہ اُسکو یہ خیال آوے (کہ برکات وجد پر خرقہ کو ترجیح دے اور اس لئے اُس کو دیکر پھر واپس لے) اور اگر (ایسا خیال کسی کو) آوے تو اُس کے سر پر خاک (ڈالنا) چاہئے (اگر یہ خرقہ کسی کو دیدیا تھا بشرطیکہ دینے کے وقت باوجود غلبۂ حال کے اتنا شعور و قصد ہو کہ شرعًا اُس کے تصرفات صحیح ہوں تب تو پھر مانگنا

تفصیل احکام خرقہ اندازی در وجد

شریعت کے بھی خلاف ہے اور اگر صرف اوتار دیا تھا اور کسی نے رسم کے طور پر اٹھا لیا تو اسوقت بعد القا واعراض کے کہ دعوی ترک ہے واپس لینا بوجہ علامت حرص ہونے کے باوجود اباحت کے زہد کے خلاف ہے پس یہ ذم کلی مشکک کے طور پر باختلاف درجہ دونوں کے ساتھ متعلق ہوسکتی ہے آگے تفصیل ہے دور از عاشق کہ این فرآیدش کی یعنی صوفی غیر عاشق کا یہ کہنا کہ نمی ارزیدآں یعنی بدیں مردود محض ہے کیونکہ) عشق (کہ وجد بھی اسی کے آثار سے ہے وہ چیز ہے کہ وہ) قالب جیسے سو خرقوں کی برابر قیمت رکھتا ہے جو (قالب) کہ حیات اور حس اور عقل (بھی) رکھتا ہے (مطلب یہ کہ خرقہ پارچہ تو کیا چیز ہے بدن جیسی حی حساس دراک چیز بھی اس پر فدا ہے چنانچہ اہل مجاہدہ کا اپنے جسم کو عشق میں فنا کر دینا مشاہد ہے آگے بطور دلالۃ بالاولی کے کہتے ہیں کہ) خاصکر خرقہ مانند دنیا کہ وہ تو بالکل ہی ناقص ہے (اور) اس (کے ناقص ہونے کی دلیل ایک یہ بھی ہے کہ) (دنیا) کی پنج دانگ ہستی (محض) درد سر (چنانچہ ظاہر ہے پس جسم انسانی کے سامنے اسکی کیا حقیقت ہو سو جب جسم ہی عشق میں بے قیمت سمجھا جاتا ہے تو دنیا کی تو کیا قیمت ہوگی البتہ مثل اس صوفی خام کے دنیا دار اسکو بہت قیمتی سمجھتے ہیں پس اس صورت میں) ملک دنیا تن پرستوں کو نصیب ہو (اور) ہم (عشاق) تو ملک عشق بے زوال کے غلام ہیں (اور اسی تشبیہ بالصوفی میں شاہزادہ کے متعلق بھی معرف کے معروضہ کا حاصل نکل آیا کہ جب اس نے سلطنت ترک کر دی تو مثل خرقہ انداختہ کے پھر یہ اس کا حریص نہیں ہے اور پنج دانگ کنایہ ہے مجموعہ سے اور غیاث میں چار دانگ کی تحقیق اس طرح لکھی ہے کنایہ از چیزیکہ بہ نسبت امثال خود دو چند باشد چہ دینار شش دانگ میباشد و دانگ ششم حصہ دینار ست پس چار دانگ بہ نسبت دو دانگ زائد میباشد اھ اور پنج دانگ کی دلالت اس مفہوم پر زیادہ ظاہر ہے واللہ اعلم آگے پھر قصہ میں معرف کا قول ہے کہ) یہ (شہزادہ) عامل عشق ہے (اس عمل و امارت سے) اسکو معزول نہ کیجئے (یعنی) بجز اپنے عشق کے اسکو (دوسرے عمل و منصب میں) مشغول نہ کیجئے (کہ اس مشغولی سے منصب عشق سے معزولی لازم آویگی اور معرف نے یہ بھی کہا کہ حضور یہ شہزادہ بھی عرض کرتا ہے کہ) جو منصب کہ میرے لئے آپکے دیدار سے حجاب ہے (محجب مصدر میمی بمعنی حجاب دہ) عین معزولی ہے (اگرچہ) نام اسکا منصب ہے (کما ذکر آنفا باقی حضور یہ شبہ نہ فرماویں کہ اگر یہ ہمارا ایسا عاشق ہے تو یہاں حاضر ہونے میں اتنی تاخیر کیونکر کی سو) اس جگہ آنے میں تاخیر کا موجب فقد استعداد اور ضعف تن تھا (یعنی ایک تو حضوری کی لیاقت وصلاحیت کی اور دوسرے بعد حضوری کے جو خدمت کرنا لازم ہے اس خدمت کے لئے جسمانی قوت کی ان دونوں کی ضرورت تھی اس کے انتظار میں یہ تاخیر واقع ہوئی آگے مولانا کا مقولہ ہے استعداد کے مناط کار ہونے میں یعنی) بدون استعداد کے (اگر کسی معدن پر تو جاوے تو ایک حبہ بھی تو قابض نہ ہوگا (استعداد متعلق معدن کے یہ ہے کہ اس کی معرفت ہو اور اس سے استخراج کا طریقہ جانتا ہو ورنہ معدنیات سب مٹی میں آمیختہ ہوتی ہیں اول تو پہچان مشکل کہ یہاں معدن ہے پھر استخراج مشکل تو حرمان لازم اسی میں مولانا کا مقصود بقرینہ قصہ تاخیر حاضری شہزادہ بدربار شاہ عارف بانتظار استعداد یہ ہے کہ اسی طرح طالب کو چاہئے کہ اول طلب و شوق اپنے اندر پیدا کرے کہ یہی استعداد ہے رجوع کی تب عارفین سے استفادہ ہوسکتا ہے ورنہ گو وہ حضرات معادن فیوض و برکات ہیں لیکن اگر طلب و شوق نہیں ہے تو مثل فاقد الاستعداد

کے معادن سے محروم آویگا آگے اشتراط استعداد و حرمان فاقد الاستعداد کی چند مثالیں ہیں مثال اول (مثل ایک عنین
کے کہ کسی باکرہ (جاریہ) کو خرید لے۔ اگرچہ وہ (کیسی ہی) سیمین تن ہو (مگر) یہ کب متمتع ہوگا (مثال دوم) مثل ایک چراغ بیروغن
اور بے فتیلہ کے اُس میں نور سے نہ کثیر ہے اور نہ قلیل (مثال سوم) باغ میں کوئی فاسد الشامہ آوے اُس کا مغز پھول سے
کب خوش ہوگا (مثال چہارم) مثل ایک حسین دلبر کے مہمان ہو نامرد کی (مثال پنجم) چنگ و بربط کی آواز ہو بہرے کے
سامنے (مثال ششم) مثل مرغ خاکی کے کہ دریاؤں میں آوے اُس سے کیا حاصل کریگا بجز ہلاکت اور زیاں کے (مثال
ہفتم) مثل بے گندم شخص کے کہ چکی گھر میں گیا ہو بجز داڑھی اور بالوں کے سفید ہونے کے کچھ عطیہ نہ ملیگا (کیونکہ آٹا ملنے
کے لئے اُسکی استعداد یعنی باگندم ہونا شرط تھا آگے ایک انتقال ہے یعنی اسی طرح) آسیائے چرخ بے گندم (اور بیدولتان
علم وعمل) لوگوں پر (صرف) بالوں کی سفیدی اور کمر کا ضعف دیتی ہے (یعنی زمانہ گذرنے سے بڑھاپا آجاتا ہے جیسا
اس شخص کی داڑھی آٹا اڑکر لگنے سے سفید ہوگئی تھی اور ہاتھ کچھ بھی نہ آیا) لیکن باگندم لوگوں پر یہ آسیائے چرخ
ملک بخش ہوا (اور اُن کو) کارخانہ اور عظمت (یعنی سلطنت معنوی) دیتا ہے (جس طرح آسیائے متعارف باگندم
لوگوں کو آٹا دیتی ہے مثال ہشتم جو کہ مضمون منتقل الیہ متعلق آسیا سے بھی من وجہ مفہوم ہوا تھا یعنی) اول تجھکو جنت
کی استعداد چاہیئے (جو کہ علوم نافعہ و اعمال صالحہ سے پیدا ہوتی ہے) تاکہ جنت سے تیری زندگی پیدا ہو (خواہ آخرت
میں اور وہ ظاہر ہے یا دنیا میں کہ حیوۃ طیبہ ہے مشابہ حیوۃ اہل جنت کے مثال نہم) طفل نوزائیدہ کو شراب وکباب سے
کیا حلاوت (اسی طرح) کوٹھیوں اور گنبد دار مکانوں سے (کیا حلاوت اور چونکہ) یہ مثالیں انتہا نہیں رکھتیں (بیشمار ہیں
اسلئے اس کے متعلق) کلام (اور مثال) مت تلاش کر۔ تو جا (اور) تحصیل استعداد کی کر (آگے پھر قصہ میں معرف کا
قول ہے کہ) یہ ابتک استعداد کے لئے بیٹھا رہا (مگر اب) شوق حد سے گذرا اور وہ (استعداد علی سبیل الکمال اب بھی)
ہاتھ نہیں آئی (مگر شدت شوق میں حاضر ہوگیا اور استعداد کامل کے متعلق اپنے دل میں) اس نے یہ کہہ لیا کہ استعداد
(کامل) بھی بادشاہ ہی سے مل جاویگی (اسکی یہ مثال ہے کہ) بدون روح کے جسد صاحب استعداد کب ہوتا ہے
(احقر نے جو یہاں استعداد میں کامل کی قید لگادی اس سے یہ شبہ مرتفع ہوگیا کہ جب شوق کا وجود متحقق مان لیا اور
یہی استعداد تھی حاضری کی پھر اس کے کیا معنی کہ آن نامدبدست در استعداد ہم ازشہ رسد وجہ دفع یہ ہے کہ استعداد
کے دو مرتبہ ہیں ایک بقدر ضرورت اُس کا تو تقدم ضروری ہے یعنی ضروری شوق وطلب اور یہ حاصل تھا اور ایک بدرجہ
کمال اس کا تقدم ضروری نہیں بلکہ اسکا کمال بعد تعلق ہی کے مشاہد ہے پس نفس استعداد شرط ہے حضور ورجوع کی اور
کمال استعداد مشروط ہے حضور ورجوع کے ساتھ چنانچہ اسکی جو یہاں مثال مذکور ہے وہ اس تقریر کی صاف دلیل ہے
کیونکہ جسد میں ایک تو استعداد ہے تعلق روح کی اُسکا تو تقدم تعلق روح پر ضروری ہے اور ایک استعداد کامل ہے صدور
افعال کی یہ تعلق روح سے متاخر ہوگی اور اس میں بھی اشارہ ہوگیا معاملہ طالب وشیخ کی طرف کہ نفس طلب و شوق بدرجہ
معتد بہ کا تو استفادہ ورجوع سے تقدم ضروری ہے اُس کا تو انتظار کرے لیکن کمال اُسکا خود استفادہ ورجوع سے متاخر ہوگا
اُس کا انتظار نہ کرے پس اول کا انتظار نہ کرنا یا دوسرے کا انتظار کرنا دونوں تفریط وافراط ہیں اور اول تعجیل اور مشابہ ادبار

انتظار استعداد بلا افراط و تفریط در رجوع بشیخ

صلوٰۃ قبل الوقت ہے اور ثانی تسویف اور مشابہ تقویت صلوٰۃ الی مابعد الوقت ہے اور نیز معرف استمالت قلب شاہ کے لئے یا اظہار برکات و محبوبیت شاہ کے لئے کہتا ہے کہ) بادشاہ کے (یعنی آپ کے) الطاف نے اس کے غم کو تہ کر رکھدیا (یعنی ختم کر دیا) یہ آیا تھا اس لئے کہ بادشاہ کا شکار کرے (یعنی آپ کو مسخر کرے) وہ (الطاف کو دیکھکر) خود ہی شکار (اور مسخر) ہوگیا (اور احقر نے اسکو معرف کا قول بخطاب شاہ کے شعر آئندہ کے قرینہ سے سمجھا کہ اس میں جوں تو خطاب صریح ہے اور وہی معرف کہتا ہے کہ شکار ہونے میں اسی کی کیا تخصیص ہے یہ قاعدہ تو عام ہے کہ) جو شخص بھی آپ جیسے صید کے شکار (اور تسخیر) میں گیا ہوگا وہ صید کو بدون قید کئے ہوئے خود قید ہوگیا ہوگا (چنانچہ اہل اللہ کا بھی یہی معاملہ دیکھا جاتا ہے کہ لوگ اُن کی خدمت واطاعت کرتے ہیں کہ یہ ہمسے محبت کرینگے مگر روز روز خود ہی اُن کے دام محبت میں زیادہ قید ہوتے جاتے ہیں یہانتک مقولہ ہوگیا معرف کا آگے مولانا تقیید و تقید محمود سے جو کہ اس شعر میں مذکور تھا کیونکہ اہل اللہ کو محب یا محبوب بنانا دونوں مطلوب ہیں انتقال فرماتے ہیں تقیید و تقید مذموم کی طرف جسمیں اہل دنیا مبتلا ہیں یعنی اس تقیید کے لئے بھی تقید لازم ہے چنانچہ) جو شخص امیری (مالی یا جاہی) کا جویا ہوتا ہے یقیناً اس (کے حصول) سے پہلے وہ اسیری میں محبوس ہو جاتا ہے (چنانچہ ظاہر ہے کہ اگر اُسکی محبت میں گرفتار نہوتا تو اسکو طلب ہی کیوں کرتا پس ارادہ کرتا ہے اُسکو مقبوض بنانے کا اور خود اُسکا مقبوض ہو چکا ہے آگے اسپر تفریع ہے کہ جب امیری کے لئے اسیری لازم ہے پس چہرہ عالم (یعنی ظاہر عالم) کے نقش کو منعکس سمجھ (کہ) ہر بندۂ جہان کا نام خواجۂ جہاں ہے (چنانچہ اوپر مذکور ہوا کہ ہے تو اسیر اور کہلاتا ہے امیر اور چونکہ اس اسیری کا اثر روح پر بھی ہوتا ہے چنانچہ روح پر عقاب بھی ہوگا اور یہ اسیری اُسکی اصل فطرت کے خلاف ہے اس تقریب سے آگے روح کا نفس و بدن کو خطاب مذکور ہے بطور شکایت کے جس سے مقصود تنبیہ ہے اس اسیری کے مضر و مذموم ہونے پر پس روح نفس و بدن سے کہتی ہے کہ) اے تن جو کچھ فکر ہے (کہ اسیری کو امیری سمجھتا ہے اور) معکوس رفتار ہے (کہ اسیری کی تحصیل کی کوشش کرتا ہے اول صفت میں قوۃ علمیہ کا اخلال مذکور ہے اور ثانی میں قوۃ عملیہ کا) تو نے لاکھوں آزاد کو (یعنی روح کو) مقید کر دیا (کیونکہ تیرے تقید سے اُس کا بھی تقید ہوا اور فاعل باوجودیکہ نفس ہے مگر بدن کو خطاب اس لئے ہے کہ اس نفس کے آلات معاصی میں یہی اعضا و قوی بدنیہ ہیں) ایک مدت کے لئے حیلہ بزی کو چھوڑ دے (کہ حیل سے مال و جاہ کو حاصل کر رہا ہے) چند ساعت موت کے قبل (ان چیزوں سے) آزاد ہو کر زندگی کر لے (کہ تو اور میں دونوں اسیری سے خلاصی پا دیں) اور اگر گدھے کی طرح تجھکو آزادی میں کوئی راہ نہیں ہے (اور مثل ڈول کے تیری سیر بجز چاہ کے (کہ قید ہے) اور کہیں نہیں ہے تو (خدا کے لئے) ایک مدت کے لئے جا میری جان چھوڑ (اور) جا اور کوئی ہمراہی میرے سوا تلاش کر (کیونکہ میری باری (مقید کرنے کی) ہو چکی مجھکو آزاد کر (اور) کسی دوسرے کو میرے سوا داماد بنا (جسطرح آئندہ حکایت میں قاضی نے اُس مکارہ عورت سے یا اس کے شوہر مکار سے کہا تھا کہ ایک بلا تو نے مجھکو فریب میں پھنسا لیا تھا اب اور کسی کو جا کر فریب دے اور اسی لئے یہاں داماد کا لفظ مناسب ہوا کیونکہ اس عورت نے شوہر کے کہنے سے قاضی کو ہم بستری کی طمع دلاکر بلایا تھا جو داماد کے لئے ہوتا ہے خصوص باعتبار شوہر زن مذکورہ کے کہ عورت مثل دختر کے اُس کے اختیار میں تھی جس سے قاضی کی تشبیہ داماد کے ساتھ اور بھی اظہر ہوگئی) اے تن جد فن

(حیلہ گر) تو مجھکو چھوڑ میری عمر تو تونے برباد کی اب اور کسی کو ڈھونڈھ (جیسے قاضی نے کہا تھا کہ اب کوئی اور تلاش کر اور اخیر کے تین اشعار یعنی مدتے رو الخ محض تحسر و تضجر پر مبنی ہیں ورنہ عدم افتراق کا امتناع اور عدم فائدہ ظاہر ہے ممکن اور مفید تو یہی ہے کہ اقتران میں نفس کی اصلاح ہو جاوے اور بجائے حاکم علی الروح ہونے کے وہ محکوم للروح ہو جاوے۔ آگے اس قاضی اور عورت کی حکایت ہے)۔

قصۂ زن جوحی عشوہ دادن او قاضی را و بمکر و حیلہ در صندوق کردن و شرح آں ار بطا و پر گذرا و فی الغیاث جوحی بالضم و حا مہملہ مکسور نام مسخرہ کہ بغایت ظریف بود آں

ہر زماں جوحی ز درویشی بفن
جوحی ناداری کے سبب مکر کرنے کے لئے

رو بزن کردے کہ اے دلخواہ من
بی بی کی طرف متوجہ ہوتا کہ اے میری چاہتی

چوں سلاحست ہست رو صیدے بگیر
جب تیرے پاس ہتیار ہے تو جا کوئی شکار پکڑ

تا بدو شانیم از صید تو شیر
تا کہ تیرے اس صید سے ہم دودہ دوہیں

قوس ابرو تیر غمزہ دام کید
ابرو کی کمان اور غمزہ کا تیر فریب کا جال

بہر چہ دادت خدا از بہر صید
خدا نے تجکو کاہے کے لئے دیا شکار کے لئے

رو پے مرغے شگرفے دام نہ
جا کسی عجیب مرغ کے لئے جال لگا

دانہ بنما لیک در خوردش مدہ
دانہ دکھلا لیکن اس کے کھانے میں مت دینا

کام بنما و کن اورا تلخ کام
مقصد تو دکھلا اور اسکو تلخ کام کر

کے خورد دانہ چو شد در حبس دام
وہ دانہ کب کھاویگا جب جال میں پھنس جاوے گا

شد زن او نزد قاضی در گلہ
اسکی بیوی قاضی کے پاس شکایت لیکر گئی
کہ مرا افغان ز شوے دہ دلہ
کہ میری فریاد ہے شوہر دہ دلہ سے

قصہ کوتہ کن کہ قاضی شد شکار
قصہ کوتاہ کرو کہ قاضی شکار ہوگیا
از مقال و از جمال آن نگار
اس نگار کی گفتگو سے اور جمال سے

گفت اندر محکمہ است و غلغلہ
کہنے لگا اس وقت تو محکمہ اور غلغلہ ہے
من نتانم فہم کردن این گلہ +
میں اس شکایت کو سمجھ نہیں سکتا

گر بخلوت آئی اے سرو سہی
اگر تو خلوت میں آوے اے سرو سہی
وز ستمگاری شو شرحم دہی
اور ظلم شوہر سے میرے سامنے بیان کرے

فہم آن بہتر کنم بدہم سزاش
تو میں اسکو اچھی طرح سمجھوں اسکو سزا دوں
آنچہ حق باشد تو زین غمگین مباش
جو کچھ حق ہو تو اس سے غمگین مت ہو

مر مرا معلوم گردد حال تو
مجکو تیرا حال معلوم ہو
شوہرت را نرم سازم بے عتو
تیرے شوہر کو نرم بے نشوز کردوں

گفت زن در خانہ تو نیک و بد
عورت نے کہا تیرے گھر میں بھلا برا آدمی
ہر دم از بہر گلہ آید رود
ہر وقت شکوہ کے لئے آتا ہے جاتا ہے

گفت خانہ تو ز ہر نیک و بدے
کہا کہ تیرے گھر میں ہر بھلے برے کی
باشد از بہر گلہ آمد شدے
شکوہ کے لئے آمد و شد ہوتی رہتی ہے

خانہ سر جملہ پر سودا بود
خانۂ سردار تمام پر سودا رہتا ہے
صدر پر وسواس و پر غوغا بود
سینہ پر وسواس و غوغا رہتا ہے

باقی اعضا ز فکر آسوده اند
باقی اعضا فکر سے آسودہ ہیں

همچو شاخ از برگ واز میوه کهن
شاخ کی طرح پرانے برگ و میوہ سے

برگها و میوه هائے نور غیب
نور غیب کے برگ اور میوے لگیں

در خزاں و باد خوف حق گریز
تو خزاں اور ہوائے خوف حق کی طرف گریز کر

کیں شقائق منع نو اشگوفهاست
اسلئے کہ یہ گلہائے لالہ مانع ہیں اُن نئے شگوفوں کے

خویش را در خواب کن زیں افتکار
اپنے کو اس فکر سے خواب میں کر دے

همچو آں اصحاب کهف اے خواجه زود
مثل اُن اصحاب کہف کے اے خواجہ جلدی سے

گفت قاضی اے صنم تدبیر چیست
قاضی نے کہا اے صنم تدبیر کیا ہے

خصم در ده رفت و حارس نیز نیست
مد مقابل تو گاؤں گیا ہے اور پاسبان بھی نہیں

واں صدور از صادراں فرسوده اند
اور بیا عضای رئیسہ اُسمیں فرسودہ رہتے ہیں

گرد خالی تا رسد از امر کن
خالی ہوجا۔ تاکہ امر کن سے

از پئے آں کهتگی بے هیچ و ریب
اُس کہنہ کے بعد بدون کسی شک کے

آں شقائقهائے پاریں را بریز
اُن پرانے گلہائے لالہ کو ریختہ کر دے۔

که درخت دل برائے آں نماست
جن کے نما کے لئے یہ درخت دل ہے

سر ز زیر خواب در یقظت بر آر
سر زیر خواب سے بیداری کی طرف اٹھا

رو بایقاظاً که تحسبهم رقود
جا طرف بمضمون تحسبہم ایقاظا وہم رقود کے

گفت خانه ایں کنیزک بس تهی ست
کہنے لگی کہ اس لونڈی کا گھر بالکل خالی ہے

بهر خلوت سخت نیکو مسکنے ست
تنہائی کے لئے بیحد عمدہ مسکن ہے

امشب ار امکاں بود آنجا بیا
آجکی رات اگر امکان ہو اس جگہ آجا
کار شب بے سمعہ است وبے ریا
رات کا کام بے شہرت اور بے اظہار ہے

جملہ جاسوساں ز خمر خواب مست
تمام تجسس کرنے والے شراب خواب سے مست ہیں
زنگی شب جملہ را گردن زدست
زنگی شب سب کی گردن مار دیتا ہے

خواند بر قاضی فسونہائے عجب
اس شکر لب نے قاضی پر عجیب افسوں پڑھے
آں شکر لب وانگہانے از چہ لب
اور پھر کیسے لب سے

چند با آدم بلیس افسانہ کرد
کتنا ہی آدم علیہ السلام کے ساتھ ابلیس نے افسانے کئے
چونکہ حوا گفت خور آنگاہ خورد
جب حوا علیہا السلام نے کہدیا کہ کھالو اسوقت کھالیا

اولیں خون در جہانِ ظلم و داد
اول خون عالم ظلم و عدل میں
از کف قابیل بہر زن فتاد
قابیل کے ہاتھ سے عورت ہی کے سبب واقع ہوا

نوح بر تابہ چو بریاں ساختے
نوح علیہ السلام توے پر بریاں کرتے
واہلہ بر تابہ سنگ انداختے
واہلہ توے پر پتھر پھینکدیتی

مکر زن بر فن او چیرہ شدے
عورت کا مکر ان کے فن پر غالب ہو جاتا
آب صاف وعظ او تیرہ شدے
ان کے وعظ کا آب صافی مکدر ہو جاتا

قوم را پیغام کردے از نہاں
وہ قوم کو خفیہ طور سے پیام بھیجدیتی
کہ نگہدارید دین از گمرہاں
کہ تم لوگ دین گمراہوں سے محفوظ رکھنا

لوط را زن ہمچنیں بد کافرہ
لوط علیہ السلام کی بیوی بھی ایسی ہی کافرہ تھی
خواندہ باشی قصۂ آں فاجرہ
تونے اس بددین کا قصہ پڑھا ہوگا

یوسف از کید زلیخائے جواں	ماند در زنداں برائے امتحاں
یوسف علیہ السلام زلیخائے جوان کے کید سے	زندان میں رہے امتحان کے لئے
ہر بلا کاندر جہاں بینی عیاں	باشد از شومی زن در ہر مکاں
جو بلا کہ جہاں میں تم عیاں دیکھو	وہ ہر جگہ شومی زن ہی سے ہو گا

جوحی (کہ ایک مسخرہ کا نام ہے) ناداری کے سبب مکر کرنیکے لئے (اپنی) بی بی کی طرف متوجہ ہوتا (اور کہتا) کہ اے میری چاہتی (بی بی) جب تیرے پاس (حسن وجمال کا) ہتیار ہے تو جا (اس کے ذریعہ سے) کوئی شکار پکڑ (یعنی کسی کو فریفتہ کر) تاکہ تیرے اس صید سے ہم دودھ دوہیں (یعنی اس سے کچھ وصول کریں کہ افلاس دور ہو) ابرو کی کمان اور غمزہ کا تیر (اور) فریب کا جال۔ خدانے تجھکو کاہے کے لئے دیا شکار کے لئے (پس) جا کسی عجیب مرغ کے لئے جال لگا (اور) دانہ دکھلا لیکن اس کے کھانے میں بست دینا۔ (یعنی وصال کی توقع دلا کرنا کام رکھنا) مقصد تو دکھلا اور اسکو تلخ کام کر (اور) وہ دانہ کب کھاویگا جب جال میں پھنس جاویگا (یعنی اول ہی سے کسی ترکیب سے کہیں بند کر دینا پھر وصال کہاں میسر ہوگا جیسا آگے صندوق میں بند کرنا مذکور ہو گا اس مشورہ کے بعد) اسکی بیوی قاضی کے پاس شکایت لیکر گئی کہ میری فریاد ہے شوہر دہ دلہ سے (جسکا دل دس طرف ہے میری طرف توجہ نہیں کرتا اور میرے نان و نفقہ کی خبر نہیں لیتا اور اس قسم کی طرح طرح کی باتیں کیں) قصہ کوتاہ کرو کہ قاضی شکار ہو گیا اس نگار کی گفتگو سے اور جمال سے کہنے لگا اسوقت تو محکمہ اور غلغلہ ہے میں اس شکایت کو سمجھ نہیں سکتا (اسلئے) اگر تو خلوت میں آوے اے سروسہی اور ظلم شوہر سے میرے سامنے بیان کرے تو میں اسکو اچھی طرح سمجھوں (اور) اسکو سزا دوں۔ جو کچھ حق ہو تو اس سے غمگین بست ہو مجھکو تیرا حال معلوم ہو تیرے شوہر کو ترم (اور) بے نشوز کر دوں عورت نے کہا تیرے گھر میں بھلا برا آدمی ہر وقت شکوہ کے لئے آتا ہے جاتا ہے (اور یہ بھی) کہا کہ تیرے گھر میں ہر بھلے برے کی شکوہ کے لئے آمد و شد ہوتی رہتی ہے (آگے مولانا دماغ و قلب مقیدان غیر اللہ کو خانہ قاضی سے تشبیہ دیکر مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں کہ اسی طرح) خانہ سر دار تمام پر سودا رہتا ہے۔ (اور) سینہ (بھی) پر وسواس و غو غار ہتا ہے (اور) باقی اعضا فکر سے آسودہ ہیں اور یہ اعضائے رئیسہ اس (فکر) میں فرسودہ رہتے ہیں (مقصود مولانا کا اس تنبیہ سے ترغیب ہے ان کو ماسوی اللہ سے خالی کرنے کی جسطرح آگے خانہ جوحی کا خالی ہونا مذکور ہو گا چنانچہ آگے اس اخلاء مقصود کی تصریح ہے کہ) شاخ کی طرح پرانے برگ و میوہ سے (یعنی خیالات سابقہ دنیویہ سے) خالی ہو جا تاکہ امر کن سے (یعنی حکم حق و عنایت حق سے) نور غیب کے برگ و میوہ (یعنی علوم و معارف و احوال اس شاخ قلب پر) لگیں اس کہنہ کے بعد بدون کسی شک کے (اور) تو خزانہ اور ہوائے خوف حق کی طرف گریز کر (اور) اُن پرانے گلہائے لالہ کو ریختہ کردے (مراد افکار دنیویہ اور چونکہ خوف حق سے یہ فنا ہو جاتے ہیں اس اعتبار سے

اُسکو خزاں سے تشبیہ دی ورنہ اصل بہار تو وہی ہے آگے علت ہے بریزی کی یعنی) اس لئے کہ یہ گلہائے لالہ (کہنہ) مانع ہیں اُن نئے شگوفوں کی جن کے نما کے لئے یہ درخت دل (موضوع) ہے اور ان ہی جدید شگوفوں کے اعتبار سے وہ خوف حق مثل بہار کے ہے آگے بھی ان ہی افکار غیر اللہ کے ازالہ کا دوسرے عنوان سے مضمون ہے کہ) اپنے کو اس فکر (ماسوی) سے خواب (اور بے خبری) میں کردے (اور باعتبار حقیقت کے اس کے معنی یہ ہیں کہ) سر زیر خواب سے بیداری کی طرف اُٹھا کیونکہ غیر اللہ کے ساتھ بیداری حقیقت میں خواب ہے اللہ سے اور غیر اللہ سے خواب ہونا حقیقت میں بیداری ہے اللہ کے ساتھ) مثل اُن اصحاب کہف کے اے خواجہ جلدی سے جا طرف مضمون تحسبہم ایقاظًا وھم رقود کے (یعنی تو بھی ان کے مشابہ ہو جا اس بات میں کہ لوگ تجھکو باخبر از خلق جانیں اور تو بے خبر از خلق ہو پس مقصود تشبیہ ہے نہ کہ تفسیر آگے قصہ ہے کہ) قاضی نے کہا اے صنم (پھر) تدبیر (خلوت کی) کیا ہے کہنے لگی اس لونڈی کا گھر بالکل خالی ہے مد مقابل (یعنی شوہر) تو گاتو گیا ہے اور (کوئی اُسکی طرف سے) پاسبان بھی نہیں (جو ہماری نگرانی کرے) تنہائی کے لئے بیحد عمدہ مسکن ہے (سو) آجکی رات اگر امکان ہو اُس جگہ آجا رات کا کام بے شہرت اور بے اظہار ہے (کہ) تمام تجسس کرنے والے شراب خواب سے مست (رہوتے) ہیں (اور) زنگی شب سبکی گردن ماردیتا ہے (اسی طرح سے) اُس شکر لب نے قاضی پر عجیب افسوں پڑھے اور پھر کیسے لب سے (پڑھے نہایت دلفریب لب سے آگے بعض فتن عورتوں کی تفریع کے مذکور ہیں کہ) کتنا ہی آدم علیہ السلام کے ساتھ ابلیس نے افسانے کئے (لیکن بجبتہ اثر نہ ہوا اور) جب حوا علیہا السلام نے کہدیا کہ کھالو اُسوقت کھالیا (یہ مبنی ہے ایک قول پر کہ وسوسہ ابلیس سے آدم علیہ السلام صرف متردد ہوئے تھے عزم نہوا تھا اُس نے حوا علیہا السلام کے دل میں وسوسہ ڈالا اور انھوں نے وہ وسوسہ آدم علیہ السلام کے دل میں جما دیا اور گندم کھالیا اسی طرح) اول خون (اس) عالم ظلم وعدل میں قابیل کے ہاتھ سے عورت ہی کے سبب واقع ہوا (اسی طرح) نوح علیہ السلام توی پر (ماہی کو) بریاں کرتے (کنایہ ہے سامان دعوت ایمان سے کہ غذائے روحانی ہے) واہلہ (اُن کی زوجہ اُس) توے پر پتھر پھینکدیتی (جس سے سب غذا غارت ہو جاتی یعنی قوم کو بہکا دیتی جس سے وعظ کا اثر باطل ہو جاتا جیسا آگے آتا ہے یعنی) عورت کا مکر اُن کے فن (وعظ) پر غالب ہو جاتا (اور) اُن کے وعظ کا آب صافی مکدر ہو جاتا (اسطرح کہ) وہ قوم کو خفیہ طور سے پیام بھیجدیتی کہ تم لوگ (اپنا) دین (ان) گمراہوں (یعنی نوح اور مومنین بہ نوح) سے محفوظ رکھنا (اسی طرح) لوط علیہ السلام کی بیوی بھی ایسی ہی کافرہ تھی تو نے اُس بددین کا قصہ پڑھا ہوگا (کہ وہ امردمہمان کے آنے کی اطلاع اپنی قوم کو کردیتی تھی یہاں فاجرہ سے مراد کافرہ ہے نہ کہ معنی مشہور کہ انبیاء کی ازواج اُس سے منزہ ہیں اسی طرح) یوسف علیہ السلام زلیخائے جوان کے کید سے زندان میں رہے امتحان کے لئے (غرض) جو بلا (وفتنہ) کہ جہان میں تم عیاں دیکھو وہ ہر جگہ شومی زن ہی سے ہوگا (ہر بلا کہنا بحکم للاکثر حکم الکل ہے اور اسکی اکثریت میں کوئی شبہ نہیں آگے پھر قصہ ہے ✦

—— ✻ ——

رفتن قاضی بخانۂ زن جوحی و حلقه زدن جوحی به تندی و خشم بر در و گریختن قاضی در صندوق

مکر زن پایاں ندارد رفت شب
عورتوں کا مکر انتہا نہیں رکھتا شب کو

قاضی زیرک سوئے زن بہر دب
قاضی زیرک عورت کیطرف صحبت کے لئے گیا

زن چو شمع و نقل مجلس راست کرد
عورت نے جب شمع اور مجلس کی کوئی نقل درست کر رکھی

زاں نوازش شاد شد قاضی فرد
اُس اکرام سے قاضی فرد خوش ہوا

چونکہ بنشستند باہم ساعتے
جب دونوں باہم ایک ساتھ بیٹھے

تا بر آسایند اندر خلوتے
تاکہ خلوت میں آسودہ ہوں

چوں نشست او پہلوئے زن بامراد
جب وہ عورت کے پہلو میں بامراد بیٹھا

گشت جاں بیغمش زاں وصل شاد
اسکی جان بے غم اُس وصل سے شاد ہوئی

اندر آں دم جوحی آمد در بزد
اسیوقت جوحی آپہونچا دروازہ کھٹکھٹایا

جست قاضی مہربی تا در خزد
قاضی جلدی سے اٹھا تاکہ کسی گریز کی جگہ میں جا گھسے

غیر صندوقے ندید او خلوتے
بجز صندوق کے اُس نے کوئی خلوت نہ دیکھی

رفت در صندوق از خوف آں فتے
صندوق میں چلا گیا اُس جوان کے خوف سے

اندر آمد جوحی و گفت اے حریف
جوحی اندر آیا اور کہنے لگا اے حریف

اے وبالم در ربیع و در خریف
میری وبال ربیع میں اور خریف میں

من چه دارم که فدایت نیست آن
میں کیا چیز ایسی رکھتا ہوں جو تیری فدا نہیں ہے
که ز من فریاد داری هر زمان
کہ تو مجھسے ہر وقت فریاد کرتی رہتی ہے

گفت شخصے نزد قاضی رفته
ایک شخص نے کہا ہے کہ تو قاضی کے پاس گئی تھی
در حقم ناگفتنیها گفته
میری حق میں بہت سی نہ کہنے کی لائق باتیں کہی ہیں

بر لب خشکم کشادستی زبان
میرے لب خشک پر تو نے زبان کھولی ہے
گاه مفلس خوانیم گه قلتبان
کبھی تو مجکو مفلس کہتی ہو کبھی دیوث

این دو علت گر بود اے جان مرا
اگر اے جان مجھ میں یہ دو علتیں ہیں
آن یکے از تست و دیگر از خدا
تو ایک تو تیری طرف سے ہے اور ایک خدا کی طرف سے ہے۔

من چه دارم غیر این صندوق و کان
میرے پاس بجز اس صندوق کے کیا ہے کہ وہی
هست مایه تهمت و پایه گمان
مایۂ تہمت اور بنار گمان ہے

خلق پندارند زر دارم درون
مخلوق یہ سمجھتی ہیں کہ میں اندر خانہ زر رکھتا ہوں
داد وا گیرند از من زین ظنون
ان گمانوں کے سبب لوگ مجھسے عطا کو روک لیتے ہیں

صورت صندوق بس زیباست لیک
صندوق کی صورت تو نہایت زیبا ہے لیکن
از عروض و سیم و زر خالیست نیک
امتعہ اور نقد سے بالکل خالی ہے

چون تن زراق خوب و با وقار
جیسے ریاکار کا تن ہوتا ہے خوب اور باوقار
اندران سله نیابی غیر مار
اس ٹوکرے کے اندر بجز سانپ کے تو اور کچھ نہ پاویگا۔

من برم صندوق فردا را بکو
میں یہ صندوق کل کو محلہ میں لے جاؤنگا
پس بسوزم در میان چارسو
پھر چوراہہ کے درمیان جلا دونگا

تا بہ بیند مومن و گبر و جہود

تاکہ مومن اور گبر اور یہود سب دیکھ لیں

گفت زن ہی درگذر ای مرد زین

عورت نے کہا کہ خبردار اس سے درگذر اے مرد

بار سن صندوق را در دم ببست

رسی سے فوراً باندھا

از پگہ حمال آورد او چو باد

صبح ہی سے ہوا کی طرح حمال کو لے آیا

اندران صندوق قاضی از نکال

اس صندوق کے اندر قاضی مصیبت کے مارے

کرد آن حمال پیش و پس نظر

اس حمال نے آگے پیچھے نگاہ کی

ہاتف ست این داعی من ای عجب

یہ میرا پکارنے والا کوئی ہاتف ہے اے عجب

چون پیاپے گشت آن آواز بیش

جب علی الاتصال وہ آواز بڑھتی گئی

عاقبت دانست کان بانگ و فغان

آخر جان لیا کہ یہ بانگ و فغان

کاندرین صندوق جز لعنت نبود

کہ اس صندوق میں بجز بے ہودگی کے کچھ نہ تھا

خورد سوگند آن کہ نکنم جز چنین

اس نے قسم کھالی کہ بجز اسکے کچھ نہ کرونگا

خویشتن را کردہ بد مانند مست

اپنے کو دیوانوں کی طرح بنا رکھا تھا

زود آن صندوق بر پشتش نہاد

فی الفور وہ صندوق اسکی پشت پر رکھدیا

بانگ میزد کای حمال و ای حمال

آواز دیتا تھا کہ اے حمال اے حمال

کز چہ سو در میرسد بانگ و خبر

کہ کس طرف سے آواز اور خبر آرہی ہے

یا پری ام میکند پنہان طلب

یا کوئی جن مجکو خفیہ بلا رہا ہے

گفت ہاتف نیست باز آمد بخویش

کہنے لگا کہ ہاتف نہیں ہے پھر آپے میں آیا

بُد ز صندوق و کسے در وے نہان

صندوق میں سے ہے اور کوئی اس میں پوشیدہ ہے

عاشقے کو در غم معشوق رفت
جو عاشق کہ معشوق کے غم میں مبتلا ہوا ہو

گرچہ بیرونست در صندوق رفت
اگرچہ وہ باہر ہے صندوق میں مقید ہوا ہے

عمر در صندوق برد از اندہاں
اس شخص نے غموں کے سبب عمر صندوق میں پوری کی ہے

جز کہ صندوقے نہ بیند در جہاں
بجز صندوق کے وہ دنیا میں کچھ نہیں دیکھتا

آں سرے کہ نیست فوق آسماں
جو سر کہ آسمان کے اوپر نہیں ہے

از ہوس او را دراں صندوق داں
بسبب ہوس کے اسکو اس صندوق میں جان

چوں ز صندوق بدن بیروں رود
جب صندوق بدن سے باہر جاویگا

او ز گورے سوئے گورے می شود
تو وہ ایک گور سے دوسری گور کی طرف جا رہا ہے

ایں سخن پایاں ندارد قاضیش
اس مضمون کا انتہا نہیں قاضی نے اسکو

گفت اے حمال و اے صندوق کش
کہا اے حمال اور اے صندوق کش

از من آگہ کن درون محکمہ
میرے حال سے خبردار کر دے محکمہ میں

نائبم را زود تر با ایں ہمہ
میرے نائب کو بہت جلدی مع اس تمام واقعہ کے

تا خرد ایں را بزر زیں بے خرد
تاکہ وہ اسکو اس بے عقل سے خریدے

ہمچنیں بستہ بخانہ ما برد
اسی طرح بندھا بندھایا ہمارے گھر تک لیجاوے

اے خدا بگمار قوم رحم مند
اے خدا رحم مند قوم کو مسلط کر دے

تا ز صندوق بدن ماں وا خرند
تاکہ صندوق بدن سے ہمکو خرید لیں

خلق را از بند صندوق فسوں
خلق کو قید صندوق فسوں سے

کہ خرد جز انبیا و مرسلوں
کون خریدتا ہے بجز انبیاء و مرسلین کے

از ہزاران یک کسے خوش منظرست
ہزاروں میں کوئی ایک ہی شخص خوش نظر ہے

کہ بداند کو بصندوق اندرست
جو یہ جانے کہ وہ صندوق کے اندر ہے

آنکہ داند تو نشانش ایں شناس
جو شخص جانتا ہے تو اسکی علامت یہ پہچان لے

کو ز روح ایں جہاں دارد ہراس
کہ وہ اس عالم کی راحت سے ہراس رکھتا ہے

او جہاں را دیدہ باشد پیش ازاں
اس شخص نے اس جہان کو اس سے پہلے دیکھ لیا ہوگا

تا بداں ضد ایں ضدش گردد عیاں
جس سے اس ضد کے سبب یہ ضد اسکو عیاں ہو گئی

زیں سبب کہ علم ضالہ مومن ست
اس سبب سے کہ علم مومن کی گم شدہ چیز ہے

عارف ضالہ خود ست و موقن ست
وہ اپنے گم شدہ چیز کا پہچاننے والا ہے اور یقین رکھنے والا ہے

آنکہ ہرگز روز نیکو خود ندید
جس شخص نے کوئی روز نیک خود نہ دیکھا ہو

او دریں ادبار کے خواہد طپید
وہ اس ادبار میں کب مضطرب ہوگا

یا بطفلی در اسیری اوفتاد
یا تو طفلی میں اسیری میں واقع ہوگیا ہے

یا خود از اول ز مادر بندہ زاد
یا خود اول ہی سے ماں سے غلام پیدا ہوا ہے

ذوق آزادی ندیدہ جان او
اسکی جان نے آزادی کا ذوق نہیں دیکھا

ہست صندوق صور میدان او
تصویرات کا صندوق اسکا میدان ہوگا۔

دائما محبوس عقلش در صور
ہمیشہ اسکی عقل تصویرات میں محبوس رہے گی

از قفص اندر قفص دارد گذر
ایک قفس سے دوسرے قفس میں گذر رکھے گا

منفذش نے از قفص سوئے علا
اس شخص کا منفذ قفس سے علو کی طرف نہیں ہے

در قفصہا میرود از جا بجا
قفسوں ہی میں ایک جگہ سے دوسری جگہ میں پھر رہا ہے

در نبی ان استطعتم فانفذوا
قرآن مجید میں یہ مضمون کہ اگر تم سے ہو سکے تو نکل جاؤ

این سخن با جن وانس آمد زھو
جن و انس کے ساتھ خطاب کر کے حق تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے

گفت منفذ نیست از گردون شاں
یہ فرمایا کہ سموات سے انکو کوئی منفذ نہیں

جز بسلطان و بوحی آسماں
بجز قوت اور وحی آسمان کے

گر ز صندوقے بصندوقے رود
اگر ایک صندوق سے دوسرے صندوق میں جا رہا ہے

او سمائی نیست صندوقی بود
وہ شخص علوی نہیں ہے صندوقی ہے

فرجۂ صندوق نو نو مسکرست
نئے نئے صندوقوں کی سیر مست کر دینے والی ہے

در نیابد کو بصندوق اندرست
وہ اسکا ادراک نہیں کرتا کہ وہ صندوق کے اندر ہے

گر نشد غرہ بدیں صندوقہا
اگر وہ ان صندوقوں پر فریفتہ نہ ہوا

ہمچو قاضی جوید اطلاق و رہا
تو قاضی کی طرح وہ اطلاق اور رہائی ڈھونڈیگا

آنکہ داند این نشانش آں شناس
جو شخص اسکو جانیگا اسکی علامت یہ پہچان لے

کو نباشد بے فغاں و بے ہراس
کہ وہ بے فغاں اور بے ہراس ہوگا

ہمچو قاضی باشد او در ارتعاد
قاضی کی طرح وہ لرزہ میں رہے گا

کے شود زاں غم دلش یک لحظہ شاد
اس غم سے اسکا دل کب ایک لحظہ بھی شاد ہوگا

رہروے را گفت آں حمال شاد
اس حمال نے کسی راہرو سے خوش ہو کر کہا

کہ برو در محکمہ قاضی چو باد
کہ محکمہ قاضی میں ہوا کی طرح جا۔

نائبش را گوی کیں شد واقعہ
اس کے نائب سے کہہ کہ یہ حادثہ ہو گیا ہے

بر سر قاضی بیامد قارعہ
قاضی کے سر پر مصیبت آگئی ہے

شغل را بگذار زود اینجا بیا
کام چھوڑ اور جلدی یہاں آ

زود بخر سربستہ این صندوق را
جلدی خرید سربستہ اس صندوق کو

چونکہ رہرو شد رسالت را رساند
جب وہ رہرو گیا پیام پہونچایا

ہر کہ زو بشنید این خیرہ بماند
جس نے اس سے سنا حیران رہ گیا

برد القصہ خبر صندوق کش
القصہ صندوق کش کی خبر نے

نائب قاضی حسن را از غمش
قاضی حسن کے نائب کو قاضی کے غم سے از جا رفتہ کر دیا

آتشے بر کردہ جوحی از ملا
جوحی نے مجمع میں آگ روشن کر رکھی تھی

کہ بخواہم سوختن این صندوق را
کہ میں تو اس صندوق کو جلا دونگا

بر سرِ بازار جوشش عامہ
بازار میں عوام الناس کا ایک جوش ہے

چیست جوحی می نہد ہنگامہ
کیا قصہ ہے وہ جوحی ایک ہنگامہ برپا کر رہا ہے

عورتوں کا مکر (جسکا اوپر کے اشعار میں بیان ہے) انتہا نہیں رکھتا (اُسکی بیشمار حکایات ہیں اس لئے اسکو چھوڑ کر قاضی کا قصہ بیان کرو کہ) شب کو قاضی زیرک عورت کی طرف صحبت کیلئے گیا عورت نے جیسے شمع اور مجلس کی کوئی نقل (از قسم فواکہ یا شیرینی وغیرہ) درست کر کے رکھی اُس اکرام سے قاضی فرد خوش ہوا جب دونوں باہم ایک ساعت بیٹھے تاکہ خلوت میں آسودہ ہوں جب وہ (قاضی) عورت کے پہلو میں بامراد بیٹھا اُسکی جان پر غم اُس وصل سے شاد ہوئی اُسی وقت جوحی آپہونچا اور دروازہ کھٹکھٹایا قاضی جلدی سے اٹھا تاکہ کسی گریز کی جگہہ میں جا گھسے بجز صندوق کے اُس نے کوئی خلوت نہ دیکھی صندوق میں چلا گیا اُس جوان کے خوف سے (اور) جوحی اندر آیا اور کہنے لگا ای حریف (اور) میری وبال ربیع میں اور خریف میں (یعنی تمام اوقات میں) میں کیا چیز ایسی رکھتا ہوں جو تیرے فدا نہیں ہے کہ تو مجھسے ہر وقت فریاد کرتی رہتی ہے (یعنی جو چیز میرے پاس ہے تجھسے دریغ نہیں پھر کاہے کو شکایت کرتی رہا کرتی ہے مجھسے) ایک شخص نے کہا ہے کہ تو قاضی کے پاس گئی تھی (اور) میرے حق میں بہت سی نہ کہنے کی لائق باتیں کہی ہیں میرے لب خشک (یعنی خاموش) پر تو نے زبان کھولی ہے (یعنی باوجودیکہ میں تیری کوئی مذمت نہیں کرتا مگر تونے میری شکایت کی ہے) کبھی تو مجھکو مفلس کہتی ہے کبھی دیوث اگر اے جان مجھمیں یہ دو علتیں ہیں تو ایک تو تیری طرف سے ہے

ہے (یعنی دیوث کہ اگر میں ایسا ہوں تو اس کا سبب تیری آوارگی ہوگی) اور ایک خدا کی طرف سے ہے (یعنی مفلس اور تو یہ بتلا کہ) میرے پاس بجز اس صندوق کے کیا ہے کہ وہی مایۂ تہمت اور بنائے گمان ہے مخلوق یہ سمجھتے ہیں کہ میں اندر خانہ زر رکھتا ہوں (ورنہ اتنا بڑا صندوق کس کام کا ہے اور) ان گمانوں کے سبب لوگ مجھ سے عطا کو روک لیتے ہیں (یعنی صدقہ وخیرات بھی مجھکو نہیں دیتے) صندوق کی صورت تو نہایت زیبا ہے لیکن امتعہ اور نقد سے بالکل خالی ہے جیسے (شیخ) ریاکار کا تن ہوتا ہے (کہ باہر سے) خوب اور باوقار (ہوتا ہے لیکن) اس ٹوکرے کے اندر بجز سانپ بچھو اور کچھ نہ پاویگا (کنایہ ہے اخلاق ذمیمہ وغیرہا شرور سے پس) میں یہ صندوق کل کو محلہ میں لیجاؤنگا پھر چوراہے کے درمیان (رکھکر) جلا دونگا تاکہ مومن اور گبر اور یہود سب دیکھ لیں کہ اس صندوق میں بجز بیہودگی کے کچھ نہ تھا عورت نے کہا کہ خبردار اس سے درگذر ای مرد (مگر) اس نے قسم کھالی کہ بجز اس کے کچھ نکرونگا (پھر) رسی سے فوڑا باندھا (اور) اپنے کو دیوانوں کی طرح بنا رکھا تھا صبح ہی سے ہوا کی طرح حمال کو لے آیا (اور) فی الفور وہ صندوق اسکی پشت پر رکھدیا اس صندوق کے اندر قاضی مصیبت کے مارے آواز دیتا تھا کہ اے حمال ای حمال۔ اس حمال نے آگے پیچھے نگاہ کی کہ کس طرف سے (یہ) آواز اور خبر آرہی ہے یہ پکارنے والا کوئی ہاتف ہے ای عجب یا کوئی جن مجھکو خفیہ بلا رہا ہے جب علی الاتصال وہ آواز بڑھتی گئی کہنے لگا کہ ہاتف نہیں ہے (اور) پھر آپے میں آیا آخر جان لیا کہ یہ بانگ و فغان صندوق میں سے ہے اور کوئی اس میں پوشیدہ ہے (آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ صندوق کے بند ہونے میں کچھ اس قاضی کی تخصیص نہیں) جو عاشق (مجازی) کہ معشوق کے غم (اور عشق) میں مبتلا ہوا ہو اگرچہ (ظاہر میں) وہ باہر ہے (لیکن معنیً) صندوق میں مقید ہوا ہے (کیونکہ دل کا پھنس جانا جسم کے پھنس جانے سے اشد ہے پس وہ تعلق اور تصور صندوق سے زیادہ قید ہے اور) اس شخص نے غموں کے سبب (جو عشق میں پیش آئے) عمر صندوق میں پوری کی ہے بجز صندوق کے وہ دنیا میں کچھ نہیں دیکھتا (آگے اور تعمیم کرتے ہیں کہ اسمیں عاشق مجازی کی بھی تخصیص نہیں بلکہ) جو سر کہ آسمان کے اوپر نہیں ہے (یعنی جسکی توجہ عالم سفلی میں ہے) بسبب (گرفتاری) ہوس کے اسکو اس صندوق میں جان (پس ایسا شخص) جب صندوق بدن سے باہر (نکل کر قبر میں) جاویگا تو (یوں سمجھو کہ) وہ ایک گور سے دوسری گور کی طرف جارہا ہے (یعنی یہ قبر اس کے لئے نئی چیز نہیں اس سے پہلے بھی وہ قبر ہی میں تھا کیونکہ اس کا قالب مثل تابوت کے مشتمل تھا قلب میت محبوس فی تعلقات الدنیا وماسوی اللہ پر اور اس سے اوپر تعلقات ماسوی کو صندوق کہا اور یہاں بدن کو سو ان تعلقات ماسوی کا محل چونکہ قوی حالہ فی الجسم ہیں اس لئے دونوں تشبیہوں میں صرف عنوان کا تفاوت ہے معنون واحد ہے آگے پھر قصہ ہے کہ) اس مضمون کا انتہا نہیں (قصہ یہ ہے کہ) قاضی نے اس (حمال) کو کہا اے حمال اور ای صندوق کش میرے حال سے خبردار کردی محکمہ میں میرے نائب کو بہت جلدی مع اس تمام واقعہ کے تاکہ وہ اس (صندوق) کو اس بے عقل سے خرید لے اسی طرح بند ہا بندھایا ہمارے گھر تک لیجاوے (آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ) اے خدا (ہمپر) رحم مند قوم کو مسلط کردے تاکہ صندوق بدن سے ہمکو خرید لیں (اس سے خلاصی دینے کے لئے مراد اس قوم سے باشفقت اہل ارشاد ہیں جو قلب کو تعلقات ماسوی سے پاک کردیں (آگے تعیین ہے قوم رحم مند کی یعنی)

خلق کو قید صندوق فسوں (وغرور) سے کون خرید (کر چھڑا) تا ہے بجز انبیاء و مرسلین (اور اُن کے وارثان صدق) کے (اول اولا اور ثانی تبعاً آگے اکثر گرفتاران تعلقات ماسوی کا جہل بتلاتے ہیں کہ باوجودیکہ یہ لوگ صندوق میں ہیں مگر پھر بھی) ہزاروں میں کوئی ایک ہی شخص خوش نظر ہے جو یہ جانتا ہے کہ وہ صندوق کے اندر ہے (آگے اس جاننے والے کی علامت بتلاتے ہیں کہ) جو شخص (اس بات کو) جانتا ہے تو اُسکی علامت یہ پہچان سے کہ وہ اس عالم کی راحت سے ہراس رکھتا ہے (یعنی یہاں کے سامان عیش و لذت سے اُسکو دلچسپی نہیں بلکہ توحش ہے پس) اُس شخص نے اُس جہان کو اس سے پہلے دیکھ لیا ہوگا جس سے اُس ضد کے سبب یہ ضد اُسکو عیاں ہو گئی (جس طرح صندوق کی تنگی کو وہ سمجھیگا جس نے عالم فراخ دیکھا ہوگا پس اسی طرح جس نے بصیرت سے اُس عالم کو دیکھ لیا ہے یہ عالم اور اُس کے تعلقات اُسکو صندوق نظر آتے ہیں اور اُن سے وہ متوحش ہوتا ہے اور) اس سبب سے کہ علم مومن کی گم شدہ چیز ہے (جیسا حدیث میں ہے الکلمة الحکمة ضالة المؤمن فحیث وجدها فهو احق بها) وہ اپنی گم شدہ چیز کا پہچاننے والا ہے اور (اُس پہچاننے میں) یقین رکھنے والا ہے (جیسا مالک اپنی چیز کو یقین کے ساتھ پہچان لیتا ہے یہ دلیل ہے مضمون شعر بالا کی یعنی پہلے جو اوپر کہا ہے کہ اُس نے اُس عالم کو دیکھا ہوگا اسکی دلیل یہ ہے کہ دار اصلی تو مومن کا وہی ہے وہاں سے جدا ہو جانا ایسا ہے جیسا کوئی گم ہو جانا پس جب انبیاء علیہم السلام نے اُس عالم کا تذکرہ فرمایا تو یہ مومن فوراً مثل ضالہ کے اُسکو پہچان گیا اور اُس کے پہچاننے سے یہ عالم صندوق نظر آیا اور برخلاف اس کے) جس شخص نے کوئی روز نیک خود نہ دیکھا ہو (یعنی اُسکو عالم علوی کی فراخی مشاہدہ نہ ہوئی ہو) وہ اس ادبار (دنیوی و تعلق ماسوی) میں کب مضطرب ہوگا (بلکہ اُسکی حالت یہ ہوگی ورضوا بالحیوة الدنیا واطمأنوا بها الآیہ اور ایسا شخص) یا تو طفلی میں اسیری میں واقع ہو گیا ہے یا خود اول ہی سے (یعنی طفلی کے بھی قبل) ماں سے غلام پیدا ہوا ہے (جو ایک قسم کی اسیری ہے اس لئے) اُسکی جان نے آزادی (اور حریت و خلاصی) کا ذوق نہیں دیکھا (پس ظاہر ہے کہ اُسکو قید اور صندوں کی تنگی کیوں ناگوار ہوگی گو وہ صندوق ہی میں ہو بلکہ) تصورات کا صندوق اُس کا میدان ہوگا (یعنی وہ اُسی کو میدان سمجھیگا اور اُن تصورات کے تماشے کو منتہی مقصود کا سمجھے گا اور) ہمیشہ اُسکی عقل تصورات میں محبوس رہے گی (اور وہ) ایک قفس سے دوسرے قفس میں گذر رکھیگا (یعنی کبھی ایک تصور میں مبتلا ہو گیا کبھی اُس سے نکلکر دوسرے میں مبتلا ہو گیا) اس شخص کا منفذ قفس سے علو کی طرف نہیں ہے قفسوں ہی میں ایک جگہ سے دوسری جگہ میں پھر رہا ہے (آگے نفوذ و خروج من حبس الدنیا کا طریق ایک آیت سے بطور علم اعتبار کے بتلاتے ہیں کہ) قرآن مجید میں یہ مضمون کہ اگر تم سے ہو سکے تو نکل جاؤ جن و انس کے ساتھ خطاب کر کے حق تعالی کی طرف سے آیا ہے (اور اس کے بعد) یہ فرمایا ہے کہ سموات سے انکو کوئی منفذ نہیں بجز قوت اور وحی آسمان کے (یہ عطف تفسیری ہے اُس آیت کی یہ تفسیر نہیں ہے کیونکہ آیت کا مدلول تعجیز عن النفوذ اور انتفاء سلطان کا ہے اور مولانا نے امر فانفذوا کو طلب پر اور لا تنفذون الا بسلطان کو ترغیب تحصیل سلطان پر محمول فرمایا ہے اس کو علم اعتبار کہتے ہیں چونکہ مدعائے مقام آیت کی اس تفسیر پر موقوف نہیں بلکہ بدیہی و ضروری ہے اس لئے تفسیر کے انتفاء سے مدعا کے ثبوت میں کوئی قدح نہیں لازم آتا بطور نکتہ کے ایک تائید ظاہری کر دی ہے سو اس کے لئے استدلال بطور

اعتبار بھی کافی ہے غرض یہ گرفتار صندوق) اگر ایک صندوق سے دوسرے صندوق میں جا رہا ہے (جس سے تصورات دنیویہ کو تشبیہ دی گئی ہے) وہ شخص علوی نہیں ہے (جسکا ذکر بنا بر علی الاعتبار اس آیت میں ہے ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموٰات والارض فانفذوا بلکہ وہ شخص) صندوقی ہے (اور اس کے لئے) نئے نئے صندوقوں کی (تصورات دنیویہ کی) سیر سست کر دینے والی ہے وہ اسکا ادراک نہیں کرتا کہ وہ صندوق کے اندر ہے (اور) اگر کسی تنبہ سے) وہ ان صندوقوں پر فریفتہ نہ ہوا تو قاضی کی طرح وہ اطلاق اور رہائی ڈھونڈیگا (اور) جو شخص اسکو جانیگا اس کی علامت یہ پہچان ہے کہ وہ بے فغاں اور بے ہراس نہ ہوگا (بلکہ) قاضی کی طرح وہ لرزہ میں رہیگا اس غم سے اسکا دل کب ایک لحظہ بھی شاد ہوگا (آگے پھر قصہ ہے کہ) اس حمال نے کسی راہرو سے خوش ہو کر کہا کہ محکمہ قاضی میں ہوائی طرح جا (شاید خوش ہونا اس لئے ہو کہ قاضی نے اس سے کسی انعام کا وعدہ کیا ہوگا) اس کے نائب کہہ کہ یہ حادثہ ہو گیا ہے قاضی کے سر پر مصیبت آگئی ہے کام چھوڑ اور جلدی یہاں آ جلدی خرید سربستہ اس صندوق کو جب وہ رہرو گیا یہ پہونچایا جسنے اس سے سنا حیران رہ گیا القصہ صندوق کش کی خبر سے قاضی حسن کے نائب کو قاضی کے غم سے از جا رفتہ کر دیا (حسن فرضی نام معلوم ہوتا ہے قاضی کا یا نائب کا ادھر) جوحی نے مجمع میں آگ روشن کر رکھی تھی کہ میں تو اس صندوق کو جلاونگا (اور) بازار میں عوام الناس کا ایک جوق (اور ہجوم) ہے (آپس میں پوچھتے ہیں کہ) کیا قصہ (دوسرا جواب دے رہا ہے کہ میاں) وہ جوحی ایک ہنگامہ برپا کر رہا ہے۔

آمدن نائب قاضی میان بازار و خریداری کردن صندوق را از جوحی

نائب آمد گفت صندوقت بچند
نائب آیا کہا کہ تیرا صندوق کتنے کو ہے۔

گفت نہصد بیشتر زر مید ہند
جوحی نے کہا کہ نو سو سے تو زیادہ زر دے رہے ہیں

من نمی آیم فروتر از ہزار
میں ہزار سے نیچے نہیں اترتا۔

گر خریداری کشا کیسہ بیار
اگر تو خریدار ہو تو تھیلی کھول۔ لا

گفت شرمے دار اے کوتہ نمد
نائب نے کہا کچھ تو شرم کر اے مفلس

قیمت صندوق خود پیدا بود
صندوق کی قیمت تو خود ظاہر ہوتی ہے

گفت مشتری دارا از اہل خرد — کس بدیں مقدار ایں را کے خرد
کہا کہ اہل عقل سے کچھ شرم کر — کوئی شخص اس مقدار سے اسکو کون خرید لیگا۔

گفت بے رویت شری خود فاسد است — بیع ما زیر گلیم ایں راست نیست
جوحی نے کہا کہ بدون دیکھے ہوئے خود خریداری ہی فاسد ہے — ہماری بیع زیر گلیم ٹھیک نہیں ہے

بر کشایم گر نمی ارزد مخر — تا نباشد بر تو حیفے اے پدر
میں کھولتا ہوں اگر تیرے کام نہ ہوگا مت خریدنا — تاکہ اے پدر تم پر ظلم نہ ہو۔

گفت اے ستار بر مکشائے راز — سر بستہ می خرم با من بساز
تاجر نے کہا کہ اے پردہ پوش راز کو مت کھول — میں سر بستہ خریدتا ہوں میرے ساتھ سودا بنالے

ستر کن تا بر تو ستاری کنند — تا نہ بینی ایمنی بر کس مخند
پردہ پوشی کر تاکہ تجھ پر بھی پردہ پوشی کریں — جب تک تو امن نہ دیکھ لے کسی پر مت ہنس

بس دریں صندوق چوں تو ماندہ اند — خویش را اندر بلا بنشاندہ اند
بہت سے اس صندوق میں تیری طرح رہے ہوئے ہیں — انہوں نے اپنے کو بلا میں بٹھلا رکھا ہے

آنچہ بر تو خواہ آں باشد پسند — بر دگر کس آں کن از نفع و گزند
جس چیز کا ارادہ تجھکو اپنے اوپر پسند ہو — دوسرے شخص پر بھی وہی کر نفع اور نقصان سے

آنچہ تو بر خود روا داری ہماں — می بکن از نیک واز بد با کساں
جس چیز کو تو اپنے اوپر روا رکھے — نیک اور بد سے وہی اور لوگوں کے ساتھ بھی کر

آنچہ نہ پسندی بخود از نفع و ضر — بر کسے مپسند ہم اے بے ہنر
جس چیز کو اپنے لئے نہ پسند کرے نفع اور ضرر سے — اور کسی پر بھی پسند مت کر اے بے ہنر

زانکہ بر مرصاد حق اندر کمیں
اس لئے کہ مرصاد پر حق تعالیٰ یعنی کمین کے اندر سے
می دہد پاداش پیش از یوم دیں
یوم قیامت سے پہلے بھی پاداش دیدیتا ہے

آں عظیم العرش عرش او محیط
وہ عظیم العرش ہے اس کا عرش محیط ہے
تختِ دادش بر ہمہ جانہا بسیط
اُسکے عدل کا تخت تمام جانوں پر بسوط ہے

گوشہ عرشش بتو پیوستہ است
اُسکے تخت کا گوشہ تیرے ساتھ متصل ہے
ہیں مجنبان جز بدین و داد دست
خبردار بجز دین اور عدل کے ہاتھ مت ہلانا

تو مراقب باش بر احوال خویش
تو اپنے احوال پر نگراں رہ
نوش بین در داد و بعد از ظلم نیش
عدل میں تو نوش دیکھ لے اور ظلم کے بعد نیش دیکھ لے

پس ہمیں جا خود جزائے نیک و بد
پس اسی جگہ نیک و بد کی جزا
می رسد با ہر کسے چوں بنگرد
پہونچ جاتی ہے اگر ہر شخص دیکھے۔

واں جزا کانجا رسد در یوم دیں
اور جو جزا کہ وہاں قیامت کے دن اسلئے
ہیچ آں با ایں نماند نیک بیں
وہ اسکے ذرا بھی مشابہ نہیں خوب دیکھ لے

بے حد و بے عد بود آنجا جزا
اُس جگہ وہ جزا بے حد اور بے شمار ہو گی
دوزخ و نارست جائے ناسزا
دوزخ اور نار ہے ناسزا کی جگہ

گفت آرے انچہ کردم استم ست
جو حق نے کہا کہ بے شک میں نے جو کچھ کیا ظلم ہے
لیک ہم میدان کہ بادی اظلم ست
لیکن یہ بھی جان لو کہ ابتدا کرنیوالا اصل ظالم ہے

گفت نائب یک بیک ما بادئیم
نائب نے کہا ہم ایک ایک کرکے سب بادی ہیں
با سواد رو چہ اندر شادئیم
باوجود روسیاہی ہم کیا خوشی میں مشغول ہیں

ہمچو زنگی کو بود شاداں و خوش
مثل حبشی کے کہ وہ شاداں اور خوش ہے

او نہ بیند غیر او بیند رخش
وہ تو دیکھتا نہیں دوسرا ہی آدمی اسکا منہ دیکھتا ہے

ماجرا بسیار شد در من یزید
ماجرا بہت ہوا نیلام میں

داد صد دینار و آں از وے خرید
اس نے سو دینار دیئے اور وہ اس سے خریدا

ہر دمے صندوقئی اے بد پسند
تو ہر وقت صندوق ہو رہا ہے اے برے عمل کے پسند کرنیوالے

ہاتفاں و غیبیانت می خرند
تجھکو ہاتف اور غیبی لوگ خرید رہے ہیں۔

ایں یقیں میداں کا سیر و بندۂ
تو اسکو یقین جان لے کہ تو اسیر اور غلام ہو رہا ہے

زانکہ در صندوق غمہا ماندۂ
کیونکہ غموم کے صندوق میں رہا ہوا ہے

بند ہر چہ گشتۂ از نیک و بد
تو جس چیز کا مقید ہو رہا ہے نیک و بد سے

ہر یکے بر تو چو صندوقیست سد
ہر چیز تجھ پر صندوق ہے جو کہ سد راہ ہے

تا نگردے زیں ہمہ آزاد تو
تو جب تک اس سب سے آزاد نہ ہو گا

کے شوی ایجان زغم دلشاد تو
غم کے سبب اے جان تو کب دل شاد ہو گا۔

نائب آیا کہا تیرا صندوق کتنے کو ہے جوحی نے کہا کہ نوسوے تو زیادہ زردے رہے ہیں (مگر) میں ہزار سے نیچے نہیں اور تا اگر تو خریدار ہو تو تھیلی کھول (اور قیمت) لا۔ نائب نے کہا کہ کچھ تو شرم کر اے مفلس (فی الحاشیہ ای باوجودیکہ لباس گلیم و صوف داری و آں ہم کوتہ دعوی امیرانہ میداری کہ چنداں قیمت صندوق می نہی آہ) صندوق کی قیمت تو خود ظاہر (اور معلوم) ہوتی ہے (آگے اسی کی تاکید ہے کہ نائب نے) کہا کہ اہل عقل سے کچھ شرم کر کوئی شخص اس مقدار سے اسکو کون خریدلیگا جوحی نے کہا کہ بدوں دیکھے ہوئے خود خریداری ہی فاسد ہے۔ ہماری بیع زیر گلیم (یعنی مبیع کے مخفی رہتے ہوئے) ٹھیک نہیں ہے (اس لئے) میں کھولتا ہوں اگر اتنے کا نہ ہو گا مت خریدنا تاکہ اے پدر تمہیر ظلم (یعنی غبن) نہ ہو (یہاں فاسد کے معنی صرف غیر تام ہیں کیونکہ خیار رویت کے رہتے ہوئے مشتری کو بجز رد و واپسی کا اختیار ہے) نائب نے کہا کہ اے پردہ پوشی راز کو مت کھول میں سربستہ خریدتا ہوں میرے ساتھ سودا بنالے

اور یہ بھی احتمال ہو کہ اول مصرعہ دعا ہو یعنی جوحی کی سختی کو دیکھکر حق تعالیٰ سے دعا کی ہو کہ اے اللہ خیر کیجیو قاضی کا پردہ مت کھولیو پھر دعا کر کے جوحی سے معاملہ کے متعلق کہا ہو اور اُس جوحی سے یہ بھی چپکے سے کہا کہ خدا سے ڈر اور حسن نار پر توقیمت بڑھ رہا ہے اُس پر نازمت کریں) پردہ پوشی کرتا کہ تجھپر بھی پردہ پوشی کریں (اور) جب تک تو (یقینی) اُسن نہ دیکھ لے (اور وہ نجات آخرت کے بعد ہوگا) کسی پر مت ہنس بہت سے اس صندوق میں تیری طرح رہ چکے ہیں (اور تفسیر اسکی یہ ہے کہ) انھوں نے اپنے کو بلا میں بجھلا رکھا ہے (اور چوں تو میں تنبیہ کردی کہ تو بھی کسی نہ کسی ایسی بلا میں گرفتار ہوگا کہ اُسکا اخفا چاہتا ہو گا پس) جس چیز کا ارادہ تجھکو اپنے اوپر پسند ہو دوسرے شخص پر بھی وہی کر نفع اور نقصان سے (آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) جس چیز کو تو اپنے اوپر روا رکھے نیک اور بد سے وہی اور لوگوں کے ساتھ بھی کر (اور) جس چیز کو اپنے لئے نہ پسند کرے نفع اور ضرر سے اور کسی پر بھی پسند مت کرائے بے ہنر (یہ مضمون حدیث کا ہے وان تحب للناس ماتحب لنفسك وتکرہ لهم ماتکرہ لنفسك اوکما قال) اس لئے کہ مرصاد پر حق تعالیٰ یعنی کمین کے اندر سے یوم قیامت سے پہلے بھی (اکثر) پاداش دیدیتا ہے (سو تعجب نہیں ہے کہ اگر تو دوسرے کو رسوا کرے حق تعالیٰ تجھکو رسوا کردے وفیہ اشارۃ الی قولہ تعالیٰ وان ربك لبالمرصاد اور لفظ اکثر میں یہ شبہ جاتا رہا کہ بعض اوقات یہاں پاداش نہیں ملتی جواب ظاہر ہے اور اگر پاداش کو مثل کے ساتھ خاص نکیا جاوے تو پھر یہ حکم کلی ہے چنانچہ اسکی تحقیق احقر کے رسالہ جزاء الاعمال دیکھنے سے ہوسکتی ہے) وہ عظیم العرش ہے اُس کا عرش محیط ہے (اور) اُسکی عدل کا تخت تمام جانوں پر مبسوط (اور مشتمل) ہے (مراد تخت عدل سے خود عدل ہے یعنی اسکی صفت عدل کے احواسے کوئی چیز خارج نہیں ہر شخص کے لئے وہ اُس کا ظہور کر سکتے ہیں چنانچہ آگے یہی مضمون ہے کہ) اُس کے تخت (عدل) کا گوشہ تیرے ساتھ (بھی) متصل ہے (پس) خبردار (اُس گوشہ کو) بجز دین اور عدل کے ست ہلانا (یعنی جس کے ساتھ جو معاملہ کرو دین اور عدل کا خیال رکھنا ورنہ اگر اسکے خلاف تمنے اُس گوشہ تخت عدل کو ہلایا یعنی دین اور عدل کے خلاف کسی کے ساتھ کوئی معاملہ کیا تو پھر حق تعالیٰ کے عدل کا یہ ظہور ہوگا کہ تمکو بھی ویسی ہی پاداش ملجاویگی آگے تفریع ہے یہاں پاداش ملنے پر کہ) تو اپنے احوال پر نگراں رہ (اور) عدل میں تو نوش دیکھ لے اور ظلم کے بعد نیش دیکھ لے پس اسی جگہ نیک و بد کی جزا پہونچ جاتی ہے اگر ہر شخص (غور سے) دیکھے اور جو جزا کہ وہاں قیامت کے دن ملیگی وہ اس کے ذرا بھی مشابہ نہیں خوب دیکھ لے (بلکہ) اُس جگہ وہ جزا بے حد اور بے شمار ہوگی دوزخ اور نار ہے تا نزا کی جگہ (یہ سب مواعظ بلسان نائب ہیں) جوحی نے کہا کہ بیشک میں نے جو کچھ کیا (وہ فی نفسہ) ظلم ہے لیکن یہ بھی جان لو کہ (بالنظر الی سببہ ظلم نہیں کیونکہ حدیث میں ہے البادی اظلم یعنی) ابتدا کرنے والا اصل ظالم ہے (اس نے جیسا میرے ساتھ کیا کہ میری بی بی سے ارادہ بد کیا اس اعتبار سے مجھکو ایسا کرنا جائز ہے) نائب نے کہا (کہ ہمارا کیوں ہونہ ہے کہ بالتعیین کسی کو بادی کہیں کیونکہ اگر اپنے اعمال میں غور کریں تو من وجہ) ہم ایک ایک کر کے سب بادی ہیں (پس) باوجود روسیاہی (دابتلاء بالمعاصی والفضل کے) ہم (کسی کی بدحالی پر) کیا خوشی میں مشغول ہیں مثل حبشی کے کہ وہ شاداں اور خوش ہے (کہ میں بدصورت نہیں ہوں وجہ یہ کہ) وہ تو دیکھتا نہیں دوسرا ہی آدمی اُس کا مونہ دیکھتا ہے (پس اسی طرح ہر شخص اپنا عیب نہیں دیکھتا حالانکہ دیکھ سکتا ہے چنانچہ اسی واقعہ

میں جوجی نے یہ ابتدا کی کہ عورت کے ذریعہ سے مکر کرکے قاضی کو بلاکر پھنسایا پس یہ بھی اس اعتبار سے بادی ہوا حاصل قصہ یہ کہ) ماجرا بہت ہوا نیلام میں اُس نے سو دینار دئے اور وہ (صندوق) اُس سے خریدا (آگے مولانا بطور انتقال کے فرماتے ہیں کہ اسی طرح) تو ہر وقت صندوق میں رہا ہے اے برے عمل (و معصیت) کے پسند کرنے والے (اور یہی برا عمل صندوق ہے اور مقتضا اُس کا تیرا اہلاک اور خسارہ تھا لیکن) تجھکو (نائب کی طرح) ہاتف اور غیبی لوگ خرید (کر چھڑا) رہے ہیں (یعنی قبل تیرے خرابی و ہلاک کے تجھکو ارشاد طریق حق دلو یہ وا اصلاح کی طرف کر رہے ہیں کہ اس صندوق سے تجھکو خلاصی ہو اور مراد ان ہواتف غیبیہ سے اہل اللہ و اہل ارشاد ہیں کہ امت کی خیر خواہی کرتے ہیں) تو اسکو یقین جان لے کہ تو اسیر اور غلام ہو رہا ہے کیونکہ غموم کے صندوق میں (گرفتار) رہا ہوا ہے (غموم سے مراد علائق دنیویہ کہ معاصی کا راس ہیں اور سبب ہیں غموم کے آگے اُس صندوق غموم کی یہی تفسیر ہے یعنی) تو جس چیز (یعنی علاقہ) کا مقید ہو رہا ہے نیک و بد سے (نیک و بد سے مراد نفس کا ملائم و غیر ملائم گو باعتبار مذموم ہونے کے سب بد ہے اُن میں) ہر چیز تجھے صندوق ہے جو کہ سد راہ ہے (وصول الی فضا القدس سے) تو جب تک اس سے آزاد نہ ہوگا غم کے سبب سے جان تیری تب دل شاد ہوگا (اور آزاد ہوکر البتہ حیوٰۃ طیبہ سے مشرف ہو سکتا ہے دنیا میں بھی آخرت میں بھی کما قال تعالیٰ من عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مؤمن فلنحیینہ حیوٰۃ طیبۃ آگے اس آزادی کی مدح اور ترغیب ایک حدیث سے مستنبط فرماتے ہیں)۔

دربیان حدیث نبوی من کنت مولاہ فعلی مولاہ (رواہ الشیخان)

زیں سبب پیغمبر با اجتہاد — نام خود وآں علی مولا نہاد

اسی سبب سے پیغمبر صاحب اجتہاد نے — اپنا نام اور علی کا نام مولا رکھا ہے

گفت ہر کو را منم مولا و دوست — ابن عم من علی مولائے اوست

فرمایا ہے کہ جسکا میں مولا اور دوست ہوں — میرے ابن العم علی بھی اُس کے مولا ہیں

کیست مولا آنکہ آزادت کند — بند رقیت ز پایت برکند

مولا کون ہوتا ہے وہ کہ تجھکو آزاد کرے — غلامی کی قید تیرے پاؤں سے جدا کرے

چوں بآزادی نبوت ہادی ست
جب آزادی کی طرف نبوت ہادی ہے

مومناں را ز انبیا آزادی ست
مومنین کو انبیاء کی بدولت آزادی ہے

اے گروہ مومناں شادی کنید
اے گروہ مومنین خوشی کرو

ہمچو سرو و سوسن آزادی کنید
مثل سرو اور سوسن کے آزادی کرو

لیک میگوئید ہر دم شکر آب
لیکن ہر وقت پانی کا شکر کہتے رہو

بے زباں چوں گلستاں خوش خضاب
بدون زبان کے مثل باغ خوش رنگ کے

بے زبان گویند سرو و سبزہ زار
بدون زبان کے ادا کرتے ہیں سرو اور سبزہ زار

شکر آب و شکر عدل نوبہار
پانی کا شکر اور موسم نوبہار کے عدل کا شکر

حلہا پوشیدہ و دامن کشاں
جوڑے پہنے ہوئے اور دامن کشاں

مست و رقاص و خوش و عنبر فشاں
مست اور رقاص اور خوش اور عنبر فشاں ہیں

جزو جزو آبستن از شاہ بہار
جزو جزو حاملہ ہے شاہ بہار کے سبب

جسم شاں چوں دُرج پر دُر شمار
اُن کا جسم ڈبہ کی طرح شمار کے موتیوں سے پر ہے

مریماں بے شوئے آبست از مسیح
بہت سی مریمیں بدوں شوہر کے مسیح کے ساتھ حاملہ ہیں

خامشاں بے لاف و گفتارے فصیح
خاموش بدوں دعوے اور گفتار کے فصیح

ماہ ما بے نطق خوش برتافتہ است
ہمارا چاند بے نطق کے خوب چمکتا ہوا ہے

ہر زباں نطق از فر او یافتہ است
ہر زبان نے نطق اُس کے ہی نور سے پایا ہے

نطق عیسی از فر مریم بود
عیسی علیہ السلام کا نطق نور مریم علیہا السلام سے ہے

نطق آدم پرتو آں دم بود
آدم علیہ السلام کا نطق اُس نفخ کا پرتو ہے

تا زیادت گردد از شکر ای ثقات	**بس نبات دیگرست اندر نبات**
تا کہ شکر سے زیادت عطا ہو اے ثقہ لوگو	بہت سی دوسری نباتات در نباتات ہیں
عکس آں اینجاست ذل من قنع	**اندریں طورست عز من طمع**
یہاں اُس کا عکس ہے کہ ذلیل ہوا وہ شخص جو قناعت کرے	اس طریق میں ہے کہ عزت پائی جس شخص نے کہ طمع کی
در جوال نفس خود چندیں مرو	**از خریداران خود غافل مشو**
اپنے نفس کی گون میں اتنا مست چل	اپنے خریداروں سے غافل مست ہو

اسی سبب سے (کہ آزادی بند تعلقات سے مطلوب و ممدوح ہے جیساکہ سُرخی سے اوپر کا شعر دال ہے اور یہ کہ انبیاء و اولیا تجھکو بھی آزادی دینا چاہتے ہیں جیساکہ سرخی سے چار شعر اوپر کہا گیا ہے ہر دمے صندوقی الخ اور جیساکہ سرخی سے تقریباً پچاس شعر اوپر کہا گیا ہے خلق را از بند صندوق فسوں + کہ خرد جز انبیاء و مرسلوں الخ) پیغمبر صاحب اجتہاد (و کوشش در آزاد کردن امت) نے اپنا نام اور علی رضؓ کا نام مولا رکھا ہے (چنانچہ ارشاد) فرمایا ہے کہ (اس امت میں) جسکا میں مولا اور دوست ہوں میرے ابن العم علی رضؓ بھی اس کے مولا ہیں (اور) مولی کون ہوتا ہے (یعنی اس کے کیا معنی ہیں) وہ کہ تجھکو آزاد کرے (اور) غلامی کی قید تیرے پانو سے جدا کرے (مولی کے معانی میں سے ایک معنی دوست و محبوب بھی ہیں اور ایک معنی معتق بکسر التاء بھی ہیں مشہور حدیث میں معنی اول ہیں اور حدیث خبر بمعنی انشاء ہے یعنی جو مجھکو محبوب سمجھے اسپر واجب ہے کہ حضرت علی رضؓ کو بھی محبوب رکھے اور شان ورود بھی حدیث کا اسی کا قرینہ ہے اور اسکے بعد یہ دعا اللہم وال من والاہ بھی اسپر دال ہے لیکن مولانا نے حدیث کو جملہ خبریہ اور مولی کو بمعنی معتق قرار دیکر مقصود مقام پر استدلال کیا ہے جسپر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ورثۃ الانبیاء کا معتق یعنی آزادی دہندہ ہونا ثابت ہوا اور اسی سے مدح و ترغیب بھی مفہوم ہوئی اور یہی مدعا تھا مقام کا اسکی ایک توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ مولی کو بجائے مشترک لفظی کے مشترک معنوی کہا جاوے کہ اس کے معنی مطلق صاحب علاقہ و قرب کے ہیں اور اسکی یہ سب صورتیں ہیں یعنی محبوب ہونا معتق ہونا پس حاصل یہ ہوگا کہ حدیث سے مولی ہونا معلوم ہوا جو عام ہے دونوں معنی کو اور باصل عموم میں ارادہ ہے جمیع افراد ممکنۃ الاجتماع فی الوجود کا پس اس طرح سے محبوبیت و اعتاق دونوں ثابت ہوئی چنانچہ خود مولانا بھی شعر دوم میں مولا کی تفسیر میں دوست کا لفظ لائے ہیں آگے آپ کے اولاً اور آپ کے ورثہ کے تبعاً معتق ہونے پر تفریع کے طور پر مومنین کا اس آزادی سے مشرف ہونا اور انکو امر بالفرح والشکر ہے یعنی) جب آزادی کی طرف نبوت ہادی ہے مومنین کو انبیاء کی بدولت آزادی ہے اے گروہ مومنین (خوب) خوشی کرو (اور) مثل سرو اور سوسن کے آزادی کرو (سرو کو پھل نہ ہونیکے سبب آزاد کہتے ہیں شاید سوسن کو بھی اسی لئے آزاد

کہتے ہوں) لیکن (نری رسمی خوشی کوئی چیز نہیں بلکہ حقیقی خوشی کرو وہ یہ کہ) ہر وقت پانی کا شکر کرتے رہو (جس نے مثل
شجر سرو وسوسن کے تمہاری تربیت فرمائی اور آزادی کی صفت بخشی مطلب یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ورثہ
مربین کا شکر ادا کرو بحکم من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ اور یہ شکر) بدون زبان کے (بھی ادا کرو) مثل باغ خوش
رنگ کے (کہ بے زبان شکر ادا کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ اول یہ کہا کہ خوشی کرو پھر کہا کہ رسمی خوشی نہیں بلکہ حقیقی
خوشی یعنی شکر اب کہتے ہیں کہ شکر بھی صرف ربانی نہیں بلکہ زبان کے ساتھ جنانی اور ارکانی یعنی بالقلب والجوارح
بھی کہ قلب سے محبت کی جاوے اور جوارح سے اطاعت و خدمت چنانچہ معنی شکر کا تعلق تینوں سے مشہور ہے پس
بے زبان کہنے سے شکر باللسان کی نفی مقصود نہیں بلکہ اکتفا باللسان کی نفی مقصود ہے چنانچہ احقر نے اس کے
ترجمہ میں لفظ بھی اس لئے بڑھا دیا فانظر مرۃ اخری اور اس میں گویا ایک قسم کی شرح ہو گئی آیت لا تفرح ان اللہ
لا یحب الفرحین اور آیت قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا کی اور اس میں اشارہ ہے حقوق
شیخ کی طرف کہ اسکا مربی ہونا مقتضی ہے اسکی خدمت و اطاعت کو اور سبب ہے ترقی برکات کا جسکی بیان سے
ساتویں آٹھویں شعر میں تصریح بھی ہے تا زیادت گردد الخ آگے تشبیہ یعنی گلستان خوش خضاب کے بے زبان شکر
کرنے کا مضمون ہے یعنی) بدون زبان کے ادا کرتے ہیں سرو اور سبزہ زار پانی کا شکر اور موسم نوبہار کے عدل کا
شکر (کہ وہ سبب ہوا اشجار کو ان کے مناسب برگ و ثمر و گل کے عطا ہونے کا اور اسی لئے اس کے واسطے عدل کا اثبات
کیا گیا اور ان کا شکر پانی اور بہار کے لئے یہ ہے کہ وہ پانی اور بہار کی فیض و عطا کا حالاً اظہار کر رہے ہیں چنانچہ آگے
اسی کا بیان ہے کہ) جوڑے پہنے ہوئے اور دامن کشاں مست اور رقاص اور خوش اور عنبر فشاں ہیں (اور ان کا
جزو جزو حاملہ ہے شاہ بہار کے سبب (اور) ان کا جسم ڈبہ کی طرح ثمار کے موتیوں سے پر ہے (گویا) بہت سی مریمیں
(ہیں کہ) بدون شوہر کے مسیح کے ساتھ حاملہ ہیں (یعنی مسیح ان کے بطن میں ہیں یہاں پھل پھول کو تشبیہ مسیح علیہ
السلام سے دی اور وہ اشجار ظاہراً و قالاً) خاموش (ہیں اور حالاً) بدون دعوے اور گفتار کے فصیح (ہیں) اور ناطق
ہیں شکر آب و بہار کے ساتھ اور بدلالت حال اپنی خاموشی و عدم نطق بالشکر مقالاً کے متعلق یہ کہہ رہے ہیں کہ)
ہمارا چاند (جس سے ہم نے نور و سرور حاصل کیا مراد اس سے موسم بہار ہے خود) بے نطق کے خوب چمکتا ہوا ہے (اور)
ہر زبان نے نطق اس کے ہی نور سے (کذا فی الغیاث) پایا ہے (مطلب یہ کہ ہم اگر ناطق بالشکر نہیں تو کیا ہوا خود ہمارا
مشکور غیر ناطق ہے اور بے نطق ہی اسقدر افادہ کر رہا ہے کہ خود اہل نطق کا نطق بھی اسی کا فیض ہے پس جسطرح اس کا
عدم نطق اس کے افادہ میں مضر نہیں ہمارا عدم نطق ہمارے شکر میں مضر نہیں اور جیسا اس کا عدم نطق افادہ میں نطق
سے بڑھکر ہے کہ فیض نطق بھی اسی سے ہے اسی طرح ہمارا عدم نطق شکر میں نطق سے بڑھکر ہے کہ اہل نطق سے زیادہ ہم
اس کے فیوض و برکات سے منصبغ ہیں کہ یہی اظہار ہمارے مناسب حال شکر ہے اور بہار کا دخل نطق میں بواسطہ ہے
کہ وہ نشو و نما و تعدیل مزاج و انبات اغذیہ وغیرہا کا سبب ہے اور ان سب کا دخل نطق میں ظاہر ہے آگے تمثیل ہے مصرعہ ہر
زبان نطق از فر او یافتہ است کی یعنی دیکھو) عیسی علیہ السلام کا نطق نور (و برکت) مریم علیہا السلام سے ہے (اور آدم

علیہ السلام کا نطق اُس نفخ (مذکور فی قولہ تعالیٰ ونفخت فیہ من روحی) کا پرتو (اور ظل) ہے (پس گو مریم علیہا السلام خود خاموش تھیں کما قال تعالیٰ ولن اکلم الیوم انسیا۔ اور صاحب النفخ یعنی حق تعالیٰ اس نطق متعارف سے منزہ ہیں مگر دونوں پیغمبروں کا نطق فیض غیر ناطقوں کا تھا اسی طرح مشبہ میں سمجھو آگے تتمہ ہے مضمون لیک میگویند الخ کا یعنی شکر مربی اور آزادی بخش کا کرتے رہو) تاکہ شکر سے زیادت عطا ہو اے ثقہ لوگو (کیونکہ یہاں) بہت سی دوسری نباتات در نباتات ہیں (فیوض و برکات کو نباتات سے تعبیر کرنا بمناسبت مشبہ بہ یعنی اشجار کے ہے کہ جیسے بہار اُن کے اجزاء نباتیہ کو ترقی بخشتی ہے اسی طرح شکر محسن سے باطنی فیوض میں ترقی ہوگی آگے ترغیب ہے طلب مزید کی جسکا طریق اوپر شکر بتلایا گیا مذمت ہے قناعت علی الحاصل کی یعنی) یہاں (دینی نعمتوں میں) اُس (قول) کا عکس ہے (جو کہ دنیا کے باب میں وارد ہے کہ عز من قنع و ذل من طمع اور وہاں یہی صحیح ہے لیکن اُسکو یہاں مت جاری کرنا اور ہمت کم مت کرنا یہاں اُسکا عکس ہے اس طرح سے) کہ ذلیل ہوا وہ شخص جو قناعت کرے (اور) اس طریق میں (اُس کا دوسرا جزو بھی معکوس) ہے کہ عزت پائی جس شخص نے طمع کی (دین میں زیادت کا مطلوب ہونا ظاہر ہے حاصل مقام یہ کہ اُن مربیوں کی اطاعت کر اور اپنی ہوا اور رائے سے) اپنے نفس کے گون میں (کہ اُس نے تجھکو مثل صندوق کے اسمیں بند کر رکھا ہے) اتنا مت چل (جتنا تو چل رہا ہے اور) اپنے خریداروں سے (اور خلاصی و آزادی بخشنے والوں سے کہ شیوخ و مربی ہیں) غافل اور مستغنی و بے تعلق) مت ہو (بلکہ اُن کی اطاعت کر کہ اُن کا یہی شکر ہے اور تیرے لئے بھی سبب نجات ہے آگے پھر قصہ قاضی کا ہے)۔

باز آمدن زن جوحی سال دیگر نزد قاضی و شناختن او

بعد سالے باز جوحی از محن — رو بزن کرد و بگفت اے چست زن

ایک سال کے بعد پھر جوحی محنتوں سے — عورت کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے چالاک عورت

آن وظیفہ پار را تجدید کن — پیش قاضی از گلہ من گو سخن

اُس پارسال والے معمول کی پھر تجدید کر — قاضی کے روبرو میری شکایت کی بات کہہ

زن بر قاضی در آمد با زنان — مر زنے را کرد آں زن ترجمان

عورت قاضی کے پاس اور عورتوں کے ہمراہ آئی — ایک عورت کو اُس عورت نے ترجمان بنایا

تا نہ بشناسد زگفتن قاضیش — **یاد نایداز بلائے ماضیش**

تاکہ بولنے سے قاضی اسکو پہچان نہ لے — بلائے گذشتہ سے اسکو یاد نہ آجاوے

ہست فتنہ غمزۂ غماز زن — **لیک آں صد تو شود ز آواز زن**

عورت کا غمزہ غماز بھی فتنہ کی چیز ہے — لیکن وہ سوگونہ ہوجاتا ہے عورت کی آواز سے

چوں نمی تانست آوازے فراشت — **غمزۂ تنہائی زن سودے نداشت**

چونکہ آواز نکال نہ سکتی تھی — عورت کا خالی غمزہ کچھ مفید نہ ہوا

گفت قاضی رو تو خصمت را بیار — **تا دہم کار ترا با او قرار**

قاضی نے کہا جا اپنے مدعا علیہ کو لے آ — تاکہ اس کے ساتھ تیرے معاملہ کو قرار دوں

جوحی آمد قاضیش نشناخت زود — **کہ بوقت لقیہ در صندوق بود**

جوحی آیا قاضی نے اسکو جلدی نہیں پہچانا — کہ ملاقات کے وقت قاضی صندوق میں تھا

ز و شنیدہ بود آواز از بروں — **در شرا و بیع و در نقص و فزوں**

باہر سے اسکی آواز سنی تھی — خرید و فروخت میں اور کمی بیشی میں

گفت نفقہ زن چرا ندہی تمام — **گفت از جان شرع را ہستم غلام**

قاضی نے کہا تو عورت کا نفقہ پورا کیوں نہیں دیتا — کہنے لگا کہ جان سے شریعت کا تو غلام ہوں

لیک اگر میرم ندارم من کفن — **در قمارم مفلس و شش پنج زن**

لیکن اگر میں مرجاؤں تو کفن بھی نہیں رکھتا — میں قمار میں مفلس اور شش و پنج کرنیوالا رہتا ہوں

زیں سخن قاضی مگر بشناختش — **یاد آورد آں دغل واں باختش**

اس بات سے قاضی نے غالباً اسکو پہچان لیا — وہ مکر اور اسکی وہ بازی یاد کی

گفت آں شش پنج با من باختی	**پار اندر شش درم انداختی**
کہنے لگا وہ شش و پنج تو نے میری ہی ساتھ کھیلا تھا	پار سال تو نے مجھکو حیرانی میں ڈالا تھا
نوبت من رفت امسال آں قمار	**با دگر کس باز دست از من بدار**
میری نوبت تو گذر گئی امسال وہ قمار	کسی دوسرے شخص کے ساتھ کھیلنا مجھسے ہاتھ اٹھا

ایک سال کے بعد پھر جوحی (افلاس کی) محنتوں سے عورت کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے چالاک عورت اُس پارسال والے معمول کی پھر تجدید کر قاضی کے روبرو میری شکایت کی بات کہہ عورت قاضی کے پاس (اور) عورت کے ہمراہ آئی ایک عورت کو اُس عورت نے ترجمان بنایا تاکہ بولنے سے قاضی اُسکو پہچان نہ لے (اور) بلائے گذشتہ سے اُسکو یاد نہ آجاوے (سو بولنا تو اس لئے ممکن نہ تھا البتہ ویسے بہت غمزے کئے کہ قاضی کو لبھا دے لیکن کام نہ چلا کیونکہ) عورت کا غمزۂ غماز بھی فتنہ کی چیز ہے لیکن وہ (فتنہ) سوگونہ ہو جاتا ہے عورت کی آواز سے (اور ایکی بار) چونکہ آواز نکال نہ سکتی تھی (اس لئے) عورت کا خالی غمزہ کچھ مفید نہ ہوا۔ قاضی نے کہا جا اپنے مدعا علیہ کو لے آتا کہ اُس کے ساتھ تیرے معاملہ کو (انصاف کے ساتھ) قرار دوں (چنانچہ) جوحی آیا (اور) قاضی نے اُسکو جلدی نہیں پہچانا (جلدی اس لئے کہا کہ آخیر میں تو پہچان لیگا کما سیاتی اور جلدی نہ پہچاننے کا سبب یہ ہوا کہ پارسال کی) ملاقات کے وقت قاضی صندوق میں تھا اُسکی صورت نہ دیکھی تھی بلکہ صرف) باہر سے اُسکی آواز سنی تھی (صندوق کی) خرید و فروخت میں اور (قیمت کی) کمی بیشی میں (الیس) قاضی نے کہا تو عورت کا نفقہ پورا کیوں نہیں دیتا (کہ شریعت سے واجب ہے) کہنے لگا کہ جان سے شریعت کا تو غلام ہوں (انکار نہیں) لیکن (علاوہ یہ ہے وہ یہ کہ میں اسقدر نادار ہوں کہ) اگر میں مرجاؤں تو میں کفن بھی نہیں رکھتا (اور) میں قمار میں مفلس اور شش و پنج (یعنی تدبیر و حیلہ) کرنے والا رہتا ہوں (یعنی جسطرح صاحب قمار طرح طرح کے حیلے مال حاصل کرنیکے لئے کرتا رہتا ہے اور پنج و شش قمار ہی کی اصطلاح ہے کما فی الحاشیہ شش و پنج کنایہ از قمار ست و شش و پنج بازی کنایہ از مکر و فریب و حیلہ باشد برہان آہ اسی طرح میں بھی ہر طرح کی تدبیریں کرتا ہوں مگر مفلس ہی رہتا ہوں لیس) اس بات سے قاضی نے غالبًا اُسکو پہچان لیا (اور) وہ مکر اور اُسکی وہ بازی یاد کی (کیونکہ کچھ اُس کے جواب میں ذکر تھا حیلہ و فریب کا کچھ شاید آواز پہچانی ہو غرض اُسکا ذہن منتقل ہو گیا) کہنے لگا وہ شش و پنج (جسکا تو ذکر کرتا ہے کہ میں پنج و شش زندہ رہتا ہوں وہ) تو نے سب سے پہلی میرے ہی ساتھ کھیلا تھا (اور) پارسال تو نے مجھکو حیرانی میں ڈالا تھا (سو) میری نوبت تو گذر گئی امسال وہ قمار کسی دوسرے شخص کے ساتھ کھیلنا مجھسے ہاتھ اُٹھا (اور معاف کر اور اس سے زیادہ کارروائی اس لئے نہ کر سکا ہوگا کہ اول تو ثبوت نہیں پھر دوسرے اپنی رسوائی)۔

ف - آگے انتقال ہے بمناسبت مضمون تحفظ قاضی عن الغرور کے طرف بمضمون توقی اہل اللہ عن علائق الدنیا و ماسوی اللہ کے بغرض ترغیب طالبین کے اُن کے ابتلاع میں اور اُن علائق سے خروج میں بواسطہ اُن کے اتباع کے اور ساتھ ساتھ مدح بھی ہے اہل اللہ کی اور بیان اُن کے فضائل کا

از شش و از پنج عارف گشت فرد
شش سے اور پنج سے عارف علیحدہ ہوگیا
محترز گشتست زین شش پنج نرد
اس شش و پنج نرد سے محترز ہوگیا

رست او از پنج حس و شش جہت
وہ پنج حس اور شش جہت سے چھوٹ گیا
از ورائے آں ہمہ کرد آگہت
ان سب کے ماوراء سے اس نے تجکو آگاہ کیا ہے

شد اشاراتش اشارات ازل
اسکے اشارات اشارات ازل کے ہیں
جاوز الاوہام طرا واعتزل
اس نے تمام اوہام سے تجاوز کیا ہے اور یکسو ہوا ہے

زین چہ شش گوشہ گر نبود برون
وہ اس چاہ شش گوشہ سے اگر خارج نہیں ہے
چوں برآرد یوسفے را از درون
تو یوسف کو اندر سے کیسے نکال لیتا ہے

وارد بالائے چرخ بے ستن
وہ وارد ہے چرخ بے ستون سے باہر
جسم او چوں دلو در چہ چارہ کن
اس کا جسم مثل ڈول کے کنویں کے اندر تدبیر کر رہا ہے

یوسفاں چنگال در دلوش زدہ
طالبین نے اس کے دلو کے ساتھ تمسک کر رکھا ہے
رستہ از چاہ و شہ مصری شدہ
چاہ سے چھوٹ کر شاہ مصری ہوگئے

دلو ہائے دیگر از چہ آب جو
دوسرے دلو تو چاہ سے پانی ڈھونڈتے ہیں
دلو او فارغ ز آب اصحاب جو
اسکا دلو پانی سے فارغ ہے یاروں کو ڈھونڈتا ہے

دلو ہا غواص آب از بہر قوت
دوسرے دلو پانی میں غوطہ لگاتے ہیں قوت حاصل کرنیکے لئے
دلو او قوت و حیات جان حوت
اسکا دلو قوت ہے اور جان حوت کی حیات ہے

دلو ہا وابستۂ چرخ بلند
دو سکر دلو تو چرخ بلند سے وابستہ ہیں

دلو او در اصبعین زورمند
اس کا دلو قوی کے بین الاصبعین میں ہے

دلو چہ و حبل چہ و چرخ چی
دلو کیا چیز ہے اور رسن کیا چیز ہے اور چرخ کیا چیز ہے

این مثال بس رکیک است اے اخی
یہ مثال بالکل رکیک ہے اور اے بھائی

از کجا آرم مثال بے شکست
میں ناشکستہ مثال کہاں سے لاؤں

کفو او نی آید و نے آمدست
اُسکا مثل تو نہ آوے اور نہ آیا۔

صد ہزاران مرد پنہاں در یکے
لاکھوں آدمی ایک میں پنہاں ہیں

صد کمان و تیر درج ناوکے
سو کمان اور تیر ایک ناوک میں درج ہیں

ما رمیت اذ رمیت فتنۂ
ما رمیت اذ رمیت کا مصداق ایک امتحان ہے

صد ہزاران خرمن اندر حفنۂ
لاکھوں خرمن ہیں ایک لپ کے اندر

آفتابے در یکے ذرہ نہاں
ایک آفتاب ہے جو ایک ذرہ میں نہاں ہے

ناگہاں آں ذرہ بکشاید دہاں
ناگہاں وہ ذرہ منہ کھولدے

ذرہ ذرہ گردد افلاک و زمیں
توسب افلاک و زمین ذرہ ذرہ ہو جائیں

پیش آں خورشید چوں جست از کمیں
اُس خورشید کے سامنے جبکہ وہ کمین سے نکلنے لگے

این چنیں جانے چہ در خورد تن است
ایسی روح کیا لائق تن ہے

ہیں بشو اے تن ازیں جان ہر دو دست
ہاں اے تن تو اس جان سے دونوں ہاتھ دھو ڈال

اے تن گشتہ وثاق جان بس است
اے تن جو کہ روح کا خانہ ہو رہا ہے بہت ہے

چند تاند بحر در مشکے نشست
کہاں تک دریا ایک مشک میں مقام کرسکتا ہے

اے ہزاران جبرئیل اندر بشر
اے ہزاروں جبریل ہیں بشر کے اندر

اے مسیحان نہاں در جوف خر
اے بہت سے مسیح نہاں ہیں جوف خر میں

اے کلیم اللہ نہاں اندر نمد
اے کلیم اللہ ہیں نمد میں

واقف از خوف ست و رست از نیک و بد
جو کہ خوف کی چیز سے واقف بھی ہیں اور نیک و بد سے چھوٹ بھی گئے ہیں

اے حبیب اللہ نہاں در غار تن
اے حبیب اللہ نہاں ہیں غار تن میں

گنج ربانی نہاں در مار تن
گنج ربانی ہے نہاں مار تن میں

اے ہزاران کعبہ پنہاں در کنیس
اے ہزاروں کعبے پنہاں ہیں کنیسہ میں

اے غلط انداز عفریت و بلیس
اے غلطی میں واقع کرنے والا عفریت اور ابلیس کا

سجدہ گاہ لامکانی در مکاں
لامکانی کا سجدہ گاہ مکان میں

مر بلیسان راز تو ویران دکاں
ابلیسوں کی دکان تجھ سے ویران ہو گئی

کہ چرا من خدمت ایں طین کنم
کہ میں اس مٹی کی خدمت کیوں کروں

صورتے دوں را لقب چوں دین کنم
ادنیٰ درجہ کی صورت کا لقب دین کیوں کروں

نیست صورت چشم را نیکو بمال
یہ صورت نہیں ہے آنکھ کو اچھی طرح مل

تا بہ بینی شعشع نور جلال
تاکہ تو شعاع نور جلال کو دیکھے

شش سے اور پنج سے (بالتفسیر الاتی فی الشعر الاتی) عارف علیحدہ ہو گیا (اور) اس شش و پنج نرد (یعنی تدابیر تحصیل دنیا) سے (بھی محترز ہو گیا اور تفسیر مصرعہ اولیٰ کی یہ ہے کہ) وہ پنج حس اور شش جہت سے چھوٹ گیا ان میں ایک مدرک مبنی للفاعل اور ایک مدرک مبنی للمفعول ہے مطلب یہ کہ بجز حق تعالیٰ کے اس کا کسی سے تعلق نہیں رہا نہ مدرکات سے نہ مدرکات سے اور چونکہ اس پنج و شش سے خلاصی یافتہ ہے (اسی لئے) ان سب کے ماوراء (و مافوق) سے اس نے تجھکو آگاہ کیا ہے (یعنی اس کا ماوراء محسوسات و مافوق العالم السفلی سے خبر دینا دلیل ہے اسکی کہ اسکو

عالم علوی سے اتصال ہے اور یہ علامت ہے عالم سفلی سے خلاصی پانیکی کہ بدون اسکے وہ اتصال نہیں ہوتا پس آگاہ کردن اس رستن پر مبنی ہو اور اسکا یہ آگاہ کرنا علم مکتسب سے نہیں بلکہ اسکے اشارات (حکما) اشارات ازل (یعنی علم الٰہی قدیم) کر ہیں (یعنی اسکا علم فیضی وہبی علم حق کا ہو اور) اسنے تمام اوہام (یعنی علوم مکتسبہ تخمینیہ) سے تجاوز کیا ہو اور (اس کے یکسو ہو اور جسطرح آگاہ کردن کتعلیم افادہ قالی ہو دلیل ہو رستن کی کما ذکر اسی طرح طالبان را بیرون از چاہ کردن کہ تربیت افادہ حالی ہو دوسری دلیل ہو اس رستن کی اور رستن کے ساتھ رہانیدن کی آگے اس کے فرماتے ہیں کہ) وہ (عارف) اس چاہ شش گوشہ سے (یعنی عالم شش جہت سے کہ مثل چاہ کے ہے) اگر خارج نہیں ہے تو یوسف (یعنی طالب) کو اندر سے کیسے نکال لیتا ہے (کیونکہ جو شخص خود کنوئیں کے اندر ہو وہ دوسرے کو کنوئیں سے نہیں نکال سکتا اسی طرح جو شخص خود تعلقات ماسوی اللہ میں آلودہ ہو اسکی تعلیم و تربیت و صحبت میں عادۃً یہ اثر نہیں ہوتا کہ دوسرے کے یہ تعلقات قطع ہو جاویں پس) وہ (باعتبار روح کے) وارد ہے اکالوارد الذی اخرج یوسف المذکور فی قولہ تعالیٰ فارسلوا واردھم) جسم سے ستون سے باہر (یعنی عالم غیب میں اور) اس کا جسم مثل ڈول کے کنوئیں کے اندر تدبیر (اخراج یوسف کی) کر رہا ہے (اسمیں ایک سوال کا بھی جواب ہے اور برآرد یوسفے را از درون کا طریق بھی ہے یعنی اگر کسی کو شبہ ہو کہ تمہارا یہ کہنا کہ رست از پنج حس و شش جہت کیسے صحیح ہو سکتا ہے جبکہ ہم عارف کو بھی اسی کنوئیں میں مشاہدۃً دیکھتے ہیں پس جب یہ خود چاہ میں ہے تو دوسرے کو کیا نکالیگا جواب اسکا یہ ہے کہ عارف میں جو مرتبہ روح کا ہے ان احکام کا محکوم علیہ وہ ہے سو وہ اس چاہ سے خارج ہے اور جسکو تم چاہ کے اندر دیکھتے ہو وہ اس کا جسم ہو مگر وہ بھی مقید ہونے کی حیثیت سے نہیں ہو بلکہ آلۂ اخراج ہونیکی حیثیت سے جیسا دلو ہوتا ہے کہ وہ بھی چاہ کے اندر ہوتا ہے مگر اسمیں محبوس نہیں ہوتا بلکہ اگر کسی محبوس کو نکالتے ہیں تو اس کا ذریعہ یہی دلو ہوتا ہے پس اسی طرح عارفین اپنے جسم سے یہاں ہیں تاکہ تمکو اپنے اندر کھینچ کر تمکو اپنی روح کے افعال سے نکال لیں ورنہ اگر وہ جسم سے بھی تمہارے ساتھ نہ ہوتے تو تمہاری خلاصی کی کوئی صورت نہ ہوتی یا اگر ان میں روح کا مرتبہ خارج نہ ہوتا تب بھی تمہارے اخراج کے لئے وہ کافی نہ تھے جیسے فرض کرو کہ کوئی شخص ڈول سمیت کنوئیں کے اندر گرے وہ دوسرے کو نہیں نکال سکتا اور اسی تشبیہ سے بطور جملہ معترضہ کے ایک اور مسئلہ بھی واضح ہو گیا کہ جسطرح دلو کے ساتھ تمسک اسی وقت تک مفید ہے جب تک کہ رسن کے واسطہ سے یہ دلو اس وارد کے ہاتھ سے تعلق رکھے ورنہ اگر رسن چھوٹ جاوے ٹوٹ جاوے تو پھر یہ تمسک غیر مفید ہے اسی طرح جسم کی صحبت و خدمت و تعلق اسی وقت تک مفید ہے جب تک اس جسم کا علاقہ روح سے ہے ورنہ بعد مفارقت کے تمسک بالجسم کعبدۃ القبور بالکل بیکار ہے آگے چارہ کنی مذکور فی ہذا الشعر کا فائدہ مرتبہ ہے کہ) طالبین نے اسکی دلو کے ساتھ تمسک کر رکھا ہے (اور اسکی بدولت) چاہ سے چھوٹ کر شاہ مصری ہو گئے دوسرے دلو تو چاہ سے پانی ڈھونڈتے ہیں (اور) اس (عارف) کا دلو پانی سے فارغ ہے یاروں کو ڈھونڈتا ہے (جو چاہ میں محبوس ہیں دوسرے دلووں سے مراد دوسروں کے اجسام اور پانی سے مراد مطلوبات دنیویہ یعنی اور لوگ تمتعات کے طالب ہیں یہ شخص انقاذ کی کوشش کرتا ہے اور یہ سب شاہد ہے) دوسرے دلو پانی میں غوطہ لگاتے ہیں قوت حاصل کرنے کے لئے (اور) اس کا دلو (خود) قوت ہے اور جان حوت کی حیات ہے (حوت سے مراد طالب حق جو اس چاہ عفن کدر نزر الماء میں محبوس

[illegible]

ہونے کے بعد دلو کے ذریعہ سے نکلکر دریا سے اسکا اتصال ہوگیا) دوسرے دلو تو چرخ بلند سے وابستہ ہیں (اور)
اسکا دلو قوی (مطلق) کے بین الاصبعین ہیں ہے (اور بالائے چرخ ہے جسکو اوپر قریب کلام میں بھی کہا تھا وارد ے
بالائے چرخ سے بیستن مطلب یہ کہ اوروں کے اجسام کا تمامتر تعلق عالم عناصر سے ہے جسمیں فلکیات متصرف ہیں اور
اس عارف کے جسم کا معتدبہ تعلق کہ صدور طاعات ہے جوارح سے حق تعالیٰ سے ہے کما ورد کنت سمعہ الذی
یسمع بی وبصرہ الذی یبصر بی اور ان اشعار میں عارف کے جسم و روح و مقام روح کو صریحاً اور تعلق جسد و روح کو
مفہوماً تشبیہ دی ہے دلو اور رسن اور بالائے چرخ اور رسن سے آگے ان مثالوں کا ناقص ہونا بتلاتے ہیں کہ) دلو کیا چیز ہے
اور رسن کیا چیز ہے اور چرخ کیا چیز ہے (اور اسی کے ساتھ وارد بھی حکماً مذکور ہوگیا کہ وہ بھی کیا چیز ہے) یہ مثال بالکل
رکیک ہی اور اے بھائی (اس سے مماثلت من کل الوجوہ مت سمجھ جانا رہا کوئی یہ کہے کہ پھر تام مثالیں لے آؤ سو اس کا
جواب یہ ہے کہ) میں ناشکستہ (وغیر ناقص) مثال کہاں سے لاؤں (کیونکہ) اس (عارف) کا مثل تو (ان اشیاء
محسوسہ میں) نہ (وجود میں) آوے اور نہ (کبھی وجود میں) آیا (اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے خصوص
روح کہ اصل عارف ہی وہ خود غیر محسوس ہے خصوص جب اس میں نسبت مع اللہ کا لحاظ کیا جاوے پس غیر اشرف میں
اشرف کا مماثل اور محسوسات میں غیر محسوس کا مماثل اور متعلقات بما سوی اللہ میں متعلق مع اللہ کا مماثل کہاں پایا
جاویگا پھر مثال کے تام ہونے کی کیا صورت ہے جب آویگی رکیک ہی آویگی آگے اسکی امثلیت اور افضلیت جو
مصرعہ کفو او نے آید الخ میں مجملاً مذکور ہوتی ہے اور اس امثلیت و افضلیت کی بنا کہ اسکی روح کا تعلق مع اللہ ہے
ذکر فرماتے ہیں یعنی وہ عارف ایسا ہے گویا) لاکھوں آدمی ایک میں پنہاں ہیں (اور گویا) سو کمان اور تیر ایک ناوک
میں درج ہیں (فی الغیاث ناوک مصغر ناو ست چوبے باشد مجوف میاں خالی آہ فی الحاشیہ بعد ہذہ العبارۃ کہ دراں
تیر نہادہ اندازند الی قولہ دستور است کہ تیر را در ناوک نمی دارند بلکہ در ترکش دارند و تن عارف چناں ناوک ست
کہ صد تیر و کمان درو مندرج ست آہ مختصراً مطلب اسکا ایسا ہے ع لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد
کما قال تعالیٰ ان ابراہیم کان امۃ قانتاً للہ الآیہ - اور وہ عارف بوجہ نسبت فنا مع اللہ کے) مارمیت اذ رمیت
کا مصداق (اور) ایک امتحان (الٰہی) ہے (قال تعالیٰ وجعلنا بعضکم لبعض فتنۃ اور امتحان ہونا اس کا
اقل درجہ یہ ہے کہ لوگ اسکو اپنا مثل سمجھکر انکار و اعتراض سے پیش آتے ہیں اور اسکی روحی جانب کو نہیں دیکھتے اور
وہ) لاکھوں خرمن ہیں ایک لپ کے اندر (یہ اور او بر صد ہزاران مرد اور صد کمان اور بعد میں آفتاب یہ سب تشبیہات
ہیں باعتبار وسعت روح اور ضیق جسم کے اور وہ گویا) ایک آفتاب ہے جو ایک ذرہ میں نہان ہے (اور اگر) ناگہاں وہ ذرہ
(جسمیں آفتاب نہاں ہے) روزنہ کھولدے (جس کے کھولنے سے اس آفتاب کی شعاعیں پھیلنے لگیں) تو سب افلاک و
زمین ذرہ ذرہ ہو جاویں اس خورشید کے سامنے جب کہ وہ کمین سے (یعنی اس ذرہ سے جسمیں وہ پوشیدہ تھا) نکلنے لگے
(اس کا نکلنا اسکی شعاعوں کا پھیلنا مطلب یہ ہے کہ اگر کبھی عارف کی زبان القاء افادات و اظہار واردات کے لئے
کھلتی ہے جس سے روحانی فیض اس کا پھیلنے لگتا ہے تو اسوقت تمام عالم بیقدر اور ہیچ معلوم ہونے لگتا ہے خود

اسکی عظمت کے سامنے بھی اور اس لئے بھی کہ اس کلام سے دوسرے عالم کی عظمت ظاہر ہوتی ہے آگے جسم کا لاشئ ہونا روح کے مقابلہ میں اس غرض سے بیان کرتے ہیں کہ اہل اللہ کو صرف جسمیت کی حیثیت سے نہ دیکھا جاوے جیسا آگے عنقریب شعر اخیر نیست صورت میں اسکی تصریح بھی ہے پس فرماتے ہیں کہ) ایسی روح (جسکا بیان ہوا) کیا لائق تن ہے (آگے شاعرانہ خطاب ہے کہ) ہاں اے تن تو اس جان سے دونوں ہاتھ دھو ڈال (یعنی اسکو چھوڑ) اے تن جو کہ روح کا خانہ ہو رہا ہے (جتنا تو نے اسکو اپنے اندر رکھا یہ رکھنا) بہت ہے (بس اب) کہانتک دریا ایک مشک میں مقام کر سکتا ہے (اس سے مقصود یہ نہیں کہ تو روح کو چھوڑ دے بلکہ شاعرانہ پیرایہ میں دونوں کا متناسب نہ ہونا یعنی روح کا اعلیٰ اور جسم کا ادنیٰ ہونا بتلاتے ہیں آگے پھر وہی مضمون ہے آفتاب دیکھے ذرہ اور اسپر اسی مضمون کی تفریع ہے جو ابتجنیں جلنے میں مذکور ہوا تھا یعنی) اے (روح عارف کہ گویا) ہزاروں جبریل ہیں بشر کے اندر (اور) اے (روح عارف کہ گویا) بہت سے مسیح نہاں ہیں جوف خر میں (کہ مثال ہے تن کی اور) اے (روح عارف کہ گویا) کلیم اللہ ہیں نمد میں جو کہ خوف کی چیز ہے واقف بھی ہیں (یہ علم معرفت ہی) اور نیک و بد (یعنی نافع و مضر فی الدنیا) سے چھوٹ بھی گئے ہیں (یہ عمل بمقتضائے علم مذکور ہے اور) اے (روح عارف کہ گویا) حبیب اللہ نہاں ہیں غار تن میں (جس طرح رسول اللہ حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار ثور میں جاکر پوشیدہ ہوئے تھے اور تو گویا) گنج ربانی ہے (جو) مار تن میں (اور) اے (روح عارف کہ گویا) ہزاروں کعبے نہاں ہیں کنیسہ میں (ان سب اشعار میں تشبیہات روح و جسد کی ہیں وجہ تشبیہ ہر جگہ ظاہر ہے یعنی نفیس ہونا اور خسیس ہونا اور) اے (روح عارف) غلطی میں واقع کرنے والا عفریت اور ابلیس کا (کہ اس نے صرف جسم کو دیکھا کما یدل علیہ عذرہ خلقتہ من طین اس لئے غلطی میں پڑ گیا اور اے روح عارف کہ تو) لامکانی کا سجدہ گاہ (ہے) مکان میں (یعنی ملائکہ کا سجدہ گاہ بنا جنکو لامکانی کہنا بمقابلہ مکان عنصری کے ہے کہ مکان فلکی میں بوجہ کم تغیر ہونے کے ایک گونہ مشابہت ہے مجردات کے ساتھ جو حقیقۃً لامکانی ہیں اور در مکان کے معنی اس صورت میں مناسب ہیں کہ فی الارض لئے جاویں جیسا کہ ایک قول مشہور ہے کہ سجدہ قبل دخول جنت کے ہوا تھا اور اس پر اگر شبہ ہو کہ پھر ابا عن السجدہ کے بعد شیطان سے کہا گیا فاخرج منہا جس سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ جنت میں تھا اسکا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ اہل سموات سے سجدہ وہاں ہی کرایا گیا ہو اپنے کو ادھر متوجہ کر کے ساجد ہونے سے اور ابا عن السجدہ کی وجہ سے اسکو سموات سے خارج کر دیا گیا ہو واللہ اعلم اے روح) ابلیسوں کی دکان تجھ سے ویران ہو گئی (اور ویران اس لئے ہوئی کہ اس نے کہا) کہ میں اس مٹی کی خدمت (اور تعظیم) کیوں کروں (اور) ادنیٰ درجہ کی صورت کا لقب دین کیوں کروں (دین سے مراد دینی لقب یعنی سجدہ گاہ مثلاً پس اس سے مطرود ہو گیا یہی ویرانی ہے دکان کی مولانا ابلیس کا رد فرماتے ہیں کہ اے احمق) یہ صورت (محض) نہیں ہے آنکھ کو اچھی طرح مل تاکہ تو شعاع نور جلال کو دیکھے (کہ وہ روح ہے جو مثل شعاع کے ظل ہے نور حقیقی کا)۔

ف آگے پھر عود ہے قصہ کی طرف۔

باز آمدن بقصۂ شاہزادہ وملازمت او بخدمت شاہ

شاہزادہ پیش شہ حیران ایں
شاہزادہ بادشاہ کے سامنے اہیں حیران تھا

ہفت گردوں دیدہ در یک مشت طیں
اس نے ایک مشت گل میں ہفت آسمان دیکھے

ہیچ ممکن نے بہ بحثے لب کشود
بحث میں لب کھولنا ذرا ممکن نہ تھا

لیک جان با جان دمے خامش نبود
لیکن جان جان کی ساتھ ایک ساعت بھی خاموش نہ تھی

آمدہ در خاطرش کیں بس خفی ست
اسکے خطرہ میں یہ بات آئی کہ یہ نہایت مخفی ہے

اینہمہ معنی ست پس صورت ز چیست
یہ سب باطن ہے صورت کس غرض سے ہے

صورتے از صورتت بیزار کن
یہ ایک صورت ہے تجکو صورت سے بیزار کرنیوالی

خفتۂ مر خفتہ را بیدار کن
ایک خفتہ دوسرے خفتہ کو بیدار کرنے والا

آں کلامت می رہاند از کلام
وہ کلام تجکو کلام سے چھڑاتا ہے

واں سقامت می جہاند از سقام
اور وہ مرض تجکو مرض سے نکال دیتا ہے

پس سقام عشق جان صحت است
پس بیماری عشق صحت کی جان ہے

رنجہایش حسرت ہر راحت است
اس کے رنج ہر راحت کا رشک ہیں

اے تن اکنوں دست خود از جان بشو
اے جسم اب اپنا ہاتھ روح سے دھو

ور نمی شوئی جز ایں جانے بجو
اور اگر نہیں دھوتا تو اس کے سوا اور جان تلاش کر

شاہزادہ بادشاہ کے سامنے اہیں حیران تھا (کہ) اس نے (وہاں) ایک مشت گل (یعنی تن شاہ) میں ہفت آسمان دیکھے (یعنی روح کامل دیکھی جو بمنزلہ ہفت گردوں بلکہ مجموعہ عالم کے بلکہ اس سے بھی افضل ہے جیسا اس سرخی سے

اوپر کے اشعار میں مذکور ہوا جنمیں یہ مضمون طین کا بھی ہے اور یہ حالت دیکھکر اُس کے دل میں سوال پیدا ہوتا تھا جسکا ذکر تیسرے شعر میں ہے آمدہ در خاطرش مگر ہیبت کے مارے جسکا سبب علاوہ اُسکی ظاہری عظمت سلطنت کے اُسکی کاملیت کا مشاہدہ بھی تھا) بحث (و سوال) میں لب کھولنا ذرا ممکن نہ تھا لیکن (شہزادہ کی) جان (شاہ کی) جان کے ساتھ ایک ساعت بھی خاموش نہ تھی (یعنی اُس کے دل میں سوال پیدا ہوتا تھا جسپر بادشاہ مطلع ہوتا تھا یہ معنی ہیں خاموش نہ ہونیکے پھر خواہ اُس نے اپنے تصرف سے کوئی جواب اس کے قلب میں القا کیا ہو مثلاً وہی جواب جو مولانا آگے نقل کرینگے تو اس صورت میں جان با جان خامش نبود دونوں طرف سے ہوجاویگا یا نکیا ہو اور ظاہر یہی ہے بقرینہ عدم نقل جیسا میرے ترجمہ میں اس ہی ظاہر کو اختیار کیا گیا ہے تو اس صورت میں جان باجان خامش نبود ایک جانب سے ہوجاویگا اور مولانا کا جواب دینا باقتضائے مقام ہوجاویگا اور وہ سوال یہ تھا کہ) اُس کے خطرہ میں یہ بات آئی کہ یہ (مسئلہ) نہایت خفی ہے (جسکا بیان آگے ہے یعنی یہ بات کہ) یہ سب (جو کہ ہفت گردوں کا جامع بالتفسیر المذکور آنفاً دیکھا جاتا ہے) باطن (اور روح) ہے (کہ یہ وسعت اور جامعیت اُسی میں ہے پس جز مقصود انسان میں وہی ہوا تو) صورت کس غرض سے ہے (اس لئے کہ اس صفت میں صورت کو کوئی دخل نہیں تو اگر روح کے تعلق تن جسم کے ساتھ کیا فائدہ ہوا یہ سوال ہے آگے مولانا اسکا جواب دیتے ہیں کہ اس سوال منقول کو دیکھکر شاید اور کسی کو بھی سوال پیدا ہو پس فرماتے ہیں کہ) یہ ایک صورت ہے تجھکو صورت سے بیزار کرنیوالی (جو ظاہر میں ایسا ہے کہ گویا) ایک خفتہ دوسرے خفتہ کو بیدار کرنیوالا (خفتہ سے تشبیہ دی صورت کو کہ اصل صفت اُسکی غفلت ہے اور بیداری اُس میں تعلق روح کے واسطہ سے آئی ہے مگر باوجود اس کے بھی اقتضائے بشریت سے اُس صفت اصلیہ کا اثر اُس میں کم و بیش رہتا ہے اس لئے اُسکو خفتہ سے تشبیہ دی گئی اسمیں صورت کا فائدہ بیان کیا ہے جنکا حاصل یہ ہے کہ عوام کو روح کامل سے اگر وہ بدن سے مجرد ہوتی بوجہ عدم مناسبت کے فیض نہ ہو سکتا جیسا عامہ کو کاملین اموات سے نہیں ہوتا اب اُن میں مابہ الاشتراک صورت ہے جس سے باہم مناسبت ہوگئی فیض ممکن ہوا جسکا حاصل بیزاری از صورت اور بیداری از غفلت ہے پس صورت سے جو یہ بیزاری ہورہی ہے جسپر سوال دال ہے یہ اس صورت ہی کا طفیل ہے اور غفلت سے جو یہ بیداری ہورہی ہے جس سے سوال ناشی ہوا ہے یہ اس خفتہ ہی کی بدولت ہے اور اسی اشتراط مناسبت کی بنا پر حق تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات ممتن بہا میں من انفسکم پڑھا یا ہے آگے اسی کی کچھ تفصیل ہے یعنی) وہ کلام (جو کہ اُسکی صورت سے صادر ہوتا ہے اور مشتمل ہوتا ہے ارشاد پر) تجھکو کلام (مانع عن المقصود) سے چھڑاتا ہے (ورنہ روح کا کلام کہاں سنا جاتا) اور وہ مرض (عشق جو کہ اُس کے جسم کو لاحق ہوتا ہے) تجھکو مرض (باطنی) سے نکالدیتا ہے (اور جس عشق سے دوسرا متاثر ہوتا ہے وہی ہے جس کے آثار کا دوسرے کو بھی ادراک ہو مثل غلبہ مواجید و احوال اور اس میں بوجہ ان کے صفات نفس ہونے کے جسم کی بھی شرکت ہے بخلاف روح محض کے کہ اُس کا عشق اور اُس کے آثار ادق بس لطیف ہیں چنانچہ کاملین پر جب اُسکا غلبہ ہوتا ہے عوام الناس اُس حالت میں اُن کے کمال کو نہیں پہچان سکتے پس مستفید بھی نہ ہوتے یہاں تک جواب ہو گیا آگے اس شبہ کا رفع ہے کہ

کیا عشق بیماری ہے جیسا تم کہتے ہو جواب دیتے ہیں کہ گو شاہزادہ بیماری ہے کما قالہ الاطبا لیکن جب اسمیں یہ اثر ہے کہ می جہاند از سقام) پس (یہ) بیماری عشق (باعتبار اسی اثر کے تو صحت کی (بھی) جان ہے (کیونکہ صحت سے اصلی غرض راحت ہے اور) اس کے رنج (و غموم) ہر راحت کا رشک ہیں (چنانچہ مشاہد بھی ہے کہ جسقدر تعلق مع اللہ بڑھتا جاتا ہے راحت میسر ہوتی ہے پس اس غایت کے اعتبار سے وہ مرض صحت سے افضل ہوا پھر اگر کسی فن کی اصطلاح پر اسکو مرض کہا جاوے تو کیا مضائقہ اور کیا محل شبہ ہوا چونکہ ابھی مضمون جواب میں بھی اور سرخی سے پہلے بھی روح کی فضیلت ثابت ہوئی ہے اور مجموعہ مقامین سے جسم عوام کا بیقدر ہونا بھی کیونکہ اشعار مقام میں خواص کے تو جسم کی بھی برکت بیان کی ہے آگے بطور تفریع کے جسم محبوب کو خطاب ہے کہ) اے جسم اب اپنا ہاتھ روح سے دھو (یعنی روح کو اپنا مست سمجھ اور اسکو چھوڑ) اور اگر نہیں دھوتا تو اس کے سوا اور جان تلاش کر (جس میں یہ بھی داخل ہے کہ اسکی اصلاح کرے کہ گویا جان جدید ہوگی اور اس میں عود ہے سرخی سے تو شعر قبل کے شعر کی طرف انجنیں جانے الخ آگے پھر قصہ ہے)۔

در بیان نوازش و احترام شاہ چین شاہزادہ غریب را

حاصل آں شہ نیک او را می نواخت
حاصل یہ کہ وہ بادشاہ اسکو خوب نوازش کرتا تھا

او ازاں خورشید چوں مہ میگداخت
وہ اس خورشید سے چاند کی طرح گھلتا تھا

آں گداز عاشقاں باشد نمو
عشاق کا وہ گداختہ ہونا نمو ہے

ہمچو ماہ اندر گدازش تازہ رو
ماہ کی طرح گدازش میں بھی تازہ رو ہیں

جملہ رنجوراں دوا دارند امید
تمام مریض دوا کی امید کرتے ہیں

نالد ایں رنجور کم افزوں کشید
یہ مریض نالہ کرتا ہے کہ میرا اور افزوں کردو

جملہ رنجوراں دوا جویند وایں
تمام مریض دوا تلاش کرتے ہیں اور یہ

رنج افزوں جوید و رنج و حنیں
رنج افزوں اور درد اور نالہ تلاش کرتا ہے

خوبتر زیں سم ندیدم شربتے
میں نے اس زہر سے خوبتر کوئی شربت نہیں دیکھا

زیں مرض خوشتر نباشد صحتے
اس مرض سے خوشتر کوئی صحت نہیں دیکھی

زیں گنہ بہتر نباشد طاعتے
اس گناہ سے بہتر کوئی طاعت نہ ہوگی

سالہا نسبت بدیں دم ساعتے
بہت سے برس اس دم کی نسبت ایک ساعت ہیں

مدتے بد پیش آں شہ زیں نسق
ایک مدت تک بادشاہ کے سامنے اسی طرح رہا

دل کباب و جان نہادہ بر طبق
دل کباب اور جان طبق پر رکھی تھی

گفت شاہ از ہر کسے یک سر برید
کہنے لگا کہ بادشاہ نے سب کا ایک ایک سر کاٹا

من ز شہ ہر لحظہ قربانم جدید
میں بادشاہ کی وجہ سے ہر وقت نیا قربان ہو رہا ہوں

من فقیرم از زر و از سر غنی
میں زر سے فقیر ہوں اور سر سے غنی ہوں

صد ہزاراں سر خلف دارد آں سنی
لاکھوں سر اسی صاحب نور نے عوض میں دئے ہیں

با دو پا در عشق نتواں تاختن
دو پاؤں سے عشق میں نہیں دوڑ سکتے

با یکے سر عشق نتواں باختن
ایک سر کے ساتھ عشقبازی نہیں کر سکتے

ہر کسے را خود دو پا و یک سر ست
ہر شخص کے دو پاؤں اور ایک سر ہے

با ہزاراں پا و سر تن نادر ست
ہزاروں پاؤں سر کے ساتھ کوئی تن نادر ہے

زیں سبب ہنگامہا شد کل ہدر
اسی سبب سے کل ہنگامے بے رونق ہو گئے

ہست ایں ہنگامہ ہر دم گرم تر
یہ ہنگامہ ہر وقت زیادہ رونق پر ہے

معدن گرمی ست اندر لامکاں
گرمی کا معدن لامکان میں ہے

ہفت دوزخ از شرارش یک دخاں
ہفت دوزخ اسکے شرارہ کا ایک دھواں ہے

حاصل یہ کہ وہ بادشاہ اس پر خوب نوازش کرتا تھا (اور) وہ اس خورشید (عشق) سے (جسکو نہ ظاہر کر سکتا تھا نہ تحمل کر سکتا تھا) چاند کی طرح (کہ شمس کے قرب سے اسکو محاق ہوتا ہے) گھلتا تھا (آگے مولانا عشق حقیقی کے خواص بیان

کرتے ہیں کہ) عشاق کا وہ (ظاہرا وجسماً) گداختہ ہونا (باطناً وروحاً) نمو ہے (اور وہ) ماہ کی طرح گدازش میں بھی تازہ رہیں (کہ وہ محاق سے بھی نہیں گھبراتا جسکے بعد ہی بدر ہونے لگتا ہے یہ مثال محض صرف توضیح کے لئے مدار اثبات اس پر نہیں جسپر کوئی شبہ کیا جاوے کہ بدریت تو بعید ہونے سے ہوتی ہے) تمام مریض دوا کی امید (یعنی استدعاء) کرتے ہیں (اور) یہ مریض (عشق حقیقی) نالہ کرتا ہے کہ میرا (مرض) اور افزوں گردد (اور یہ ظاہر بھی ہے کہ عاشق حق محبت میں زیادتی ہی چاہتا ہے) تمام مریض دوا تلاش کرتے ہیں اور یہ (مریض عشق) رنج افزوں اور درد اور نالہ تلاش کرتا ہے۔ میں نے اس زہر سے خوبتر کوئی شربت نہیں دیکھا (اور) اس مرض سے خوش تر کوئی صحت نہیں دیکھی (جیسا سرخی سے پہلے بھی فرمایا ہے پس مقام عشق جان صحت ست الخ) اس گناہ سے بہتر کوئی طاعت نہو گی (گناہ باعتبار زعم منکران باطن کے کہا کہ وہ ہمیشہ عشاق کے افعال غامضہ پر مخالفت شرع کے اعتراضات کرتے رہتے ہیں) بہت سے برس اس دم (یعنی سخن یا افسون عشق) کے نسبت ایک ساعت ہیں (یعنی اگر عشق میں برس بھی گذر جاویں بوجہ سیری نہ ہونے کے وہ ایک ساعت معلوم ہوتی ہے آگے پھر قصہ ہے کہ) ایک مدت تک بادشاہ کے سامنے اسی طرح رہا کہ دل کباب (تھا) اور جان طبق پر رکھی تھی (یعنی جانبازی پر آمادہ تھا چنانچہ عنقریب آتا ہے کہ وہ جلدی ہی مر بھی گیا اپنے دل میں) کہنے لگا کہ بادشاہ نے سب کا ایک ایک سر کاٹا (جیسا اوپر مع توجیہ کے مضمون آچکا ہے کہ جو کوئی لڑکی کا نام لیتا تھا اس کا سر کاٹ ڈالتا تھا اور) میں بادشاہ کی وجہ سے ہر وقت نیا قربان ہو رہا ہوں (یعنی ایک بار قربان ہو کر پھر دوبارہ ہوتا ہوں اور یہ بہ نسبت سابق کے جدید ہو گا یہ وہ مضمون ہے ؎ کشتگان خنجر تسلیم را الخ آگے بلسان شہزادہ مقولہ ہے عاشق حقیقی کا یعنی) میں زر سے فقیر ہوں (کہ زر ندارم) اور سر سے غنی ہوں (کہ سرہا دارم وہر دم فدایش میکنم آگے اس فدا کی علت ہے کہ فدا کیوں نہ کروں کیونکہ) لاکھوں سر اسی صاحب نور نے عوض میں دئے ہیں (یہ فدا مجاہدہ وفنا ہے اور خلعت دادن مشاہدہ وبقا ہے آگے مجاہدہ وفنا میں عاشق کی ترقی کرنے کا مضمون ہے کہ صرف) دو پاؤں سے عشق میں نہیں دوڑ سکتے (بلکہ ہمہ تن مجاہدہ بننا ضرور ہے اور) ایک سر کے ساتھ عشق بازی نہیں کیا کر سکتے (بلکہ سراپا فنا ہو جانا چاہیے معمولی طور پر) ہر شخص کے دو پانوں اور ایک سر ہے (اور) ہزاروں پاؤں کے ساتھ کوئی تن نادر ہے (اس نادر کا مصداق عاشق ہی ہے آگے اس پر تفریع ہے کہ) اسی سبب (اور فرق مذکور) سے کل ہنگامے بے رونق ہو گئے (اور) یہ ہنگامہ (عشق) ہر وقت زیادہ رونق پر ہے (مطلب یہ کہ اور رونکی طلب وشوق بوجہ شہوانی ہونے کے شہوت کے افسردہ ہو جانے سے یا حسن کے سرد ہو جانے سے منتہی ہو جاتی ہے اور دو پا ویک سر اسی قوی جسمانیہ کی طرف اشارہ ہے اور عشق حقیقی متزاید رہتا ہے آگے گرم تر ہونے کی وجہ بتلاتے ہیں کہ انکی گرمی رہنے کا سبب یہ ہے کہ اس) گرمی کا معدن لامکان میں ہے (یعنی اسکا تعلق حضرت حق سے ہے جسکا جمال غیر فانی اور یہ رنگ انکی روح ہے جسمیں ذہول نہیں یا یہ کہ وہ گرمی لامکان اور عالم غیب سے عطا ہوتی ہے بلا انقطاع ان دونوں وجہ سے وہ عشق متزاید ہے اور وہ گرمی عشق ایسی ہے کہ) ہفت دوزخ اس کے شرارہ کا ایک دھواں ہے (یعنی اس کے سامنے نار دوزخ بھی ضعیف ہے جیسا آگے حدیث آتی ہے پس اور دنیوی گرمی تو اس کے سامنے کیا ہو گی من الشہوۃ والغضب

اس سے مضمون زیں سبب الخ متاید و واضح ہوگیا)۔

دربیان حدیث جز یا مؤمن فان نورک اطفأ ناری

(آوردہ فی المقاصد الحسنہ باب لنا مرفوعًا بلفظ تقول النار للمومن یوم القیمۃ جز یا مؤمن فقد اطفاء نورک لھبی عن الکبیر للطبرانی وکامل ابن عدی ونوادر الاصول للحکیم الترمذی واحد الرواۃ فیہ منصور بن عمار قال فیہ بعضھم انہ لیس بالقوی وقال بعضھم منکر الحدیث وقال بعضھم فی الحدیث ارجوان یکون صحیحا اھ ملخصًا بمعناہ)

زآتش مومن ازیں روا ے صفی ۔ می شود دوزخ ضعیف و منطفی

اسی سبب سے اے برگزیدہ آتش مومن سے ۔ دوزخ بھی ضعیف اور بجھنے والی ہوجاوے گی

گویدش بگذر سبک اے محتشم ۔ ورنہ ز آتشہائے تو مرد آتشم

اس سے کہے گی کہ اے محتشم جلدی سے گذر جا ۔ ورنہ تیری آتش سے میری آتش اب بجھی

کفر کہ کبریت دوزخ اوست بس ۔ بین چہ می بخسپاند او را ایں نفس

کفر جو کہ دوزخ کی کبریت وہی ہے اور بس ۔ دیکھ لے اسکو کس طرح پژمردہ کردیتا ہے اسوقت

کفر کان کبریت نار دوزخ ست ۔ بین کہ چوں میرد از وے خود پرست

کفر جو کہ نار دوزخ کی کبریت ہے ۔ دیکھ لے کہ اس سے کس طرح بجھ جاتا ہے اے خود پرست

زود کبریتت بدیں سودا سپار ۔ تا نہ دوزخ بر تو تازد نے شرار

تو اپنی کبریت اس طرف سپرد کردے ۔ تاکہ نہ دوزخ تجھپر دوڑے نہ شرر

گویدش جنت گذر کن ہمچو باد ۔ ورنہ گردد ہرچہ دارم من کساد

اس سے جنت بھی کہے گی تو ہوا کی طرح گذر جا ۔ ورنہ جو کچھ میں رکھتی ہوں وہ سب بے رونق ہوجاویگا

کہ تو صاحب خرمنی من خوشہ چیں	**من بتے ام تو ولایتہائے چیں**
کیونکہ تو صاحب خرمن ہے میں خوشہ چین ہوں	میں بت ہوں تو ولایات چین ہے
ہست لرزاں زو جحیم و ہم جناں	**نے مرا ایں را امانے مر اورا زو اماں**
اس سے لرزاں ہے جہنم بھی جنت بھی	اس سے نہ اسکو امان ہے نہ اسکو

اسی سبب سے (کہ اوپر مذکور ہوا معدن گرمی ست الخ) اسے برگزیدہ آتش مومن سے (کہ نور عشق ہے) دوزخ بھی ضعیف اور بجھنے والی (یعنی بجھنے کے قریب) ہو جاویگی (جبکہ وہ صراط پر سے گذریگا اور دوزخ) اس سے کہیگی کہ اے محتشم جلدی سے گذر جا ورنہ تیری آتش سے میری آتش اب بجھی (اور اسکا نمونہ خود دنیا میں مشاہدہ میں آتا ہے جس سے حدیث کی مزید تائید ہوتی ہو وہ یہ کہ) کفر جو کہ دوزخ کی کبریت وہی ہے اور بس (کہ کبریت جسطرح جالب النار و آتشگیر ہے اسی طرح کفر ہے) دیکھ لے (کہ مومن کا نور) اسکو کس طرح پژمردہ کردیتا ہے اسوقت (یعنی دنیا میں چنانچہ مومن کامل کی صحبت سے بشرط کسیقدر قابلیت کے صدہا کفار مومن ہوگئے اور ہوتے ہیں پس جب کفر جو کہ دوزخ معنوی ہے اس کے سامنے مضمحل ہو جاتا ہے اگر دوزخ صوری بھی اسی طرح مضمحل ہو جاوے تو تعجب کیا ہے فی الغیاث بخس بفتح اول وسکون خائے معجمہ پژمردہ و گداختہ آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) کفر جو کہ نار دوزخ کی کبریت ہے دیکھ لے کہ اس (نور مومن) سے کس طرح بجھ جاتا ہے اے خود پرست (آگے اس سے ایک فائدہ مستنبط کر کے اسکو اس پر متفرع فرماتے ہیں کہ) تو اپنی کبریت (و ہستی) اس طرف (یعنی صاحب عشق و معرفت کے ہاتھ میں) سپرد کردے تاکہ (وہ اس کے فیض سے گداختہ ہو کر فنا ہو جاوے اور پھر مادۂ آتشگیر کے نر ہنے کے سبب) نہ دوزخ تجھپر دوڑے نہ شرر (اوپر تو اس کے نور کا اثر باعتبار جہنم کے بیان فرمایا تھا جو دلیل جزئی سے ثابت ہو آگے اسکا اثر باعتبار جنت کے فرماتے ہیں جو کہ دلیل کلی سے ثابت ہے یعنی) اس (عاشق) سے جنت بھی (بزبان حال) کہے گی (کہ) تو (مجھسے) ہوا کی طرح گذر جا ورنہ جو کچھ میں رکھتی ہوں وہ سب بے رونق ہو جاویگا کیونکہ تو (تشبیہاً) صاحب خرمن ہے (اور) میں خوشہ چین ہوں (اور) میں بت ہوں (اور) تو ولایت چین ہو (جہاں بہت سے صنم مجتمع ہیں یا مطلب اسکا یہ ہے کہ تو مجھسے زیادہ مظہر جمال و کمال حق ہے اور مجھ میں اور تجھ میں تفاوت امثلہ مذکورہ کا سا ہی ہو اور اس سے زیادہ ایک واضح مثال احقر کے ذہن میں آئی ہے اور وہ بھی حق تعالیٰ کی موہبت مولانا کے خدمت کلام کی برکت سے ہے وہ یہ کہ جنت ایک گھر ہے اور اہل جنت خصوص مقربین مثل مکرم مہمان کے ویدل علیہ قولہ تعالیٰ جنات الفردوس نزلا اور ظاہر ہے کہ ایسا مہمان اشرف ہوتا ہے گھر سے اور قواعد شرعیہ سے یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ انبیاء و اولیاء سب جنت سے افضل ہیں اور مدار اس افضلیت کا وہی نور خاص حق ہی جو اسکو عطا ہوا ہے پس اسی نور کے سبب یہ نار پر بھی غالب ہے جیسا اول بیان کیا اور جنت سے بھی افضل ہے جیسا آخر میں بیان کیا اور گو یہ قول جنت کا کہیں منقول نہیں مگر بطور تمثیل ارشاد فرمایا

اس افضلیت کو اس عنوان سے تعبیر کیا یعنی اگر جنت ایسا کہتی تو اس کہنے سے جس افضلیت پر دلالت ہوتی وہ افضلیت دلائل سے ثابت ہے اسی لئے بندہ نے اس شعر کے ترجمہ میں بزبان حال کا لفظ بڑہا دیا اور یہ توجیہ کہ نہایت ہی سہل ہے بہت پریشانی کے بعد ذہن آئی وللہ الحمد الذی جعل مع العسر یسرا آگے مجموعہ حالین جنان و نیران بالنسبۃ الی العارف کا حاصل بیان فرماتے ہیں کہ) اس سے لرزاں ہے جہنم بھی جنت بھی اُس سے نہ اسکو امان ہے اور نہ اسکو (یعنی لرزہ سے امن ہے اور مراد اس مقولہ نار و جنت سے وہی اظہار اپنے ضعف کا اور اقرار اسکی عظمت کا آگے پھر قصہ ہے)

وفات یافتن برادر بزرگ آں شاہزادگان

رفت عمرت چارہ را فرصت نیافت
اسکی عمر گذر گئی علاج کی فرصت نہ پائی

صبر بس سوزاں بُد و جاں برنتافت
صبر بہت سوزاں تھا اور جان برداشت نہ کرسکی

مدتے دنداں کناں ایں میکشید
ایک مدت تک ترساں اسکو جھیلتا رہا

نارسیدہ عمر او آخر رسید
بے پہونچے اسکی عمر ختم کو پہونچی

صورت معشوق ازو شد در نہفت
صورت معشوق کی اُس سے اختفار میں ہو گئی

رفت و شد با معنیٔ معشوق جفت
گیا اور یعنی معشوق کے قرین ہو گیا

گفت لبسش گر ز شعر شستر ست
کہا کہ اگر اُس کا لباس شہر شستر کے ریشمی کپڑے کا ہے

اعتناق بے حجابش خوشتر ست
اُس کا معانقہ بلا حجاب زیادہ خوش ہے۔

من شدم عریاں ز تن او از خیال
میں تن سے عریاں ہو گیا وہ خیال سے

می خرامم در نہایات الوصال
میں نہایات الوصال میں خراماں جا رہا ہوں

ایں مباحث تا بدینجا گفتنی ست
یہ مباحث یہاں تک تو کہنے کے قابل ہیں

ہر چہ آید زیں سپس بنہفتنی ست
اسکے بعد جو کچھ آتا ہے وہ چھپانے کے قابل ہے

گر بکوشی ور بگوئی صد ہزار
اگر تو لاکھ کوشش کرے اور اگر تو لاکھ کہے
ہست بیکار و نگردد آشکار
تو محض بے کار ہے اور وہ ظاہر نہ ہوگا

تا بدریا سیر اسپ و زیں بود
لب دریا تک تو اسپ اور زین کی سیر ہوتی ہے
بعد ازانت مرکب چوبیں بود
اسکے بعد تیرا مرکب چوبین ہوتا ہے

مرکب چوبیں بخشکی ابتر ست
مرکب چوبیں خشکی میں محض ضائع ہے
خاص آں دریائیاں را رہبرست
خاص اُن دریائیوں کے لئے وہ رہبر ہے

ایں خموشی مرکب چوبیں بود
یہ خاموشی مرکب چوبیں ہے
بحریاں را خامشی تلقیں بود
دریائیوں کے لئے خاموشی تلقین ہوتی ہے

ہر خموشی کان ملولت می کند
جو خموشی تجھکو ملول کرتی ہے
نعرہائے عشق زاں سو می زند
اُس طرف سے عشق کے نعرے لگا رہی ہے

تو ہمی گوئی عجب خامش چرا ست
تو تو یوں کہہ رہا ہے کہ عجب بات ہے یہ خاموش کیوں ہے
او ہمی گوید عجب گوشش کجاست
وہ کہہ رہا ہے کہ عجب بات ہے اسکا کان کہاں ہے

من ز نعرہ کر شدم او بے خبر
میں نعرہ سے بہرا ہوگیا وہ بے خبر ہے
تیز گوشان زیں سمر ہستند کر
تیز گوش اس قصہ سے بہرے ہیں

آں یکے در خواب نعرہ میزند
وہ ایک شخص خواب میں نعرہ مار رہا ہے
صد ہزاراں بحث و تلقین میکند
لاکھوں بحث و تلقین کررہا ہے

ایں نشستہ پہلوے او بے خبر
یہ شخص اُس کے پہلو میں بے خبر بیٹھا ہے
خفتہ خود آنست و کر زاں شور و شر
خفتہ خود یہ شخص ہے اور اُس شور و شر سے بہرا

واں کسے کش مرکب چوبیں شکست | **غرقہ شد در آب او خود ماہی ست**

اور جس شخص کا مرکب چوبیں بھی شکستہ ہوگیا | وہ پانی میں غرق ہوگیا وہ خود ماہی ہے

نہ خموش ست ونہ گویا نادریست | **حال او را در عبارت نام نیست**

نہ خاموش ہے اور نہ گویا ہے ایک نادر چیز ہے | اُس کے حال کا عبارت میں کوئی نام نہیں۔

نیست زیں دو ہر دو ہست آں بوالعجب | **شرح ایں گفتن بروں ست از ادب**

ان دونوں میں سے نہیں اور یہ دونوں ہے وہ بوالعجب | اسکی شرح کہنا ادب سے خارج ہے

ایں مثال آمد رکیک و بے ورود | **لیک در محسوس زیں بہتر نہ بود**

یہ مثال رکیک اور غیر قابل ورود ہے | لیکن محسوس میں اس سے بہتر نہیں تھی

حاصل آں شہزادہ از دنیا برفت | **جانش پر درد و جگر پر سوز تفت**

حاصل یہ کہ وہ شہزادہ دنیا سے چلا گیا | اس حالت میں کہ اُسکی جان پُر درد تھی اور اُسکا جگر پُرسوز گرم تھا

اُسکی عمر گذر گئی (اور) علاج (یعنی تدبیر وصال) کی فرصت نپائی۔ صبر (وضبط) بہت سوزان تھا اور جان (اُسکی) برداشت نکر سکی۔ ایک مدت تک ترساں (کذافی الغیاث فی معنی دندان کنان بضم کاف آمدہ غالباً بنا بش آنکہ دریں حالت دنداں ظاہر می کند) اس (مشقت) کو جھیلتا رہا (مراد تک) بے پہونچے اُسکی عمر ختم کو پہونچی (آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ) صورت معشوق کی اُس سے اختفا میں ہوگئی (دنیا سے) گیا اور معنی معشوق کے ساتھ قرین ہوگیا (احقر کے ذوق میں جو کہ اسی وقت موہوب ہوا اسکی تقریر یہ ہے کہ معشوق سے مراد حق تعالیٰ اور صورت سے مراد اُس کا مظہر مثلاً دختر شاہ کہ بحکم ؎

خلق خویش از روئے خوباں آشکارا کردہ | پس بچشم عاشقاں خود را تماشا کردہ

مظہر صفتِ جمال حق تھی اور معنی سے مراد حق تعالیٰ کی حقیقت جو اُس مظہر میں ظاہر ہے تو مطلب یہ ہوا کہ محبوب حقیقی کا جو مظہر تھا یعنی محبوب مجازی یہ تو مرنے سے ہمیشہ کے لئے ایسا مختفی ہوگیا کہ اب مشافہت کی امید ہی نہ رہی اور یوں وہ دختر پہلے بھی مختفی تھی لیکن احتمال تو تھا مواصلت و مواجہت کا مرنے سے وہ بھی قطع ہوگیا لیکن محبوب حقیقی کے معنی یعنی حقیقت کا قرب اُسکو میسر ہوگیا اور یہ مبنی ہے ایک حدیث پر جسکو مقاصد حسنہ میں خطیب و جعفر سراج و ابن مرزبان و دیلمی

گر معشوقی معشوق زوال پذیرد آن بودن عشق حرام او عاشق و در عذاب بود

وطبرانی وخرائطی وبیہقی سے کسیقدر تضعیف کے ساتھ کہ بعد تعدد طرق کے وہ ضعف شدید نہیں رہتا بایں الفاظ وارد کیا
ہے من عشق فعف فکتم فصبر فمات فہو شہید۔ چونکہ شہزادہ متوفی سے عفت میں کوئی اخلال نہیں ہوا
اور نہ ایسا اظہار کیا جس سے محبوب یا اُس کا کوئی اہل بتادی یا رسوا ہوا اس لئے وہ اس حدیث کی رو سے شہید ہوا اور شہید
جس مرتبہ کا بھی ہو حق تعالیٰ کا مقبول اور واصل ہے پس شعر میں یہ معنی مراد ہیں آگے بھی اسی کے مطابق سمجھنا چاہئے یعنی
اُس نے اپنے دل میں یہ حالت دیکھکر) کہا کہ اگر اُس (معشوق حقیقی) کا لباس (کہ مظہر مجازی ہے) شہر ششتر کے ریشمی
کپڑے کا ہو (یعنی اگرچہ مظہر بہت ہی حسین وجمیل ہو مگر) اُس (معشوق حقیقی) کا معانقہ (یعنی قرب) بلاحجاب (یعنی بے واسطہ
مظہر ومحبوب مجازی کے) زیادہ خوش ہے (اور یہ ظاہر ہے مطلب یہ کہ گو دختر کی ہوا صلت حلال میں اُس کے جمال کو مرآۃ
جمال حق بنانا بھی مفید تھا لیکن اب بلا واسطہ اُس مرآۃ کے قرب حق میسر ہو گیا یہ اُس سے بدرجہا بیشمار اچھا ہوا) میں تن
سے عریاں ہو گیا (اور) وہ (تن) خیال سے (بالکلیہ اس طرح عریاں ہوا کہ اُس کے ملابس ہی وہ خیال نہیں رہا اسلئے
بفضلہ تعالیٰ) میں (اب) نہایات الوصال میں (کہ وصال حق ہے) خراماں جا رہا ہوں (اسمیں یہ بات بتلادی کہ
اگر محبت حرام ہو تو مرنے سے بھی وہ اثر اور محبوب کا خیال روح میں بسبب ملابستہ سابقہ بدن کے باقی رہتا ہے جیسے اور
معاصی کا اثر رہتا ہے جس سے وہ متالم ہوتی ہے اور بخلاف محبت حلال کے چونکہ اسمیں مضطر تھا اس لئے بوجہ معصیت
نہ ہونے کے اللہ تعالیٰ اُسکو روح سے زائل فرمادیتے ہیں تاکہ تالم وعقوبت نہ ہو اور وہ مانع قرب نہیں ہوتا بلکہ اُس مصیبت کی
وجہ سے بھی کچھ اجر ملتا ہے چنانچہ اُسکو درجہ شہادت دینے سے یہ امر صاف ظاہر ہے فی الغیاث شعر نوعے از جامہ باریک
ابریشمی وفیہ ششتری نوعے از دیبائے نفیس منسوب بشہر ششترا۔ چونکہ مولانا کا ذہن لفظ جفت واعتناق و وصال سے
مسائل توحید کی طرف چلا گیا اور اسکا مقتضا یہ تھا کہ اُسکو بیان فرماتے اور باوجود اس کے پھر نہیں بیان کیا آگے اُس کے
بیان نہ کرنے کے متعلق مضامین ہیں پس فرماتے ہیں کہ) یہ مباحث یہانتک تو کہنے کے قابل ہیں (کہ اہل ظاہر بھی سمجھ سکتے
ہیں اور اس لئے کوئی فتنہ محتمل نہیں اور) اس کے بعد جو کچھ (ذہن میں) آتا ہے وہ چھپانے کے قابل ہے (کیونکہ وہ اسرار
ذوقیہ ہیں جس سے اہل ظاہر معرا ہیں اس لئے اُن کا اظہار فتنہ ہے اور دوسرے یہ کہ اگر فتنہ کا ضرر بھی نہ ہو تاہم کچھ نفع بھی نہیں
کیونکہ جب مخاطب میں ذوق نہ ہو تو اے سامع) اگر تو (اُس کے سمجھنے کی) لاکھ کوشش کرے اور (اے متکلم) اگر تو لاکھ
کہے تو (بوجہ فقدان ذوق کے وہ) محض بیکار ہے اور وہ (کبھی) ظاہر نہ ہوگا (یعنی مفہوم نہ ہوگا تو عبث ہوا تو پھر کیوں ظاہر
کیا جاوے آگے اسکی مثال ہے کہ کہنا ہر جگہ مفید اور کافی نہیں ہوتا یعنی جسطرح سے کہ) لب دریا تک تو اسپ اور زین کی سیر
ہوتی ہے (پھر) اسکے بعد تیرا مرکب چوبیں ہوتا ہے (یعنی کشتی کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح مرتبہ حال سے جو کہ مشابہ
دریا کے ہے پہلے پہلے یعنی مرتبہ قال تک تو تکلم کافی ہے جو کہ مشابہ اسپ وزین کے ہے پھر اس کے بعد ذوق کی ضرورت ہے
جو کہ مشابہ کشتی کے ہے اور عوام میں ذوق ہے نہیں اس لئے تکلم مناسب نہیں اور سب جانتے ہیں کہ) مرکب چوبین خشکی میں
محض ضائع ہے (کذا فی الغیاث فی معنی ابتر لیکن) خاص اُن دریائیوں کے لئے وہ رہبر ہے (اسی طرح عوام کے سامنے
کہ خشکی میں ہیں اسرار ذوقیہ کو بیان کرنا ایسا ہے جیسا خشکی میں کشتی چلانا کہ وہ اسرار بھی ضائع ہونگے اور کشتی کے ساتھ

مشابہت ذوق کے لئے قرار دیگئی ہے مگر چونکہ ذوقیات کا پیش کرنا مستلزم ذوق کے پیش کرنے کو بھی ہے اس لئے
یہاں ذوقیات ہیں وہی تشبیہ معتبر مان لی گئی البتہ جو دریائی یعنی اہل حال ہیں اُن کے لئے وہ اسرار ذوقیہ رہبر ہوتے ہیں
آگے شعر بالا کی شرح ہے کہ ہم نے جو کہا ہے مرکب چوبین الخ اور خاص آن الخ اسکی شرح یہ ہے کہ) یہ خاموشی (یعنی ذوق)
مرکب چوبیں ہے (جو اہل خشکی کے لئے بیکار ہے البتہ) دریائیوں کے لئے (یہ) خاموشی (یعنی قلت نطق یا کسی وقت
محض دلالۃ حال ہی بوجہ ذوق کے) تلقین ہوتی ہے (ذوق کو خاموشی سے اس لئے تعبیر کیا کہ ذوق کا نطق بوجہ غیر مفہوم
للعوام ہونیکے اُن کے اعتبار سے مثل خاموشی ہی کے ہے جیسا شعر مابعد ہر خموشی اسپر دال ہے دوسرے وہ نطق چونکہ
صرف افہام اہل ذوق کے لئے ہوتا ہے اور وہ بوجہ ذوق کے اسکو جلدی سمجھ لیتے ہیں اس لئے اُس کلام میں عوام کا سا
اطناب نہیں ہوتا تو اُس نطق میں خاموشی جلدی ہو جاتی ہے چنانچہ کاملین محققین بہت بہت دیر میں کوئی بات کہدیتے
ہیں اور پھر خاموش ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اس لئے بھی ذوق کو خاموشی سے تعبیر کیا باقی یہ کہ باوجود مولانا کی تفسیر کرنے کے
مرکب چوبین کو خشکی کے ساتھ احقر نے ذوق کے ساتھ کہاں سے تفسیر کی سو میں نے اسکو شعر تا بدریا الخ اور شعر مرکب چوبین الخ
سے سمجھا کیونکہ وہاں ذوق کے ساتھ تفسیر کرنے سے تو توجیہ صحیح ہوگی جیسا مذکور ہوا اور اگر خاموشی کے ساتھ تفسیر کی جاوے
تو عبارت شرح کی یہ ہوگی کہ بعد ازاں خاموشی بود و خاموشی بہ خشکی ابتر ست اور اس کے کوئی معنی محصل نہیں خصوص اس سے
اوپر کے شعر کے ساتھ کوئی ربط ہی نہ ہوگا گر بکوشی الخ کیونکہ سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ گر بکوشی الی قولہ ہست بیکار کی شعر
آئندہ دلیل ہے پس اس بنا پر یہ عبارت ہوگی کہ بوجہ عدم ذوق گفتن بیکار ست چراکہ مثل کشتی در آنجا خاموشی موقوف علیہ
فہم ست و خاموشی نیست پس گفتن بیکار ست اور اسکا مہمل ہونا ظاہر ہے اور ذوق کے ساتھ مفسر کرنے میں عبارت
یہ ہوگی کہ بوجہ عدم ذوق گفتن بیکار است چراکہ مثل کشتی در آنجا ذوق موقوف علیہ فہم ست و ذوق نیست پس گفتن بیکار است
اور اس کا صحیح ہونا ظاہر ہے آگے بھی مضمون شعر بالا کی مزید شرح ہے یعنی) جو خاموشی (اہل ذوق کی) تجھکو ملول کر رہی ہے
(کیونکہ تیرا تو یہ دل چاہتا ہے کہ بس چرخہ سا چلتا ہی رہے اور اہل کمال محض ضرورت افادہ کے لئے تکلم کرتے ہیں جو کہ
قلیل ہوگا کبھی بالکل ہی نہ ہوگا اُن کا حال مبدا افادہ ہوگا اس لئے عامی شخص اُن کے اس صمت سے ظاہر ہے کہ ضرور
ملول ہوگا پس فرماتے ہیں کہ وہ خاموشی) اُس طرف سے (یعنی اہل ذوق کی طرف سے) عشق کے نعرے لگا رہی ہے (یعنی
نطق طویل سے زیادہ افادہ کر رہی ہے پس) تو تو یوں کہہ رہا ہے کہ عجب بات ہے یہ خاموش کیوں ہے (اور) وہ کہہ رہا ہے
کہ عجب بات ہے اس کا کان کہاں ہے (کہ یہ نعرہائے عشق کو نہیں سنتا اور وہ یہی کہتا ہے کہ) میں نعرہ (عشق سننے) سے
بہرا ہو گیا (اور) وہ بے خبر ہے (اور اسی کی کیا تخصیص ہے سارے اہل دنیا) تیز گوش اس قصہ سے بہرے ہیں (اور یہ
یہ عارف نعرہ گو معلوم ہوتا ہے اور یہاں نعرہ شنو قرار دیا ہے مگر چونکہ نعرہ گوئی سبب نعرہ شنوی سے ہے اور دونوں
مجاور ہیں اس لئے دونوں تعبیروں کا ایک ہی حاصل ہے آگے اسکی مثال ہے کہ کوئی نعرہ کرے اور پاس والا نہ سنے مثلاً) وہ
ایک شخص خواب میں نعرہ مار رہا ہے (اور) لاکھوں بحث و تلقین (خواب میں) کر رہا ہے (اور) یہ (دوسرا) شخص اسکے
پہلو میں بے خبر بیٹھا ہے (پس اس اعتبار سے) خفتہ خود یہ شخص ہے اور اُس شور و شر سے بہرا (بھی یہی ہے گو یہ اُسکو خفتہ

سمجھ رہا ہے پس اسی طرح اہل حال کے نعرہ کو عامی نہیں سنتا اور گو کان سے کچھ سن بھی لیا مگر مثل نہ سننے کے اور اس کا بولنا اس کے نزدیک مثل نہ بولنے ہی کے ہے یہ تو یہی کہیگا کہ کیا ذرا سی بات کر دی اس سے کیا بھلا ہوا اور یہاں تک اہل عبارات اور اہل اذواق کا ذکر تھا آگے اہل فناء و استغراق کا بیان ہے یعنی ان اہل اسپ کے اہل مرکب چوبین کا تو یہ حال تھا جو مذکور ہوا) اور جس شخص کا مرکب چوبیں ہی شکستہ ہو گیا (یعنی وہ ذوق بھی فنا ہو گیا) وہ پانی میں غرق ہو گیا (یعنی مشاہدہ یا معائنہ میں وہ مستغرق ہو گیا) وہ خود ماہی (کی مثال) ہے (کہ اس کے پاس مرکب چوبیں بھی نہیں ہوتا خود دریا میں بلا واسطہ رہتی ہے اسی طرح اس شخص کی توجہ الی المحبوب میں ذوق کا بھی واسطہ نہ رہا پس یہ شخص) نہ خاموش ہے (یعنی اہل ذوق کی سی اسکی خاموشی نہیں جو مقرون مع الذوق تھی) اور نہ گویا ہے (یا تو بالکل گویا نہیں اور یا اگر غلبہ حال میں کچھ بولتا ہے تو اسکی اہل ظاہر بلکہ اہل ذوق کی سی بھی گویائی نہیں کیونکہ قصد و اختیار بالکل مفقود ہے غرض اس اعتبار سے نہ خاموش اور نہ گویا بس) ایک نادر چیز ہے (اور) اس کے حال کا عبارت میں کوئی نام نہیں (یہ مطلب نہیں کہ اصطلاح میں اسکا کوئی نام نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسا نام نہیں کہ وہ نام اسکی حالت کی تعبیر تام کیلئے کافی ہو اور اسکی حالت کے لئے کاشف ہو جاوے غرض یہ شخص ایک اعتبار سے تو) ان دونوں میں سے نہیں (یعنی نہ خاموش اور نہ گویا کما ذکر) اور (ایک اعتبار سے) یہ دونوں ہے وہ بوالعجب (یعنی گویا بھی اور خاموش بھی یعنی گویائی اگر ہے اپنی حالت کے مناسب ہے اور خاموشی بھی اپنی حالت کے مناسب اور ان دونوں معنی کا بھی ابھی شرح قولہ نہ خموش ست و نہ گویا ذکر ہوا ہے اور گویائی کی ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ خاموشی میں بھی اس کا حال اپنے آثار و برکات سے دوسروں کو ارشاد کر رہا ہے پس اس دلالت کے اعتبار سے گویا وہ گویا ہے اور بوالعجب باعتبار ظاہری صورت اجتماع عدم و ملکہ یا ارتفاع عدم و ملکہ یا مجموعہ اجتماع و ارتفاع کے فرمایا احتمال اول و ثالث کا عجیب ہونا تو بوجہ امتناع کے ظاہر ہے اور احتمال ثانی اس لئے عجیب ہے کہ محل صالح سے ارتفاع عدم و ملکہ ہر دو کا ممتنع ہے بخلاف ضدین کے کہ ان کا ارتفاع جائز ہے آگے اس مقام کی تفصیل سے عذر فرماتے ہیں کہ) اس کی شرح کہنا ادب (شریعت) سے خارج ہے (کیونکہ عوام الناس سمجھیں گے نہیں اگر اعتقاد کر لیا تو علماً گمراہ ہونگے اور اگر قائل کے ساتھ انکار و ایذاء سے پیش آئے تو عملاً مرتکب گناہ ہونگے اور ہر حال میں اخلال بالشریعت لازم آیا اور ایسے بہت کم ہیں کہ نہ قول کی تصدیق کریں اور نہ قائل کی تفسیق کریں اور رہا یہ باوجود اس شخص کے حال کے ناقابل فہم ہونے کے اوپر جو ہم نے تشبیہ ماہی سے دی ہے اس سے شبہ قابل فہم ہونیکا نکرنا کیونکہ) یہ مثال رکیک اور غیر قابل ورود ہے لیکن محسوس میں اس سے بہتر نہیں تھی (خلاصہ یہ کہ اس مثال سے بھی عوام کو شبہ ہوگا کہ شاید حق تعالیٰ نعوذ باللہ مثل دریا کے ہو اور یہ مثل ماہی کے اسکے اندر چلا جاتا ہو حالانکہ حق تعالیٰ کسی کا ظرف بننے سے یا کسی کے ساتھ حساً متصل ہو جانے سے و مثل و ذلک سب سے منزہ ہے اس لئے یہ مثال بھی رکیک ہے لیکن اس سے قریب کوئی مثال ملی نہیں اس لئے اہل فہم کے لئے لے آئے کہ وہ سمجھ لیں گے کہ تشبیہ میں کسی خاص وصف کا لحاظ ہوتا ہے نہ کہ تمام اوصاف کا اور یہاں وصف جو کہ وجہ تشبیہ ہے صرف وہ ہے جو بعض تقریر شعر و ان کسے کش مرکب چوبیں شکست الخ مذکور ہوئی ہے آپ اوپر کے قصہ کا تکملہ فرماتے ہیں) حاصل یہ کہ وہ شہزادہ

دنیا سے چلا گیا اس حالت میں کہ اسکی جان پر درد تھی اور اس کا جگر پر سوز گرم تھا (آگے پھر قصہ ہے)۔

آمدن برادر میانہ بجنازہ ایں برادر کہ کوچک رنجور بود نواختن پادشاہ اورا و صد ہزار اغنائے غیبی یعنی پدر رسیدن از نظر شاہ

کوچکیں رنجور بود آں وسط
چھوٹا تو بیمار تھا اور وہ منجھلا

بر جنازہ آں بزرگ آمد فقط
فقط اس بڑے کے جنازہ پر آیا

شاہ دیدش گفت قاصد کیں کیست
بادشاہ نے اسکو دیکھا قصداً کہا کہ یہ کون ہے

کہ ازاں بحرست وایں ہم ماہی ست
یعنی اسی بحر سے ہے اور یہ بھی ماہی ہے

پس معرف گفت پور آں پدر
پس معرف نے کہا کہ یہ بھی اسی باپ کا بیٹا ہے

ایں برادر زاں برادر خرد تر
یہ بھائی اس بھائی سے چھوٹا ہے

شہ نوازیدش کہ ہستی یادگار
بادشاہ نے اسپر نوازش فرمائی کہ تو یادگار ہے

کرد اورا ہم بداں پرسش شکار
اسی پرسش سے اسکو بھی شکار بنالیا۔

از نواز شہائے آں شاہ وحید
اس نے نوازش ہائے شاہ یکتا سے

در تن خود غیر جان جانے بدید
اپنے تن میں جان کے علاوہ اور ایک جان بھی دیکھی

در دل خود دید عالی غلغلہ
اپنے دل میں ایک عالی شان غلغلہ دیکھا

کہ نیابد صوفی آں در صد چلہ
جسکو صوفی سو چلہ میں بھی نہ پاوے

در دل خود یافت عالی عالمے
اپنے دل میں ایک رفیع الشان عالم پایا

کاں نیابد کس بصد خلوت ہمے
جو کہ سو خلوت سے بھی نہ پاوے

عرصه و دیوار و کوه و سنگ تافت
میدان اور دیوار اور کوہ اور سنگ سب روشن ہو گیا

پیش او چون نار خندان می شگافت
اُس کے سامنے مثل انار خندان کے پھٹا جاتا تھا

ذره ذره پیش او چون آفتاب
ایک ایک ذرہ اُسکے روبرو مثل آفتاب کے ہو گیا

دمبدم می کرد صد گون فتح باب
دمبدم سو طرح کا فتح باب کرتا تھا۔

باب گه روزن شدے گاہے شعاع
باب کبھی روزن ہو جاتا کبھی شعاع بنتا تھا

خاک گه گندم شدے و گاه صاع
خاک کبھی گندم ہو جاتی تھی اور کبھی صاع

در نظرها چرخ بس کهنه و قدید
نظروں میں افلاک بالکل کہنہ اور گوشت خشک تھے

پیش چشمش هر دمے خلق جدید
اُسکی آنکھ کے سامنے ہر وقت ایک خلق جدید تھی

روح زیبا چونکه وارست از جسد
روح زیبا جب جسد سے چھوٹ جاتی ہے

از قضا بیشک چنیں چشمش رسد
توحکم حق سے بےشک اسکو ایسی ہی آنکھ مل جاتی ہے

صد هزاران غیب پیشش شد پدید
لاکھوں امور مخفیہ اُسکے سامنے ظاہر ہو گئے

آنچه چشم محرمان بیند بدید
واقفین کی آنکھ جو کچھ دیکھا کرتی ہے وہ اُس نے بھی دیکھا

آنچه او اندر کتب بر خوانده بود
اُس نے جو کچھ کتابوں میں پڑھا تھا

چشم را در صورت آں بر کشود
آنکھ کو اُسکی صورت میں کشادہ کر دیا۔

از غبار موکب آں شاه نر
اُس شاہ نر کے غبار لشکر سے

یافت او کحل عزیزی در بصر
اُس نے سرمہ عزیزی بصر میں پایا۔

بر چنیں گلزار دامن می کشید
ایسے گلزار پر دامن کشیدہ چلتا تھا

جزو جزوش نعره زن هل من مزید
اُس کا ایک ایک جزو ہل من مزید کا نعرہ لگاتا تھا۔

گلشنے کز بقل روید یکدم ست

جو گلشن کہ سبزہ سے پیدا ہو وہ ایک ساعت ہے

گلشنے کز گل دمد گردد تباہ

جو گلشن کہ گل سے پیدا ہو وہ تباہ ہو جاتا ہے

علمہائے بامزہ دانستہ ماں

ہمارے مزہ دار جانے ہوئے علوم کو

زاں زبوں یک دو سہ گلدستہ ایم

ہم اس سبب سے ایک دو تین گلدستہ کے مغلوب ہوئے ہیں

آں چناں بفتاجہا ہر دم بناں

ایسی بفتاجیں ہر وقت روٹی کے عوض میں سر انگشت سے

ور دمے ہم فارغ آرندت زناں

اور اگر کسی وقت لوگ تجھکو فارغ کر دیتے ہیں

باز استسقات چوں شد موجزن

پھر جب تیرا استسقا موجزن ہوتا ہے

مار بودی اژدہا گشتی مگر

تو سانپ تھا تو اژدہا بن گیا۔

اژدہائے ہفت سر دوزخ بود

اژدہا سات سر والا دوزخ ہے

گلشنے کز عقل روید خرم ست

جو گلشن کہ عقل سے پیدا ہو وہ تازہ ہے

گلشنے کز دل دمد وافرحتاہ

جو گلشن کہ دل سے پیدا ہو وہ سبحان اللہ

زاں گلستاں یک دو سہ گلدستہ داں

اس گلستان سے ایک یا دو یا تین گلدستہ جان

کاں در گلزار بر خود بستہ ایم

کہ اس باب گلزار کو ہم نے اپنے اوپر مسدود کر رکھا ہے

می فسرد ایجاں دریغا از بناں

گر رہی ہیں افسوس اے جان

گرد چادر گردی و عشق زناں

تو تو چادر اور عورتوں کے عشق کے گرد پھرتا ہے

ملک و شہری بایدت پر ناں و زن

تجھکو ایک شہر چاہیے جو نان اور زن سے پر ہو

یک سرت بد وایں زمانے ہفت سر

تیرے ایک سر تھا اسوقت سات سر ہو گئے

حرص تو دانہ است دوزخ فخ بود

تیری حرص دانہ ہے اور دوزخ جال ہے

دام را بدراں بسوزاں دانہ را
توجال کو پھاڑ ڈال اور دانہ کو جلا دے

باز کن درہائے نو ایں خانہ را
پھر اس بیت کے ابواب جدید کو کشادہ کردے

چوں تو عاشق نیستی اے نرگدا
اگر تو عاشق نہیں ہے اے حریص

ہمچو کوہے بے خبر داری صدا
تو مثل پہاڑ کے بےخبر ہے محض ایک صدا رکھتا ہے

کوہ را گفتار کے باشد زخود
پہاڑ میں گفتار اپنے سے کب ہوتی ہے

عکس غیرست آں صدا اے معتمد
وہ صدا غیر کا عکس ہوتا ہے اے معتمد

گفت توزاں روکہ عکس دیگریست
تیری گفتار جس طریق سے کہ دوسرے کا عکس ہے

جملہ احوالت بغیر عکس نیست
تیرے تمام احوال بغیر عکس کے نہیں ہیں

خشم و ذوقت ہر دو عکس دیگراں
تیرا خشم اور تیرا ذوق دونوں دوسروں کا عکس ہے

شادی و قوادہ و خشم عواں
قوادہ کی خوشی اور پولیس کا غصہ

آں عواں را آں ضعیف آخر چہ کرد
اس سپاہی کا اس غریب نے آخر کیا بگاڑا ہے

کہ دہد او را بکینہ زجر و درد
کہ اسکو کینہ سے زجر اور تکلیف دے رہا ہے

تا بکے عکس خیال لامعہ
کب تک یہ عکس کہ خیال لامع ہے

جہد کن تا گردوت ایں واقعہ
تو کوشش کر کہ یہ تیرا واقعہ ہو جاوے

تاکہ گفتارت زحال تو بود
تاکہ تیری گفتار تیرے حال سے ہو

سیر تو باپر و بال تو بود
تیری سیر تیری پر و بال سے ہو

صید گیرد تیر ہم باپر غیر
شکار کو تیر بھی پکڑ لیتا ہے غیر کے پر سے

لاجرم بے بہرہ است از لحم طیر
لامحالہ وہ لحم طیر سے بےبہرہ ہے

باز صید آرد بخود از کوہسار	**لاجرم شاہش خوراند کبک وسار**
باز شکار لاتا ہے خود پہاڑ میں سے	لامحالہ بادشاہ اسکو کبک اور سار کھلاتا ہے
باز با پر خود آرد صید شبک	**لاجرم شاہش خوراند لحم کبک**
باز اپنے پروں سے لاتا ہے جال کا شکار	لامحالہ بادشاہ اسکو لحم کبک کھلاتا ہے

چھوٹا (بھائی) تو بیمار تھا اور وہ منجھلا (بھائی) فقط اس بڑے (بھائی) کے جنازہ پر آیا۔ بادشاہ نے اسکو دیکھا اور قصداً کہا (باوجودیکہ کشف سے جانتا تھا) کہ یہ کون ہے یعنی (کیا یہ بھی) اسی بحر سے ہے (جس سے یہ متوفی تھا) اور (کیا) یہ بھی ماہی ہے (جیسا وہ تھا بحر سے مراد محبت اور ماہی سے محب اور مضاف الیہ اسکا بروئے کشف تو دختر اور بنا بر قول العرف کہ اس نے بڑے شاہزادہ کو محبت شاہ بتلایا تھا خود شاہ ہے) پس معرف نے کہا کہ یہ بھی اسی باپ کا بیٹا ہے (جسکا وہ تھا یعنی) یہ بھائی اس بھائی سے چھوٹا ہے بادشاہ نے اسپر نوازش فرمائی کہ تو (متوفی کی) یادگار ہے (اور بادشاہ نے) اسی پرشش (وعنایت) سے اسکو بھی شکار (ومسخر) بنا لیا (جیسا عموماً احسان میں خاصہ ہے خصوص جس سے مقصود معشوقہ کے ملنے کی امید ہو اسکا احسان و تلطف تو اور زیادہ موثر ہے خصوص جبکہ مقصود ظاہری کے ساتھ وہاں مقصود باطنی بھی منضم ہو جاوے جو کہ دیندار کی نظر میں اعظم المقاصد ہے) اس لئے نوازش بادشاہ یکتا ہے اپنے تن میں جان (متعارف) کے علاوہ اور ایک جان (یعنی حیوۃ قلب) بھی دیکھی (یعنی اپنے اندر اسکی صحبت سے برکات باطنی واحوال محمودہ معائنہ کئے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) اپنے دل میں ایک عالی شان غلغلہ دیکھا جسکو صوفی سو چلہ میں بھی نہ پاوے (جیسا کہ بعض اہل تصرف کی صحبت سے ایسا ہوتا ہے گو ایسے انعکاس کو استقرار نہیں ہوتا جب تک خود مجاہدہ سے رسوخ حاصل نکرے لیکن بطور انعکاس کے مشاہدہ ایسے آثار کا ضرور ہوتا ہے اور) اپنے دل میں ایک رفیع الشان عالم (احوال وبرکات کا) پایا جو کہ سو خلوت سے بھی (صوفی) نہ پاوے (اس انوار انعکاسیہ) میدان اور زلوار اور کوہ اور سنگ سب روشن ہو گیا (اور) اس کے سامنے (یہ سب) مثل انار خندان کے پھٹا جاتا تھا (یعنی ہر چیز مظہر صفات وکمالات حق کی نظر آتی تھی اور اس میں واردات ومعارف منکشف ہوتے تھے اور) ایک ایک ذرہ اس کے روبرو مثل آفتاب کے ہو گیا (اور وہ ایک ایک ذرہ) دمبدم سو طرح کا فتح باب (علوم) کرتا تھا (اور وہ) باب (علم) کبھی روزن ہو جاتا (جس میں سے شعاعیں آیا کرتی ہیں یا در) کبھی (خود) شعاع بنتا تھا (یعنی کبھی تو وہ علم خود مشہود بنتا تھا اور کبھی وہ دوسرے علم کا مبدار انکشاف وواسطہ ظہور مثل روزن کے بن جاتا تھا اور) خاک کبھی گندم ہو جاتی تھی (جو کہ مقصود ہے) اور کبھی صاع (پیمانہ جو کہ مقصود کا ظرف اور موصل الی المقصود وواسطہ ہے یہ مثال ہے مضمون مصرعہ اولیٰ کی اور اس شاہزادہ کی نظر میں

(یہ ظاہری) افلاک بالکل کہنہ اور (مثل) گوشت خشک (کے معلوم ہوتے) تھے (اور) اُسکی آنکھ کے سامنے ہر وقت ایک خلق جدید تھی (یعنی کشف عجائب ملکوت سے یہ کائنات ناسوتیہ اُسکو بقدر معلوم ہوتے تھے جیسا کہ مقصود حقیقی کی تجلی کے وقت وہ ملکوت بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اور یہاں بقرینہ لفظ خلق مقصود حقیقی مراد نہیں ہو سکتا یہ انکشاف مذکور کچھ عجیب نہیں قاعدہ ہے کہ) روح زیبا جب جسد سے چھوٹ جاتی ہے (یعنی اُسکی توجہ لذات و تعلقات جسمانیہ کی طرف مغلوب ہو جاتی ہے جیسا مجاہدہ یا صحبت سے ایسا ہو جاتا ہے) تو حکم حق سے بیشک اُسکو ایسی ہی آنکھ مل جاتی ہے (جس سے ایسے امور کا انکشاف ہونے لگتا ہے پس اسی طرح) لاکھوں امور مخفیہ اُس (شہزادہ) کے سامنے (بھی) ظاہر ہو گئے (اور) واقفین (اسرار) کی آنکھ جو کچھ دیکھا کرتی ہے وہ اُس نے بھی دیکھا (اور) اُس (شہزادہ) نے جو کچھ کتابوں میں پڑھا تھا۔ آنکھ کو اُسکی صورت (کے مشاہدہ) میں کشادہ کر دیا (یعنی استدلالیات مشاہد و مکشوف ہو گئے حالات انفسیہ بھی کائنات آفاقیہ بھی اور) اُس شاہ نر (یعنی شاہ چین) کے غبار لشکر (کی برکت) سے اُس نے سرمۂ عزیزی (اپنی) بصر میں پایا (غبار مرکب کنایہ ہے صحبت سے کیونکہ صحبت سبب ہو گی اُسکی ہمراہی میں غبار آلودہ ہونے کا بھی اور عزیزی میں یا مصدری ہے یعنی عزیز شدن اور عزیز سے مراد صاحب باطن اور وہ) ایسے (عجیب غریب) گلزار پر (یعنی باغ علوم و احوال باطنی پر جسکا اوپر ذکر ہوا) دامن کشیدہ (و خراماں) چلتا تھا (اور باوجود اس کے) اُسکا ایک ایک جزو (شدت اشتیاق سے) ھل من مزید کا نعرہ لگاتا تھا (جیسا اہل باطن طالب ترقی کے ہوا کرتے ہیں اور ممکن ہے کہ دامن کشیدن کنایہ ہو نشان محو کرنے سے کہ عادت ہے جب قدم کا نشان محو کرنا چاہتے ہیں تو دامن خوب نیچا چھوڑ دیتے ہیں کہ اُس سے وہ نشان مٹتا چلا جاوے تو گلزار سے مراد گلزار حسی یعنی باغ و بہار دنیا پر وہ جھاڑ و پھیرتا چلا جاتا تھا اور گلزار معنوی کے اشتیاق میں ترقی ہوتی جاتی تھی اور یہ گلشن معنوی ایسی ہی چیز ہے چنانچہ) جو گلشن کہ سبزہ (وغیرہ) سے پیدا ہو وہ ایک ساعت (کا) ہے (یعنی تھوڑی مدت میں پژمردہ ہو جاتا ہے اور) جو گلشن کہ عقل (عالی) سے پیدا ہو (من العلوم والاحوال) وہ (ہمیشہ) تازہ ہے جو گلشن کہ گل سے پیدا ہو وہ (جلدی) تباہ (اور ویران) ہو جاتا ہے (اور) جو گلشن کہ دل سے پیدا ہو وہ سبحان اللہ (اور وہ گلزار علوم و احوال کا ایسا ہے کہ) ہماری (ان) مزہ دار جانی ہوئی (رسمی علوم کو اُس گلستان (معنوی) سے ایک یا دو یا تین گلدستے جان (یعنی بہت قلیل و غیر ثابت جیسے گلدستہ بہ نسبت مجموعہ باغ کے) ہم اس سبب سے (اسی) ایک دو تین گلدستہ کے مغلوب (اور مفتون) ہو رہے ہیں کہ اُس باب گلزار (معنوی) کو ہم نے اپنے اوپر مسدود کر رکھا ہے (یعنی اُن علوم و احوال کے محجوب ہونے سے ان علوم رسمیہ کو بڑا کمال مایۂ افتخار سمجھتے ہیں آگے اُن کے مسدود ہونے کی وجہ بتلاتے ہیں کہ) ایسی مفتاحیں (جن سے ابواب علوم و احوال باطنہ مفتوح ہوتے ہیں) ہر وقت روٹی کے عوض میں سر انگشت سے گر رہی ہیں افسوس اے جان (روٹی سے مراد لذات و شہوات بطن یعنی طلب دنیا میں اُن علوم و احوال کے اسباب کو ضائع کر رکھا ہے اور وہ اسباب یا مجاہدہ و صحبت ہے، یا نور و بصیرت جو مجاہدہ و صحبت سے حاصل ہو علی سبیل منع الخلو) اور اگر کسی وقت لوگ تجھکو فارغ کر دیتے ہیں تو (اُسوقت) تو (عورتوں کی) چادر اور عورتوں کے عشق کے گرد پھرتا ہے (یعنی شہوت فرج کی طلب میں مشغول

ہوجاتا ہے غرض ہر وقت مختلف لذات وشہوات میں مبتلا رہتا ہے اور) پھر جب تیرا استسقا (ان لذات کے متعلق)
موج زن ہوتا ہے (اسوقت) تجھکو ایک شہر چاہیئے جو نان اور زن سے پر ہو (مطلب یہ ہے کہ قدر ضروری پر بھی
اکتفا نہیں ہوتی بلکہ بڑھتی چلی جاتی ہے یعنی استسقائے مذکور کے تو) تو سانپ تھا (اور اب) تو اژدہا بن گیا (پہلے) تیرے
ایک سر تھا (اور) اسوقت سات سر ہوگئے (اور) اژدہا سات سر والا دوزخ ہے (کما قال تعالی لہا سبعۃ ابواب
پس تو ہفت سر ہوکر مشابہ دوزخ کے ہوگیا اور) تیری (تو) حرص دانہ ہے اور دوزخ جال ہے (یعنی جسطرح دانہ سبب
ہوتا ہے جال میں گرفتار ہوجانے کا اسی طرح یہ حرص وشہوت سبب ہے گرفتاری دوزخ کا اب) تو (اس) جال کو (کہ
دوزخ و معاصی ہیں) پھاڑ ڈال اور سا اس) دانہ کو (کہ حرص و رغبت ہے معاصی کی) جلا دے (اور) پھر ابن ہمت (علوم و احوال مذکورہ) کی ابواب جدید تازہ شگفتہ
دائمی حسب ما ذکر) کو کشادہ کر دے (کیونکہ مانع یہی امور تھے کما مر فی قولہ کان در گلزار بر خود بستہ ایم وقولہ آنچنان
مفتاحہا الخ اور) اگر تو (حق تعالی کا) عاشق (وطالب) نہیں ہے (جو کہ دولت ہائے مذکورہ سے مشرف ہوتا ہی)
اسے حریص (دنیا کما ذکر اور اس حرص کو مانع ان علوم و احوال کا نہیں سمجھتا اور اسوجہ سے اپنے علوم رسمیہ پر قانع ہی
تو سمجھ لے کہ اس حالت میں) تو مثل پہاڑ کے بے خبر ہے (اور) محض ایک صدا رکھتا ہے (یعنی جسطرح پہاڑ میں جاکر
کوئی بولے تو پہاڑ میں بھی اسی کی نقل پیدا ہوتی ہے مگر پہاڑ کو کچھ خبر نہیں یہی کیفیت اس حالت میں تیرے علوم کی
ہے جن پر تجھکو ناز ہے کہ خود تجھکو اُن کی حقیقت کی خبر نہیں دوسروں کی نقلیں تو بھی کر رہا ہے آگے وجہ تشبیہ کی
تصریح ہے کہ) پہاڑ میں گفتار اپنے سے کب ہوتی ہے وہ صدا غیر کا عکس ہوتا ہے اے معتمد (یہی حال ہے تیری علوم
کا کما ذکر آنفا اور شرح اسکی یہ ہے کہ اگر وہ علوم متعلق احوال کے ہیں تب تو وہ احوال چونکہ ذوقی ہیں اُن کا علم کافی
بدون اتصاف اُن احوال کے نہیں ہوتا بلکہ وہ الفاظ ہی الفاظ ہوں گے جو دوسروں سے منقول ہیں اور اگر وہ علوم
متعلق عقاید کے ہیں تو اُن میں انشراح کافی محض دلائل تخمینیہ سے نہیں ہوتا ضرورت ہے نور یقین کی جو موقوف ہے
انقیاد محض للوحی و ترک رائے پر اور یہ بھی بدون اتصاف بالاحوال المذکورہ کے کامل نہیں ہوتا پس مبتلائے دنیا کے یہ
علوم بھی الفاظ ہی الفاظ ہونگے جو دوسروں سے منقول ہیں اسی کو مولانا نے فرمایا ہے عکس غیرست آں صدا اے معتمد
آگے اس عکسیت میں تعمیم کرتے ہیں کہ جسطرح تیرے اقوال عکس غیر ہیں اور یہ بعد تقریر مذکور کے بالکل ظاہر ہے اسیطرح
تیرے احوال بھی عکس غیر ہیں اور تیرا انکو اپنا حال سمجھنا تیرا دھوکہ ہے پس فرماتے ہیں کہ) تیری گفتار جس طریق سے
کہ دوسرے کا عکس ہے (اسی طرح) تیرے تمام احوال بغیر عکس کے نہیں ہیں (چنانچہ) تیرا خشم (یعنی سخط) اور تیرا ذوق
(یعنی رضا) دونوں دوسروں کا عکس ہے (جیسے) قوادہ (یعنی دلالہ) کی خوشی اور پولیس کا غصہ (کہ دوسروں کا
عکس ہے چنانچہ قوادہ اس سے خوش ہوتی ہے کہ کوئی فاسق جال میں پھنسا تو بیچ میں مجھکو بھی روپیہ ملیگا تو یہ خوشی
عکس ہے اُس فاسق کی شہوانی خوشی کی کہ اسکو شوق و رغبت فعل بد کی پیدا ہوئی پس اصل مبدا اس فعل کی خوشی
کا اسمیں ہے باقی اس فعل پر جو قوادہ خوش ہوئی ہو حالانکہ اس فعل میں اسکو کوئی حظ نہیں وہ اُس شخص کی خوشی سے
مسبب ہے اور گو روپیہ ملنے کو اسکی خوشی کا سبب کہہ سکتے ہیں مگر وہ روپیہ ملنا بھی اُسی شخص کے فعل سے مسبب ہے پس

ہر حال میں اسکی خوشی عکس ہوئی اس شخص کی خوشی کی اور پولیس کا ظالم اہلکار کہ اکثر عوان کا اطلاق اسی پر آتا ہے
اور اقتران ذکری قوادہ کے ساتھ بھی اسکا قرینہ ہے اسکا خشم ظالمانہ اکثر طمع زر میں ہوتا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ) اس سپاہی
کا اس غریب نے آخر کیا بگاڑا ہے کہ اسکو کینہ سے زجر اور تکلیف دے رہا ہے (اگر ایسا ہوتا تو اسکا خشم اصلی اور ناشی نشاء
صحیح سے ہوتا جب یہ نہیں تو معلوم ہوا کہ طمع زر سے ہے اور اسکی حقیقت یہ ہے کہ وہ مظلوم اس سے ناراض ہے
اس وجہ سے وہ اسکو زر دینا نہیں چاہتا پس اسکی ناراضی کا عکس اسکی ناراضی ہے اور چونکہ اس مظلوم کی ناراضی کا منشا
صحیح ہے یعنی اس عوان کا ظالم ہونا اور ناحق روپیہ کی خواہش کرنا اس لئے اس کے خشم کو اصلی کہیں گے اور یوں نہ
کہیں گے کہ وہ بھی خشم عوان کا عکس کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ عوان نے مانگا اور اس نے نہ دیا اس سے وہ عوان ناراض
ہوا میری تقریر سے یہ شبہ رفع ہو گیا خلاصہ یہ کہ پس اسی طرح تیرے احوال دوسروں کے عکوس ہیں اور مراد سیر کے
ذوق میں احوال مخاطب کے وہ احوال ہیں جنکو مخاطب باطنی سمجھتا ہے اور مقصود اس سے اس دھوکہ کا رفع کرنا ہے
کہ اور یہ جنکو خطاب کیا ہے کہ علوم و احوال باطنیہ حاصل کرو ان میں سے بعض کے اس کہنے کا احتمال تھا کہ ہمکو تو ایسے
احوال بھی حاصل ہیں کیونکہ اکثر مغروران علم اپنے کو مقدس بھی سمجھتے ہیں خصوص اگر کسی قدر تھوڑی بہت طریقت
کی طرف توجہ بھی رہی ہو تو ایسے دھوکہ کا بہت زیادہ احتمال ہے پس مولانا اسکی تحقیق کرتے ہیں کہ وہ احوال جنکا
تجھکو توہم ہوا ہے وہ محض خیالات ہیں یا تو ان احوال کے توہم کے وقت کچھ اسباب دینیہ کے ساتھ دنیوی اغراض بھی
مقترن اور عارض ہو جاتی ہیں اور وہ احوال ان سے سبب ہوتے ہیں اور دھوکہ ہوتا ہے کہ یہ سبب ہیں اسباب دینیہ
سے مثلاً کسی وقت نماز یا قرآن میں لطف ہوا اور اتفاق سے اسوقت کسی امیر یا محبوب نفسانی کا قرب ہے اصل حظ
اس سے ہے مگر اسکو شبہ ہو گیا کہ نماز یا قرآن سے ہے اور یا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی بزرگ کی صحبت سے کچھ مناسبت
ہوئی تو وہ چند روزہ اس کا عکس ہے اور یہ شخص اسکو اپنی صفت اور حال سمجھ گیا غرض ہر حال میں وہ احوال متوہمہ خیالات
ہیں یہ حاصل ہے مولانا کی تحقیق کا اب آگے ترغیب دیتے ہیں کہ ان علوم رسمیہ پر کہ نقل و قال محض ہے اور ان احوال
متوہمہ پر کہ عکوس و خیالات ہیں قناعت مت کرو بلکہ احوال صحیحہ جس کے اسباب اوپر مذکور ہوئے ہیں یعنی مجاہدہ و
انقیاد یہ حاصل کرو پس فرماتے ہیں کہ کب تک (رہے گا) یہ عکس کہ خیال لامع ہے (جیسے بعض ماؤف العین لوگوں
کی نگاہ کی سامنے غیر واقعی خیالات چمک اٹھتے ہیں اور لامعہ صفت خیال کی اور خیال کی طرف اضافہ عکس کی
بیانیہ ہے) تو کوشش کر کہ یہ تیرا واقعہ (یعنی صفت واقعیہ) ہو جاوے (یعنی تو ان علوم و احوال سے متصف ہو جاوے)
تاکہ تیری گفتار تیرے حال سے ہو (اور) تیری سیر تیرے پر و بال سے ہو (یعنی تیرا کلام ناشی ہو حال اور بصیرت سے
نہ کہ نقل محض جیسے کوئی دوسرے کے بال و پر سے اوڑے آگے ایک مثال میں فرق بیان کرتے ہیں تحقیق اور نقل الفاظ
میں یعنی دیکھو) شکار کو تیر بھی پکڑ لیتا ہے غیر کے پر سے (اس لئے) لامحالہ وہ لحم طیر سے بے بہرہ ہے (اور) باز شکار لاتا ہے
خود پہاڑ میں سے (اس لئے) لامحالہ بادشاہ اسکو کبک اور سار (کا گوشت) کھلاتا ہے (فی الحاشیہ سار جانور یست
پرندہ سیاہ کہ خالہائے سفید دارد و خوش آواز بود و بیشتر شکار ملخ کند اھ آگے تفسیر آرد بجو دکی اور تاکید بیت بالا کی ہے

یعنی) باز اپنے پروں سے لاتا ہے جال کا شکار (یعنی وہ شکار جو کبھی جال سے پکڑا جاتا ہے یہ قید واقعی ہے اس لئے) لا محالہ بادشاہ اسکو لحم کبک کھلاتا ہے (پس نقال مثل تیر کے ہے کہ دوسرے کے پر سے اڑتا ہے اور صاحب بصیرت مثل باز کے پس اسی طرح نقال ثمرات علم سے محروم رہتا ہے اور صاحب بصیرت فائز ہوتا ہے)۔

منطقے کز وحی نبود از ہوا ست — ہمچو خاکے در ہوا و در ہبا ست

جو کلام کہ وحی سے نہ ہو۔ ہوا سے ہے — مثل خاک کے ہوا اور غبار میں ہے

گر نماید خواجہ را ایں دم غلط — ز اول والنجم بر خواں چند خط

اگر میاں صاحب کو یہ دعویٰ غلط معلوم ہو — تو اول والنجم سے چند نقوش پڑھ لے

تا کہ ما ینطق محمد عن ہوی — ان ہو الا بوحی احتوی

ما ینطق عن الہویٰ — ان ہو الا وحی یوحی تک

تا بدانی کہ محمدؐ از ہوا — وانگفت و گفت از وحی خدا

تاکہ تو معلوم کرلے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوا سے — نہیں فرمایا اور وحی خدا سے فرمایا

احمدا چوں نیست از وحی یاس — جسمیاں را دہ تحری و قیاس

اے احمد صلی اللہ علیہ وسلم جب آپکو وحی سے مایوسی نہیں ہے — تو جسمیوں کو تحری اور قیاس عطا فرمایئے

بید را اگر میوہ نے باشد ظلال — کز ضرورت ہست مردارے حلال

درخت بید میں اگر میوا نہیں ہوتا تو سایہ تو ہوتا ہے — کیونکہ ضرورت کے سبب مردار حلال ہوجاتا ہے

گر تحری نیست در کعبہ وصال — لیک ہست اندر بیابان ضلال

اگر تحری کعبہ وصال میں نہیں ہے — لیکن بیابان ضلال میں تو ہے

بے تحری و اجتہادات ہدیٰ — ہر کہ بدعت پیشہ گیرد از ہوی

بدون تحری و اجتہاد ہدی کے — جو شخص ہوا سے بدعت کا پیشہ اختیار کرے

همچو عادش بر برد باد و کشد — نے سلیمانست تا تختش کشد

تو اس شخص کو مثل عاد کے ہوا تباہ کر دیگی اور قتل کر دیگی — وہ سلیمان نہیں ہے تا کہ وہ اُن کے تخت کو کھینچے

عاد را باد ست حمال خذول — همچو بره در کف مرد اکول

عاد کے لئے ہوا حمال مخالف ہے — مثل بکری کے بچہ کے کھانیوالے کے ہاتھ میں

همچو فرزندش نهاده بر کنار — می برد تا بکشدش قصاب وار

مثل فرزند کے اُسکو آغوش میں رکھے ہوئے — لئے جا رہا ہے تا کہ اسکو قصاب کی طرح قتل کرے

عادیان را باد زاستکبار بود — یار خود پنداشتند اغیار بود

عاد والوں کو یہ ہوا تکبر کی وجہ سے تھی — اُنھوں نے اپنا یار گمان کیا اغیار تھے

چون بگردانید ناگه پوستین — خرد آن بشکست آن بئس القرین

جب اُس نے پوستین اولٹ دیا — تو اُن کو اُس بئس القرین نے ریزہ ریزہ کر کے شکستہ کر ڈالا

باد را بشکن که بس فتنه است باد — پیش از آن کت بشکند او همچو عاد

باد کو شکستہ کر دے کہ یہ باد سخت فتنہ ہے — قبل اسکے کہ تجکو وہ عاد کی طرح شکستہ کر دے

هود داده پند کای پر کبر خیل — بر کند از دست تان این باد ذیل

ہود علیہ السلام نصیحت کرتے تھے کہ اے پر تکبر جماعت — تمھارے ہاتھ سے یہ ہوا دامن چھڑالے گی

لشکر حق ست باد و از نفاق — چند روزے با شما کرد اعتناق

ہوا لشکر حق ہے اور نفاق کے طور پر — اس نے چند روز تمھارے ساتھ معانقہ کر رکھا ہے

او بسر با خالق خود راست ست — چون اجل آید بر آرد باد دست

وہ باطن میں اپنے خالق کے ساتھ ہے — جب میعاد آویگی ہوا ہاتھ نکالے گی

این ہماں باد ست کامین میگذشت — بود ہمچوں جان و ہمچوں مرگ گشت

یہ وہی ہوا ہے جو باامن ہوکر گذرا کرتی تھی — مثل جان کے تھی اور مثل موت کے ہوگئی

دست آنکس کو بکردت دست بوس — وقت خشم آں دست میگردد دبوس

جس شخص کا ہاتھ تیری دست بوسی کیا کرتا تھا — غصہ کے وقت وہی ہاتھ گرز ہوجاتا ہے

باد را اندر دہن بیں رہگذر — ہر نفس آیان روان در کر و فر

اس ہوا ہی کا گذر منہ کے اندر دیکھ لے — ہر وقت آئندہ روندہ ہے کروفر کے ساتھ

حلق و دندانہا ازو ایمن بود — حق چو فرماید بدنداں در رود

حلق اور دنداں اس سے ایمن رہتے ہیں — جب حق تعالیٰ حکم دیدیں تو وہ دانت کو اندر گھس جاتی ہے

کوہ گردد ذرۂ باد و ثقیل — درد دنداں داردش زار و علیل

ذرۂ باد کوہ اور ثقیل ہوجاتا ہے — درد دنداں اسکو زار اور علیل رکھتا ہے

یارب و یارب برآرد او زجاں — کہ ببر ایں باد را اے مستعاں

یارب یارب جان سے ظاہر کرتا ہے — کہ اس ہوا کو اے مستعان دور کر

اے دہاں غافل بدی زیں باد رو — از بن دنداں در استغفار شو

اے دہن تو اس ہوا سے غافل تھا۔ جا۔ — تہ دل سے استغفار میں مشغول ہو

چشم سختش اشکہا باران کند — منکراں را درد اللہ خواں کند

اس شخص کی چشم سخت آنسووں کو جاری کردیتی ہے — منکروں کو درد اللہ کا نام لینے والا کردیتا ہے

چوں دم یزداں نہ پذرفتی زمرد — وحی حق را ہیں پذیرا شو ز درد

جب تو نے کلام حق کو مرد سے قبول نہ کیا — تو وحی حق کو درد ہی کی وجہ سے قبول کرلے

باد گوید پیکم از شاہ بشر
ہوا کہتی ہے کہ میں مالک البشر کی طرف سے قاصد ہوں

گہ خبر خیر آورم گہہ شور و شر
کبھی خیر کی خبر لاتی ہوں کبھی شور و شر

من چو تو غافل ز شاہ خود کیم
میں تیری طرح اپنے بادشاہ سے غافل کب ہوں

زانکہ ماموروم امیر خود نیم
کیونکہ میں مامور ہوں اپنی امیر نہیں ہوں

گر سلیماں وار بودی حال تو
اگر تیرا حال سلیمان علیہ السلام کی طرح ہوتا

چوں سلیمان گشتمے حمال تو
تو میں سلیمان کی طرح تیری حمال ہوتی

عاریستم گشتمے ملک کفت
میں عاریت ہوں تیرے ہاتھ کی مملوک ہو جاتی

کردمے بر راز خود من واقفت
میں تجکو اپنے راز پر واقف بناتی

لیک چوں تو باغیئ من مستعار
لیکن چونکہ تو باغی ہے میں مستعار طور پر

می کنم خدمت ترا روزے سہ چار
تیری خدمت تین چار روز کرتی ہوں

پس چو عادت سرنگونیہا دہم
پھر عاد کی طرح تجکو بہت سی سرنگونی دونگی

زا سپہ تو باغیانہ برجہم
تیری سپاہ سے باغیوں کی طرح نکل جاؤں گی

تا بغیب ایمان تو محکم شود
انجام یہ ہوگا کہ تیرا ایمان بالغیب اُسوقت محکم ہو

آں زماں کایمانت مایہ غم شود
جس وقت کہ ایمان لانا تیرے لئے مایۂ غم ہو جاوے

آں زماں خود جملگاں مومن شوند
اُسوقت خود سب مومن ہو جاتے ہیں

آں زماں خود سرکشاں بر سر دوند
اُسوقت خود تمام سرکش سر کے بل دوڑنے لگتے ہیں

آں زماں زاری کنند و افتقار
اُس وقت زاری وافتقار کرتے ہیں

ہمچو دزد و راہزن در زیر دار
جیسے چور و ڈاکو زیر دار

لیک گر در غیب گردی مستوی
لیکن اگر تو غیب میں مستقیم ہو جاوے

مالک دارین و شحنہ خود توئی
تو تو مالک دارین اور شحنہ ہو جاوے

رونماید بادشاہی مقیم
بلکہ دائم منہ دکھلا ئے گی

نے دو روزہ مستعار ست و سقیم
وہ دو روزہ مستعار اور سقیم نہیں ہے

رستی از بیگار و کار خود کنی
تو بیگار سے چھوٹ جاوے اور اپنا کام کرنے لگے

ہم تو شاہ و ہم تو طبل خود زنی
تو بادشاہ بھی ہو جاوے اور تو اپنا نقارہ بھی بجاوے

چوں گلو تنگ آورد بر ما جہاں
جب گلو ہم پر عالم کو تنگ کر رہا ہے

خاک خوردے کاشکے حلق و دہاں
تو کاش حلق و دہان خاک کھایا کرتا

(اوپر علوم بے بصیرت و احوال بے حقیقت کی تزئیف تھی جس میں غالب مضمون احوال کے متعلق تھا آگے ایسے علوم کے متعلق مضمون ہے پس فرماتے ہیں کہ) جو کلام کہ وحی (اسکے فیض) سے (کہ مشروط ہے انقیاد وحی کے ساتھ علماً و عملاً) نہ ہو (وہ) ہوائے نفسانی سے ہے (اور وہ) مثل خاک کے ہوا اور غبار میں ہے (یعنی اسمیں ثبوت اور قوت نہیں اور ادلہ شرعیہ سب وحی کے مدلول میں داخل ہیں اور) اگر میاں (منکر) صاحب کو یہ دعویٰ غلط معلوم ہو تو اول والنجم سے چند نقوش پڑھ لے (مراد نقوش سے الفاظ و جملے جو لکھنے کی حالت میں نقوش واللہ علی المعروف ہوتے ہیں مگر پڑھنے کے اعتبار سے الفاظ کہے جاوینگے اور اس شعر میں لفظ اول میں ابتداء اُن جملوں کی بتلائی تھی آگے اُن کی غایت بتلاتے ہیں یعنی اول سے پڑھ لے) ماینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی تک تاکہ (اسکے پڑھنے سے) تو معلوم کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوا سے نہیں فرمایا اور وحی خدا سے فرمایا (حاصل استدلال کا یہ ہے کہ اس آیت میں حق تعالیٰ نے وحی کے مقابل ہوی کو فرمایا ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ جو نطق وحی سے نہ ہوگا وہ اسکے مقابل سے ہوگا۔ یعنی ہوی سے وہو المطلوب اور شعر تاکہ الخ میں تا بمعنی الی ہے نہ بمعنی لام اور مصرعہ اولیٰ میں نام مبارک اور مصرعہ ثانیہ میں لفظ احتوی وزن کے شعر کے لئے بڑھایا ہے اور احتوی بمعنی احاط ہے اور یہ صفت ہے وحی کی اور اس میں عائد الی الوحی کہ مفعول ہے احتوی کا مقدر ہے یعنی احتواہ اور ضمیر فاعل راجع ہے لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مذکور فی المصراع الاول کی طرف اور معنی ظاہر ہیں اور چونکہ اسپر ظاہر اشبہ ہوتا تھا کہ اس سے تو اجتہاد و قیاس شرعی کا بھی داخل ہوی ہونا لازم آتا ہے کیونکہ وہ وحی نہیں ہے آگے اسکا جواب دیتے ہیں

جسکی طرف بندہ نے بھی شعر اول کی تقریر میں مختصراً اشارہ کر دیا ہے پس بعنوان خطاب حق للنبی صلی اللہ علیہ وسلم جواب شروع کرتے ہیں کہ) اے احمد صلی اللہ علیہ وسلم جب آپکو وحی سے مایوسی نہیں ہے تو جسمیوں کو (یعنی جو ملئکہ روحانیین منزلین وحی کا آپکی طرح بطریق قطعی مشاہدہ نہیں کرتے مراد یہ کہ غیر اصحاب وحی کو) تحری (یعنی اجتہاد) اور قیاس عطا فرمائیے (حاصل جواب کا یہ ہے کہ عدم تیسر وحی کے وقت وہ بھی حکماً بجائے اُسی کے ہے لان البدل لہ حکم المبدل و یفہم کونہ بدلا من قولہ چون نیستت الخ پس وہ بھی حجت ہے اور ہوی وہ ہے جو اس کے بھی علاوہ ہو یعنی رائے محض و تخمین بحت کہ وحی کی طرف مستند بھی نہیں باقی قیاس تو مظہر حکم ہوتا ہے اور مثبت اُس حکم قیاسی کا بھی وحی ہی ہے پس وہ ہوی میں داخل نہیں اور علاوہ دلالت بدلیت قیاس من الوحی علی کون القیاس فی حکم الوحی کے اسپر ایک اور دلالت بھی اس شعر میں ہے وہو قولہ جسمیان رادہ یعنی یہ بھی عطا فرمایا ہوا اور اجازت دیا ہوا حضور ہی کا ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور دادن میں حکم دادن کا داخل ہونا ایسا ہے جیسا اس آیت میں وما اٰتاکم الرسول فخذوہ الخ اور مولانا کے اس کلام سے یہ بھی مستنبط ہو سکتا ہے کہ ضرورت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قیاس کی اجازت ہے کیونکہ جواز قیاس کو معلل کیا ہے یاس من الوحی سے کما ہو مفہوم قولہ چون نیستت الخ تو جب وقت ضرورت تک وحی نہ آئی تو علت پائی گئی پس جواز کا حکم بھی پایا جاویگا وعلیہ اکثر العلماء اور جسمیاں کی جو میں نے تفسیر کی ہے اس میں تمام غیر اہل وحی داخل ہو گئے من العلماء والمجتہدین والاولیاء والمکاشفین کو بعض افراد اس تحری کے زیادہ قناعت بخش ہوں کعلوم اہل الاحوال لہم مگر درجہ میں وحی کی برابر نہ ہونگے آگے مضمون شعر ہذا کی مثال ہے یعنی) درخت بید میں اگر میوہ نہیں ہوتا تو سایہ تو ہوتا ہے (اسی طرح جس کے پاس وحی نہ ہو تحری و قیاس ہی درست اور واجب العمل ہے) کیونکہ ضرورت کے سبب مردار حلال ہو جاتا ہے (جو پہلے حلال نہ تھا اور حلال نہ ملنے کے وقت جب اضطرار شدید ہو حلال بلکہ بعض ائمہ کے نزدیک واجب ہو جاتا ہے کہ اگر نہ کھایا اور مر گیا تو گنہگار مریگا کما صرح الفقہاء بہ اسی طرح تحری و اتباع دلیل ظنی جسمیں الہام و اجتہاد سب داخل ہے پہلے جائز نہ تھا مگر وحی نہ ملنے کے وقت درست بلکہ واجب ہو گیا اور تشبیہ مردار کے ساتھ عدم جواز فی الاصل و جواز یا وجوب وقت الضرورۃ میں ہے آگے ایک مسئلہ جزئیہ سے بھی اسکی تائید ہے یعنی) اگر تحری کعبہ وصال میں نہیں ہے لیکن بیابان ضلال میں تو ہے (وصال سے مراد مشاہدہ کہ لازم است وصال را یعنی کعبہ مشاہدہ کردہ شدہ اور ضلال بمعنی ما وقع الضلال عنہ ای لم یدرہ و لم یعلم یعنی دیکھو ضرورت کے وقت اس تحری کی اجازت دی گئی جو کعبہ کے دیکھتے ہوئے جائز نہ تھی سو تحری و اجتہاد کی دو قسم ہوئیں ایک بضرورت جسکی شریعت نے اجازت دی بشرائطہ اسکو نظراً الی الشعر الآتی اجتہاد ہوی سے ملقب کرنا مناسب ہے اور ایک وہ جو بلا ضرورت ہو یعنی دلیل شرعی کے ہوتے ہوئے کہ ان ادلہ نے سب ضرورتوں کو پورا کر دیا ہے پھر اجتہاد کرنا کہ اسمیں شرائط مفقود ہونگی کیونکہ منجملہ شرائط یہ بھی ہے کہ ضرورت ہو اور یہاں ضرورت نہیں لہٰذا اسکو اجتہاد غیر ہوی سے ملقب کیا جاوے کتضییع المدعین للحکمۃ فی زماننا اور قسم اول کا جواز بیان فرمایا ہے آگے دوسری قسم کا ابطال کرتے ہیں کہ) بدون تحری و اجتہاد ہوی کے (یہ ہوی بواسطہ عطف کے دونوں کی قید ہے) جو شخص ہوا کی

نفسانی) سے بدعت کا پیشہ اختیار کرے (اس میں یہ بتلادیا کہ اس صورت میں وہ تحری خود اور جو اس سے ثابت
کیا ہے وہ بھی بدعت وضلالت ہوگا اور از ہوا قید واقعی ہے) تو اس شخص کو مثل عاد کے ہوا تباہ کردیگی اور قتل کردیگی
(اس مصرعہ میں ہوی نفسانی کو ہوائے عنصری سے تشبیہ دیکر اسکی طرف کشتن کی اسناد لطور اسناد الی السبب کی ہے
یعنی وہ اس اتباع ہوی سے ہلاک ہوجاویگا) وہ سلیمان نہیں ہے تاکہ وہ (ہوا) اُن کے تخت کو کھینچے (یعنی وہ اگر
اتباع تحری میں منقاد حق ہوتا جیسے تحری ہدی کے اختیار کرنے والے ہیں تو وہ سبب ہوجاتا اُس کے ارتفاع رتبہ
عنداللہ کا تو تحری مرتبۂ کلی میں ایک چیز ہے اُس کے دو اثر ہیں ایک اثر اسکی ایک قسم کا اور دوسرا اثر دوسری قسم کا
مثل ہوا کے کہ عاد کے ساتھ اور فعل اور سلیمان علیہ السلام کے ساتھ اور فعل آگے تشبیہ بہ ہوائے عاد کی مزید توضیح
ہے کہ) عاد کے لئے ہوا حال مخالف ہے مثل بکری کے بچہ کے کھانیوالیکے ہاتھ میں (کہ) مثل فرزند کے اُس کو
آغوش میں رکھے ہوئے لئے جارہا ہے تاکہ اسکو قصاب کی طرح قتل کرے (بس اسی طرح ہوا جو عاد کو اُن کی
جگہ سے اُٹھاتی ہے تو پٹکنے کے لئے اگرچہ اولاً اُن کو موافقت کا دھوکہ ہوا کما سیاتی فی قولہ فلما راوہ عارضًا
اور) عاد والوں کو یہ (سزائے) ہوا تکبر (خصوص علی الانبیاء) کی وجہ سے تھی (کما قال تعالیٰ فاما عاد فاستکبروا
فی الارض بغیر الحق ثم رتب علیہ قولہ تعالیٰ فارسلنا علیہم ریحًا صرصرًا الآیہ) اُنھوں نے (اُس کو)
اپنا یار (اور موافق) گمان کیا (قال تعالیٰ فلما راوہ عارضًا مستقبل اودیتہم قالوا ھذا عارض ممطرنا
لیکن وہ) اغیار تھی (قال تعالیٰ بل ھو ما استعجلتم بہ ریح فیہا عذاب الیم الآیہ چنانچہ) جب اُس نے تو تین
اولبٹ دیا (یعنی اُس نے دوسری صورت جو کہ اصلی تھی ظاہر کی) تو اُن کو اُس بئس القرین نے ریزہ ریزہ کرکے
شکستہ کر ڈالا (اس کا انطباق مشبہ میں یوں ہوگا کہ اسوقت وہ رائے اور ہوا لذیذ معلوم ہوتی ہے مگر چونکہ منشا اس اتباع
رائے کا تکبر ہے کہ اپنے کو قابل مزاحمت قواعد وحی کے سمجھتا ہے انجام میں یہ ہوی جسکا منشا تکبر تھا اُن کو ہالک اور خاسر
کرے گی آگے اس کبر کے ازالہ کا امر فرماتے ہیں جو مفضی الی الہلاک ہوگا کہ اے مخاطب) باد کو (یعنی کبر و ہوا کو کہ مشابہ
باد ہے) شکستہ کردے کہ یہ باد سخت فتنہ ہے (اور یہ شکستہ کرنا) قبل اس کے (ہونا چاہیئے) کہ تجھکو وہ عاد کی طرح
شکستہ کردے (یعنی وقت عقوبت سے پہلے دار العمل ہی میں اسکی اصلاح کرلے جس کے لئے لازم ہے انقیاد للوحی آگے
ہوائے نفسانی کے مشبہ بہ یعنی ریح عاد کی طرف رجوع ہے جس سے ایک اور فائدہ علاوہ فائدہ مذکورہ کے مستنبط
کرینگے کہ اجزائے عالم سب مسخر قدرت ہیں جسکو جسکے لئے جب تک چاہے نافع بنادے اور اسی طرح مضر بنادے پس
فرماتے ہیں کہ) ہود علیہ السلام نصیحت کرتے تھے کہ ای پر تکبر جماعت تمھارے ہاتھ سے یہ ہوا (اپنا) دامن چھڑالیگی
(یعنی دشمن ہوجاویگی کیونکہ یہ) ہوا لشکر حق ہے اور نفاق کے طور پر (یعنی ظاہری طور پر وھذا استعارۃ) اس نے چند روز
تمھارے ساتھ معانقہ کر رکھا ہے (مگر) وہ باطن میں اپنے خالق کے ساتھ ہے جب (تمھاری ہلاکت کی) میعاد آویگی
(یہ) ہوا ہاتھ (پانوٴ) نکالیگی (اور) یہ وہی ہوا ہے جو باامن ہوکر گذرا کرتی تھی (یہ) مثل جان کے تھی اور (اب) مثل
موت کے ہوگئی (اور اسکی ایسی مثال ہے کہ) جس شخص کا ہاتھ تیری دست بوسی کیا کرتا تھا غصہ کے وقت وہی ہاتھ

گرز ہو جاتا ہے (اور مثال سے قطع نظر خود) اس ہوا ہی کا گذر موتہ کے اندر (بھی) دیکھلے (کہ) ہر وقت آیندہ روندہ ہے کر و فر کے ساتھ (مراد اس سے سانس ہے کہ وہ بھی ہوا ہے اور بھی اس لئے کہا کہ کبھی صرف ناک کی راہ سے اسکی آمد و رفت ہوتی ہے اور) حلق اور دندان اس سے امین رہتے ہیں (ان کو ایذا نہیں پہونچاتی مگر اسی ہوا کو) جب حق تعالیٰ حکم دیدیں تو وہ دانت کے اندر گھس جاتی ہے (اور) ذرہ باد (اسوقت ایک) کوہ اور ثقیل ہو جاتا ہے (اور) درد دندان اس (دندان یا صاحب دندان) کو زار اور علیل رکھتا ہے (اسکی طبی توجیہ حسب قول حکیم محمد ہاشم سلمہ یہ ہے کہ مسوڑھوں میں کوئی تر مادہ پیدا ہو جاتا ہے اس سے بخارات اٹھکر مستحیل بریاح ہو کر اعصاب میں تمدید پیدا کرتے ہیں اس سے درد پیدا ہو جاتا ہے انتہی بلفظہ اور اسوقت) یا رب یا رب جان سے ظاہر کرتا ہے کہ اس ہوا کو اے مستعان دور کر (تو دیکھو وہی ہوا جو نافع تھی مضر ہو گئی اور اس مقام پر وہ فائدہ مستنبطہ حاصل ہو گیا آگے اس سے ایک اور مضمون کی طرف انتقال ہے کہ جب یہ سب مسخر حق ہیں تو انکی اطاعت اور ذکر اختیار کریں فرماتے ہیں کہ) اے دہن تو اس ہوا سے غافل تھا۔ جا۔ (اور) تہہ دل سے استغفار میں مشغول ہو (آگے تکلیف کا ایک نفع بیان کرتے ہیں کہ درد ایسی چیز ہے کہ) اس شخص (صاحب درد) کی چشم سخت آنسوؤں کو جاری کر دیتی ہے (اور) منکروں کو درد اللہ کا نام لینے والا کر دیتا ہے (آگے فرماتے ہیں کہ جب درد میں یہ خاصیت ہے تو تجھکو اس سے انتفاع چاہئے اور پہلی غفلت کو جو کہ باوجود استماع احکام کے زائل نہ ہوئی تھی اب زائل کر دینا چاہئے پس فرماتے ہیں کہ) جب تو نے کلام حق کو (حق) سے قبول نکیا تو وحی حق کو (اس) درد ہی کی وجہ سے قبول کر لے (آگے اوپر کے دونوں مضمونوں کا مجموعہ ہے یعنی اجزائے عالم کا مسخر حق ہونا اور انقیاد للحق کا ضروری ہونا وذکر الاول فی اشعار کثیرۃ والثانی اولاً فی قولہ باد را بشکن الخ وثانیاً فی قولہ اے دہاں غافل بدی الخ وقولہ چوں دم بزداں الخ پس ارشاد فرماتے ہیں کہ) ہوا کہتی ہے میں مالک البشر کی طرف سے (مثل) قاصد (کے) ہوں کبھی خیر (اور نفع) کی خبر لاتی ہوں (اور) کبھی شور و شر (کی خبر لاتی ہوں اور) میں تیری طرح اپنے بادشاہ سے غافل کب ہوں کیونکہ میں مامور ہوں اپنی امیر نہیں ہوں (اور ہوا یہ بھی کہتی ہے کہ) اگر (انقیاد میں) تیرا حال سلیمان علیہ السلام کی طرح ہوتا تو میں سلیمان کی طرح تیری حمال ہوتی (یعنی بامر حق تجھکو نفع ہی پہونچایا کرتی خواہ ظاہراً بھی یا صرف باطناً جیسا کہ مضار دنیویہ سے منافع آخرت اہل ایمان کو حاصل ہوتے ہیں اب تو بحالت تیرے عدم انقیاد کے دنیوی حوائج کے لئے تیرے کار آمد ہوتے ہیں) میں عاریت ہوں (انقیاد کی حالت میں) تیرے ہاتھ کی مملوک ہو جاتی (یعنی مثل مملوک کے ہر وقت خادم و نافع ہوتی اور) میں تجھکو اپنے راز پر واقف بناتی (یہ اسناد مجازی ہے یعنی سبب واقفیت کا ہو جاتی اس طرح سے کہ ہوا بھی آیات الٰہیہ سے ہے اور متضمن ہے حکم و مصالح کو کہ منجملہ ان کے بصیرت بالحق ہے کما قال تعالیٰ وفی الارض آیات للموقنین وفی انفسکم افلا تبصرون اور انقیاد للحق میں خاصہ ہے صحت بصیرت کا پس اگر انقیاد اختیار کرتا تو ہوا کے بھی ان اسرار کی اسکو بصیرت ہوتی) لیکن چونکہ تو باغی ہے (اس لئے) میں مستعار طور پر تیری خدمت (دنیویہ) تین چار روز کرتی ہوں (چنانچہ ہوا سے دنیوی انتفاع سبکا ظاہر ہے اور) پھر (مرنے پر) عاد کی طرح تجھکو بہت سی سرنگونی دونگی (اور) تیری سپاہ (اور نافع چیزوں) سے باغیوں کی طرح نکل جاؤنگی (اور سبب ضرر ہونگی سبب ضرر بننا یہی ہے کہ حق تعالیٰ ہا سپر سزا دینگے کہ باوجود میری سب

آیات اور نعم کے تو نے میرے ساتھ کفر کیا اور اس شعر سے پہلے یقیناً روز سے سہ چار سے مراد عمر حیوۃ دنیا ہے اور اس شعر میں
اس کے بعد لفظ پس آیا ہے جو تعقیب کے لئے ہے اور حیوۃ دنیویہ سے معقب حالت موت ہے عین موت بھی اور ما بعد الموت
بھی سو اس دلیل سے حکم سرنگونہ باد ہم اور باغیانہ برجہم کا ظرف زمان حالۃ الموت ہوئی چنانچہ بندہ نے ترجمہ اسی کی موافق
کیا ہے آگے اس حکم مذکور من حیث التقیید بہذا القید کی عاقبت فرماتے ہیں یعنی حالت موت میں تیرے لئے میری واسطہ
عقوبت بننے کا) انجام یہ ہوگا کہ تیرا ایمان بالغیب اسوقت محکم ہو جس وقت کہ ایمان لانا تجھکو نافع نہو بلکہ غیر مقبول ہونیکی
حسرت سے اور زیادہ) تیرے لئے مایۂ غم ہوجاوے (مراد اس سے وہ وقت ہے جسکو حق تعالیٰ فرماتے ہیں فلم یک
ینفعھم ایمانھم لما رأوا بأسنا اور یہ تاکہ بمعنی لام عاقبت ہے اسمیں اس شخص کی بغاوت الی آخر الحیوۃ پر وعید سنانا
ہے کہ اسوقت حقیقت ان آیات سے متنبہ نہ ہونے کی معلوم ہوگی کہ جب معلوم ہونا مفید نہوگا اور معلوم کرکے ایسے وقت
ایمان لاویگا کہ اور حسرت ہوگی کہ میں ایمان بھی لاتا ہوں اور نافع نہیں ہوتا اور اگر ایمان نہ لاتا تو صرف عقوبت کا الم ہوتا یہ
حسرت نہوتی جیساکہ احقر نے ایمانت مایۂ غم کی تفسیر میں اسکو ظاہر بھی کردیا ہے آگے اسوقت کی حالت کا بیان ہے
کہ وہ ایسا وقت ہے کہ) اسوقت خود سب مؤمن ہوجاتے ہیں (اور) اسوقت خود تمام سرکش سر کے بل دوڑنے لگتے ہیں (اور)
اسوقت زاری و افتقار کرتے ہیں جیسے چور اور ڈاکو زیر دار اگر ایسا ہی کرتا ہے سو اسوقت ایمان و معذرت کچھ بھی نافع نہیں
ہوگا) لیکن اگر تو غیب (کی حالت) میں (ایمان و قبول حق میں) مستقیم ہوجاوے (اور یہ ایمان قبل الموت میں ہوتا ہے)
تو تو مالک دارین (بھی) اور شحنہ (بھی) ہوجاوے (مالک جس کے حق کے لئے دار پر دزد و راہزن مذکور فی الشعر السابق
کو چڑھاتے تھے اور شحنہ وہ جو کہ دار پر چڑھاتا تھا مطلب یہ کہ پھر تو ایسا مامون ہوجاویگا جیسا خود مالک اور شحنہ اور تجھکو)
ملک دائم مونہ دکھلائیگی (جنت کا ایسا ہی ہونا ظاہر ہے اور) وہ ملک دائم دو روزہ مستعار اور سقیم نہیں ہے (جیسی دنیا کی نعمتیں تھیں
کما ذکر فی قولہ عاریستم یعنی نہ اس میں کماً نقص ہے کہ دو روزہ ہو اور نہ کیفاً کہ سقیم اور ردی ہو اور) تو (اسوقت) بیگار
(یعنی ذلت سے اطلاقاً للسبب علی المسبب او بعکسہ) چھوٹ جاوے اور اپنا کام کرنے لگے (یہ مقابل ہے بیگار کا تو یہ کنایہ
ہوگا عزت و حریت سے کہ اس میں بیگار نہیں ہوتی اور) تو بادشاہ بھی ہوجاوے اور تو اپنا نقارہ (عزت کا) بھی بجاوے
(قال تعالیٰ واذا رأیت ثم رأیت نعیما وملکا کبیرا وقال تعالیٰ وجنات لھم فیھا نعیم مقیم یہ تو ایمان بالغیب
کی صورت میں ہے اور اگر اس کے خلاف ہوا جسکا اوپر ذکر تھا آن زمان خود جملگان اور آن زمان زاری کنند تو اس صورت
میں یہ حالت ہوگی کہ وہ سرکش و زاری کنندہ مثل دزد و راہزن کے عالم جزا کے معاینہ کے وقت حسرت کرینگے کہ جب
(ہمارا یہ) گلو (جسکے انہماک میں ایمان سے بھی محروم رہے) ہمپر عالم کو تنگ (و تاریک اور محل عقوبت) کر رہا ہے تو کاش ہمارا
یہ) حلق و دہاں (بجائے لذیذ اور مرغوب اشیاء کے) خاک کھایا کرتا (اور ہم لذات میں منہمک نہوتے جس سے غفلت نہ بڑھتی
اور ایمان کی توفیق ہوجاتی تو یہ روز بد دیکھنا نہ پڑتا ان لذات نے ہمکو تباہ کردیا اور بندہ نے عالم سے مراد عالم آخرت سمجھا ہے
کیونکہ دنیا سے تو جا ہی رہا ہے یہاں تنگی و فراخی سے کیا بحث دوسرا اسمیں بہت مبالغہ ہوجاویگا کہ عالم آخرت باوجود
اتنی بڑی فراخی کے اسپر تنگ ہوجاویگا فضلاً عن الدنیا) **ف** آگے انتقال ہے اس مضمون کی طرف کہ وہ باغی جو

حسرت کر رہا ہے کہ کاش میں دنیا میں خاک کھایا کرتا سو واقع میں دنیا میں تو خاک ہی کھا رہے ہیں مگر اس خاک کی صورت بدل گئی ہے جس سے یہ لذات معلوم ہوتی ہیں اور مقصود اس سے تزہید ہے اشیاء دنیویہ میں کہ ان کے آغاز و انجام کو مستحضر رکھکر ان میں زیادہ منہمک نہ ہو جیسا وہ شخص منہمک ہوا جسکا اس شعر حرص گلوالخ میں مقولہ مذکور ہے کہ ایمان سے بھی محروم رہا۔

این دہان خود خاک خوارے آمدست
یہ دہن خود خاک کھانے والا ہے
لیک خاکے را کہ آن رنگین شدہ است
لیکن اس خاک کو کہ وہ رنگین ہوگئی ہے

این کباب و این شراب و این شکر
یہ کباب اور یہ شراب اور یہ شکر
خاک رنگین ست و نقشین اے پسر
خاک رنگین اور نقشین ہے اے پسر

چونکہ خوردی و شد آنہا لحم و پوست
جب تونے کھالیا اور وہ لحم و پوست ہوگیا
رنگ لحمش داد و این ہم خاک کوست
تو اسکو لحم کا رنگ دیدیا یہ بھی خاک کوچہ ہے

ہم ز خاکے بخیہ بر گل می زنند
خاک ہی سے گارے پر بخیہ بناتے ہیں
جملہ را ہم باز خاکے می کنند
پھر سبکو خاک ہی کردیتے ہیں

ہندو و قپچاق و رومی و حبش
ہندی اور قپچاقی اور رومی اور حبشی
جملہ یک رنگ اند اندر گور خوش
سب ایک رنگ ہیں گور میں اچھے طور پر

تا بدانی کان ہمہ رنگ و نگار
تاکہ تو جان لے کہ یہ سب رنگ و نگار
جملہ روپوش است و مکر و مستعار
سب حجاب ہے اور نمایش ہے اور مستعار

زانکہ باقی صبغة اللہ است و بس
کیونکہ باقی صرف اللہ ہی کا رنگ ہے
غیر آن بر بستہ دان ہمچون جرس
اس کا غیر اوپر سے لگایا ہوا جان مثل جرس کے

رنگ صدق و رنگ تقوی و یقین
صدق کا رنگ اور تقوی و یقین کا رنگ
تا ابد باقی بود بر عابدین
ابد تک باقی رہے گا عابدین پر

رنگ شک و رنگ کفران و نفاق

شک اور کفر و نفاق کا رنگ بھی

تا ابد باقی بود بر جان عاق

ابد تک باقی رہے گا روح عاق پر

چوں سیہ روئی فرعون دغا

جیسے فرعون دغاباز کی سیہ روئی ہے

رنگ او باقی و جسم او فنا

کہ اسکا رنگ باقی ہے اور اس کا جسم فانی

برق و فر روئے خوب صادقین

نور اور رونق روئے خوب صادقین کی

تن فنا شد واں بجا تا یوم دین

تن تو فنا ہو گیا اور وہ قائم رہے گی یوم دین تک

زشت آں زشت و خوب آں خوب و بس

زشت وہی زشت ہے اور خوب وہی خوب ہے اور بس

دائم آں ضحاک و ایں اندر عبس

ہمیشہ کیلئے وہ خندان اور یہ ترش روئی میں رہے گا

خاک را رنگ و فن و شنگے دہد

وہ خاک کو رنگ اور ڈھنگ اور شنگ دیتے ہیں

طفل خویاں را بداں جنگے دہد

اطفال خصلت لوگوں کو اسپر جنگ دیتے ہیں

از خمیرے اشتر و شیرے پزند

آٹے کا اونٹ اور شیر پکاتے ہیں

کودکان از حرص آں کف می گزند

لڑکے انکی حرص سے ہاتھ چوستے ہیں

شیر و اشتر ناں شود اندر دہاں

وہ شیر اور شتر منہ میں جاکر روٹی ہو جاتی ہے

در نگیرد ایں سخن با کودکاں

یہ بات لڑکوں میں اثر نہیں کرتی

دامن پر خاک ما چوں کودکاں

ہم لڑکوں کی طرح ہیں دامن خاک سے پر کئے ہوئے

رفتہ از سر جہد اسباب و دکاں

دل سے اسباب اور دکان کا اہتمام نکلا ہوا

کودک اندر جہل و پندار و شکے ست

لڑکا جہل اور خیالات اور شک میں ہے

شکر باری قوتا و اندکے ست

مگر خیر شکر ہے کہ اسکی قوت تو تھوڑی ہے

وائے زاں طفلاں کہ پیری می کنند
افسوس ان اطفال کے حال پر جو پیری کر رہے ہیں

لنگ مورانند و میری می کنند
لنگ مور ہیں اور سرداری کر رہے ہیں

طفل را استیزہ و صد آفت ست
طفل میں لڑائی اور سو آفت ہے

شکر ایں کو بے فن و بے آلت ست
اس کا شکر ہے کہ وہ بے فن اور بے آلت ہے

وائے زیں پیران طفل نا ادیب
افسوس ان پیران نابالغ بے ادب پر ہے

گشتہ از قوت بلائے ہر لبیب
قوت کے سبب ہر عاقل کیلئے بلا ہو گئے

چوں سلاح و جہل جمع آید بہم
جب ہتیار اور جہل باہم جمع ہو جاویں

گشت فرعونے جہاں سوز از ستم
تو وہ شخص ایک فرعون ہو جاویگا جو ظلم سے جہاں سوز ہے

شکر کن اے مرد درویش از قصور
اے مرد فقیر تو کوتاہی سے شکر کر

کہ ز فرعونی رہیدی وز کفور
کہ تو فرعونیت سے چھوٹ گیا اور کفران سے

شکر کہ مظلومی و ظالم نۂ
شکر ہے کہ تو مظلوم ہے اور ظالم نہیں ہے

ایمن از فرعونی و ہر فتنۂ
فرعونیت اور ہر فتنہ سے تو مامون ہے

اشکم تہی لاف اللہی نزد
شکم تہی نے الوہیت کا دعویٰ نہیں کیا

کآتشش را نیست از ہیزم مدد
کیونکہ اُس کے آتش کو ہیزم کی مدد نہیں پہونچی

اشکم خالی بود زندان دیو
شکم خالی شیطان کا زندان ہے

کش غم نان مانعست از مکر و ریو
کیونکہ اسکو غم نان مانع ہے مکر و فریب سے

اشکم پر لوت داں بازار دیو
شکم پر طعام کو شیطان کا بازار جان

تاجران دیو را در وے غریو
تاجران شیطان کا اُس میں شور ہے

تاجران ساحر لاشے فروش
اُن تاجران ساحر نے جو کہ لاشے فروش ہیں
عقلہا را تیرہ کردہ از خروش
عقلوں کو پریشان کر رکھا ہے خروش سے

خم رواں کردہ ز سحرے چوں فرس
مٹکے کو سحر سے گھوڑے کی طرح چلتا کر رکھا ہے
کرد کرباسی ز مہتاب و غلس
کپڑا بنا رکھا ہے چاندنی اور اندھیری سے

چوں بریشم خاک را برمی تنند
ابریشم کی طرح خاک کو تن رہے ہیں
خاک در چشم ممیز می زنند
ممیز کی آنکھ میں وہ لوگ خاک جھونک رہے ہیں

جندلے را رنگ عودی می دہند
پتھر کو عودی رنگ دے رہے ہیں
بر کلوخے ماں حسودی می دہند
کلوخ پر ہمکو رشک دے رہے ہیں

پاک آں کو خاک را رنگے دہد
پاک ہے وہ ذات جو خاک کو رنگ دیتا ہے
ہمچو کودک ماں بر آں جنگے دہد
کودک کی طرح ہمکو اس پر جنگ دیتا ہے

دامن پر خاک ما چوں طفلکان
ہم دامن کو خاک سے بچوں کی طرح بھرے ہوئے ہیں
در نظر ما خاک ہمچوں زر کان
ہماری نظر میں خاک مثل زر کان کے ہے

طفل را با بالغاں نبود جدال
طفل کو بالغین کے ساتھ جدال نہیں ہوتا
طفل را حق کے نشاند با رجال
طفل کو حق تعالیٰ مردوں کے برابر کب بٹھلاتا ہے

میوہ گر کہنہ شود تا ہست خام
میوہ اگرچہ کہنہ ہو جاوے جب تک خام ہے
پختہ نبود غورہ گویندش بنام
پختہ نہ ہو اس کا نام غورہ ہی کہیں گے

گر شود صد سالہ آں خام و ترش
اگر وہ خام و ترش سو برس کا ہو جاوے
طفل و غورہ است او بر ہر تیز ہش
وہ طفل اور غورہ ہی ہے ہر تیز ہوش کے نزدیک

گرچہ باشد موے وریشش او سپید
اگرچہ اس کے بال اور ریش سفید ہوجاویں

ہمدراں طفلی و خوف ست و امید
اُسی طفلی و خوف وامید میں ہے

ماند خواہم نارسیدہ یا رسم
معلوم نہیں ہیں بے بیچارہ جاؤنگا یا پہونچ جاؤنگا

حق کند با من غضب یا خود کرم
حق تعالیٰ میرے ساتھ غضب کرے یا خود کرم کرے

گر رسم یا نارسیدہ ماندہ ام
اگر میں رسیدہ ہوجاوں تب بھی یا نارسیدہ ہوں تب بھی

اے عجب با من کند لطف و کرم
اے لوگو عجب بات یہ ہے کہ وہ میرے ساتھ لطف و کرم ہی فرماویگا

باچنیں ناقابلی و دوری +
باوجود ایسی ناقابلیت اور دوری کے

بخشد ایں غورہ مرا انگوری
وہ بخشدیگا میرے غورہ کو انگور ہونے کی صفت

نیستم امیدوار از ہیچ سو
میں کسی طرف سے امیدوار نہیں ہوں

واں کرم می گویدم لاتیأسوا
اور وہ کرم مجکو لاتیأسو کہہ رہا ہے

دائماً خاقان ما کردست طو +
ہمیشہ ہمارے بادشاہ نے جشن فرمایا ہے

گوش ما را میکشد لاتقنطوا
ہمارے کان کو لاتقنطوا کھینچ رہا ہے

(ربط اور شرح اشعار بالا کے اخیر میں مذکور ہوچکا ہیں فرماتے ہیں کہ) یہ دہن خود خاک کھانیوالا ہے لیکن اُس خاک کو (کھاتا ہے) کہ وہ رنگین ہوگئی ہو (اس لئے اُسکو خاک نہیں سمجھتا اور اُس کے پیچھے ایمان تک کھو بیٹھتا ہے) یہ کباب اور یہ شراب اور یہ شکر (سب) خاک رنگین اور نقشین ہے اے پسر (چنانچہ اصل بھی سبکی خاک ہو اور مرجع بھی سب کا خاک ہی ہو کہ بقاعدہ کل شئ یرجع الی اصلہ وہ بھی خاک کے اصل ہونے پر دال ہے اور گو اور عناصر بھی ان کی ترکیب میں داخل ہیں مگر غالب خاک ہی ہے اور رنگینی یہی ہے کہ کسی جز میں صورت فاکہیہ ہے کسی میں صورت طعامیۃ رنگ تو کھانیکے قبل تھا اور) جب تو نے کھالیا اور وہ لحم و پوست ہوگیا تو (اُسوقت) اُسکو لحم کا رنگ دیدیا (پھر) یہ (لحم) بھی خاک کوچہ ہے (یعنی اخیر میں یہ لحم بھی مستحیل الی التراب ہوجاویگا اور یہ ظاہر ہے) خاک ہی سے گارے پر بجیہ بناتے ہیں (مثلاً جسم کے ساتھ اجزار غذائیہ منضم ہوتے ہیں اور وہ تو خاک ہیں) پھر سبکو خاک ہی کر دیتے ہیں (چنانچہ) ہندی اور قپچاقی

(کہ ایک قوم ہے ترکوں کی) اور رومی اور حبشی (یہ) سب ایک رنگ (یعنی خاک) ہیں گور میں اچھی طور (یعنی پورے طور) پر تاکہ تو جان لے کہ یہ سب رنگ و نگار سب حجاب ہے اور نمایش ہے اور مستعار (یعنی عارضی) کیونکہ باقی صرف اللہ ہی کا رنگ ہے (مراد اس سے رنگ اعمال کا ہے اور اضافہ تشریف کے لئے اشارۃً الی قولہ تعالیٰ صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ اور) اسکا غیر اوپر سے لگایا ہوا جان مثل جرس کے (کہ جزو حیوان نہیں اوپر سے باندھ دیتے ہیں اور الوان جسمیہ کا زائل ہوجانا اور الوان روحیہ کا کہ اعمال ہیں زائل نہ ہونا ظاہر ہے چنانچہ) صدق کا رنگ اور تقویٰ و یقین کا رنگ ابد تک باقی رہیگا عابدین پر (اور گو وہاں بقا جسم بشری کو بھی ہوگا اور یوں اس کے لئے لازم ہے لیکن وہ یہ یوں تو نہ ہوگا بخلاف اعمال کے کہ وہ یہی اعمال ہوں گے یہ تو صبغۃ اللہ کا بقا رہوا آگے اس کے مقابل یعنی اعمال کفریہ کا بقا بتلاتے ہیں گو وہ صبغۃ اللہ میں داخل نہ ہو اور صبغۃ اللہ میں جو بقا رکا حکم کیا تھا وہاں حصر پر کوئی دلالت نہ تھی یعنی اعمال ایمانیہ کی طرح) شک اور کفر و نفاق کا رنگ بھی ابد تک باقی رہیگا روح عاق پر جیسے فرعون دغاباز کی سیہ روئی کہ اس (سیہ روئی) کا رنگ باقی ہے اور اسکا جسم فانی (اسیطرح) نور اور رونق روئے خوب صادقین کی (کہ) تن تو فنا ہوگیا اور وہ (خوب روئی) قائم رہے گی یوم دین (اور اس کے مابعد ابد) تک (اور سیہ روئی و خوب روئی میں روسے مراد وجہ باقی ہے باقی روئے ظاہری تو جزو ہے جسم کا اور اسی کی ساتھ فانی ہیں جب یہ خوبی اور زشتی اعمال کی باقی ہے اور صورت ظاہر کی فانی تو) زشت (اصلی) وہی زشت ہے اور خوب (اصلی) وہی خوب ہے اور بس (کہ) ہمیشہ کے لئے وہ (خوب) خنداں اور یہ (زشت) ترش روئی میں رہیگا اور بعض محشین نے صبغۃ اللہ کو عام لیا ہے رنگ اعمال ایمانیہ و کفریہ کیلئے مگر میرا ذوق اسکو قبول نہیں کرتا غرض یہ کہ) وہ (حق تعالیٰ) خاک کو رنگ اور ڈھنگ اور شنگ (یعنی رعنائی و زیبائی) دیدیتے ہیں (مراد مطلق مرغوبیۃ خواہ انسان میں ہو یا اموال و اسباب میں اور یہ مرغوبیت دیکر) اطفال خصلت لوگوں کو اس پر جنگ دیدیتے ہیں (کہ ہر شخص چاہتا ہے کہ میں لوں اور دوسرے کو نہ لینے دوں جسطرح سے) آٹے کا اونٹ اور شیر پکاتے ہیں (اور) لڑکے اسکی حرص سے ہاتھ چوستے ہیں (کذا فی الغیاث مزیدن مکیدن یعنی لڑکے یہ سمجھکر خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے شیر لیا اور کھالیا ہم نے اونٹ لیا اور کھالیا حالانکہ محض صورت ہے شیر و شتر کی اور حقیقت اسکی روٹی اور آٹا ہے اور اس لئے) وہ شیر اور شتر مونہ میں جاکر روٹی ہوجاتی ہے (حقیقت تو یہ ہے لیکن) یہ بات لڑکوں میں (کبھی) اثر نہیں کرتی (یعنی) اگر ان سے کہو کہ حقیقت اسکی روٹی ہے یہ شیر و شتر نہیں ہے محض اسکی ہیئت ہے تم اس کے لئے لڑو مت روٹی کھالو تو کبھی اسکو نہ مانیں کہ اسکی حقیقت روٹی ہے بلکہ اس صورت ہی کو مقصود سمجھتے ہیں اسی طرح عوام الناس اس بات کو نہیں سمجھتے کہ حقیقت اسکی خاک ہے اور یہ صورتیں عارضی ہیں اصلی نہیں ہم اسپر جنگ نہ کریں اور جب یہ سب چیزیں جنمیں تنافس ہے خاک ہیں تو) ہم (صورت پرست لوگ ان کی مشغولی میں) لڑکوں کی طرح ہیں دامن خاک سے پر کئے ہوئے (اور ہمارے) دماغ سے اسباب اور دکان (مقصود) کا اہتمام نکلا ہوا (جیسے اطفال اس کھیل کے سامنے ان چیزوں کو جانتے بھی نہیں اور ان اشعار میں طالبان دنیا کو اطفال سے تشبیہ دی ہے آگے فرماتے ہیں کہ یہ ان سے بھی زیادہ بدحال ہیں کیونکہ) لڑکا (یہ مسلم ہے کہ) جہل اور خیالات اور شک میں ہے مگر خیر شکر ہے کہ اس کی قوت (عملیہ)

تو تھوڑی ہے (جسکے سبب اُس نقصان علم و عقل کا کوئی اثر مضر ظاہر نہیں ہوتا چنانچہ اس خاک پر لڑتے بھی ہیں تو نہ ہتیا ہے نہ زور ہے نہ تدبیر اور چالاکی ہے یوں ہی معمولی تو تو میں میں ہوئی اور ختم ہوا اور زیادہ) افسوس ان اطفال کے حال پر ہے جو پیری کر رہے ہیں (یعنی) لنگ مور ہیں (باعتبار ضعف قوت علمیہ و ناحقیقت شناسی دنیا کے) اور (پھر) سرداری کر رہے ہیں (یعنی سامان و اسباب سردارانہ مال وجاہ وغیرہ رکھتے ہیں جس سے اُن کو قوت عملیہ معتد بہا حاصل ہے اور پیری سے بھی یہی مراد ہیں نہ کہ مشیخت گو وہ بھی اس کے عموم میں داخل ہے پس مصرعہ ثانیہ کے دونوں جزو تفسیر ہیں مصرعہ اولی کے دونوں جزووں کی مطلب یہ کہ ان پیران نابالغ کا حال زیادہ بُرا ہے کہ قوت علمیہ تو انکی ناقص اور سامان اضرار و تجادل و تزاحم کا ان کے پاس وافر پس ان میں مضارت و مضادت بہت بڑھی ہوئی ہے جب یہ جنگ کرینگے خاک پر تو ان کی جنگ اطفال کی جنگ سے اضرار ادہی وام ہوگی آگے بھی اسی کی تائید ہے کہ بیشک) طفل میں لڑائی اور سو آفت ہے (یہ مسلم مگر) اس کا شکر ہے کہ وہ بے فن اور بے آلت ہے افسوس (زیادہ) ان پیران نابالغ بے ادب پر ہے (کہ) قوت (و سامان) کے سبب ہر عاقل کے لئے بلا ہو گئے (یعنی حقیقی عقلاء کو ستاتے ہیں اور) جب ہتیار (کہ قوت عملیہ کی زیادتی ہے) اور جہل (کہ قوت علمیہ کی کمی ہے دونوں) باہم جمع ہو جاویں تو (اُس وقت) وہ شخص ایک فرعون ہو جاویگا جو ظلم سے جہاں سوز ہے (آگے قوت عملیہ مع الجہل کی مضرت ثابت ہوتے پر تفریع ہے کہ) اے مرد فقیر (نادار) تو (سامان کی) کوتاہی سے شکر کر کہ تو فرعونیت سے چھوٹ گیا اور کفران سے (فی المنتخب کفور بالضم ناسپاسی کردن) شکر ہے کہ تو مظلوم ہے اور ظالم نہیں ہے (اور) فرعونیت اور ہر فتنہ سے تو مامون ہے (آگے بھی ناداری کے اسلم ہونے کا مضمون ہے کہ دیکھو) شکم تہی نے الوہیت کا دعوی (کبھی) نہیں کیا کیونکہ اُس کے آتش (مادہ خبیثہ کبر) کو ہیزم کی مدد نہیں پہونچی (ہیزم سے مراد اسباب و سامان جاہ و قدرت آگے مثال ہے شکم تہی اور شکم پُر کی زندان و بازار کے ساتھ یعنی) شکم خالی شیطان کا زندان ہے (یعنی شیطان وہاں ایسے تصرفات سے محبوس ہے) کیونکہ اُسکو غم نان مانع ہے (ایسے) مکر و فریب سے (کہ لاؤ خدائی کا دعوی کرو اور) شکم پُر طعام کو شیطان کا بازار جان تاجران شیطان کا اُسمیں شور (مچ رہا) ہے (اور دھوکہ کی چیزیں اُس میں بیچ رہے ہیں آگے اسکی تفصیل ہے یعنی) اُن تاجران ساحر نے جو کہ لاشے فروش ہیں عقلوں کو پریشان کر رکھا ہے خروش سے (اُس پراگندگی میں مشتریوں کو تمیز نہ رہی غث و سمین میں فرق کرنے کی ان ساحر تاجروں نے) مشکے کو سحر سے گھوڑے کی طرح چلتا کر رکھا ہے (کہ خریدار نظر بندی کے سبب اُسکو گھوڑا سمجھکر دام ڈبو دیتا ہے اور ان ہی ساحروں نے) کپڑا بنا رکھا ہے چاندنی اور اندھیری سے (کہ شعاعوں کو بشکل کپڑے کے نمایاں کر کے دام لے لیتے ہیں اسی طرح تاریکی کو شاید سیاہ کپڑا کر کے دکھلاتے ہوں اور یہ ساحر لوگ) ابریشم کی طرح خاک کو تن رہے ہیں (جسکو بورنا کہتے ہیں خریدار ریشم سمجھکر دام دیدیتا ہے اور) میزکی آنکھ میں وہ لوگ خاک جھونک رہے ہیں (اور) پتھر کو عودی رنگ دے رہے ہیں (اور) کلوخ پر ہمکو رشک دے رہے ہیں (یعنی سحر سے انکی ایسی صورت دکھلائی ہے کہ دیکھکر رغبت خریداری کی ہوتی ہے یہ سب مثالیں ہوگئیں تصرفات شیاطین کی آگے پھر عود ہے مضمون سابق کی طرف کہ یہ سب متاع دنیا خاک ہے جسپر مختلف رنگ اور نقش کر دے گئے ہیں پس فرماتے ہیں

کہ) پاک ہے وہ ذات جو خاک کو رنگ دیتا ہے (اور) کودک کی طرح ہمکو اسپر جنگ دیتا ہے (شاید تسبیح کے ساتھ
اسکو شروع کرنے میں اشارہ ہو ایک شبہ کے دفع کی طرف شبہ یہ کہ اشعار متصلہ میں جو تصرفات مذمومہ بیان کئے
گئے ہیں اُن کا حاصل بھی تلبیس ہے اور خاک کو رنگین و نقشین کرنا جو کہ حق تعالیٰ کی جانب منسوب کیا گیا ہے یہ بھی
ایک قسم کی تلبیس ہے جب دونوں متشابہ ہیں تو پھر اگر یہ قبیح ہے اور اس لئے شیطان کی طرف اُسکی نسبت صحیح ہوئی ہے
تو حق تعالیٰ کی طرف کیسے صحیح ہوگی اور اگر یہ قبیح نہیں ہے اور حق تعالیٰ کی طرف اس لئے نسبت صحیح ہوئی تو پھر شیاطین
کی طرف نسبت کرنا معرض ذم میں کیسے واقع ہوا جواب یہ ہے کہ شیاطین تو اس کے کاسب ہیں اور قبیح کا کسب قبیح
ہے اور حق تعالیٰ خالق ہے اور قبیح کا خلق قبیح نہیں پس وہ قبیح کو خلق کرکے بھی قبح سے منزہ ہے لفظ پاک میں تنزیہ
خاص مراد لیکر اس جواب کی طرف اشارہ ہو گیا آگے اسی رنگ کردن خالق اور جنگ کردن عام مخلوق کا مضمون ہے
کہ) ہم دامن کو ایک خاک سے بچوں کی طرح بھرے ہوئے ہیں (اور اس رنگین کرنے سے)
ہماری نظر میں خاک مثل زرکان کے (معلوم ہوتی) ہے (آگے ان فریفتگان
رنگ اور شیفتگان جنگ کو بطور نصیحت کے فرماتے ہیں کہ قاعدہ ہے کہ) طفل کو بالغین کے ساتھ جدال (جائز) نہیں
ہوتا (کیونکہ) طفل کو حق تعالیٰ مردوں کی برابر کب بٹھلاتا ہے (یہ کنایہ ہے عدم تساوی سے کما قال تعالیٰ ھل یستوی
الاعمیٰ والبصیر وقال تعالیٰ ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون اور میں نے جو نبود جدال کا ترجمہ
کیا ہے وہ اس پر مبنی ہے کہ خبر کو انشاء پر محمول کیا گیا کما قالوا فی قولہ تعالیٰ لا جدال فی الحج ای لا تجادلوا
حاصل یہ ہوا کہ تم طفل ہو اور مردان حق بالغ ہیں اور طفل کو بالغ کے امر میں معارضہ نہ چاہیئے اور بالغین حب دنیا
سے منع کر رہے ہیں پس تم اُن کے کہنے پر چلو اور گو تم یہ کہو کہ ہم تو نابالغ نہیں آگے اُس کا جواب ایک تشبیہ سے دیتے
ہیں کہ) میوہ اگرچہ کہنہ ہو جاوے (لیکن) جب تک خام ہے (اور) پختہ نہ ہوا اُس کا نام غورہ (بواؤ مجہول) ہی کہیں گے
(جسکے معنی انگورہای نارسیدہ ترش ہیں کذا فی الغیاث آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) اگر وہ خام و ترش سو برس کا ہو جاوے
(اس طرح سے کہ خام توڑ کر سالہا سال کسی ترکیب سے محفوظ رکھا تب بھی) وہ طفل و غورہ ہی ہے ہر تیز ہوش کے نزدیک
(پس اسی طرح تم اگرچہ بالغ لغوی یا بوڑھے ہو جاؤ مگر چونکہ تم میں پختگی عقل و بصیرت کی نہ آئی تھی اور اُسی حالت میں
تم کہنہ سال ہو گئے تو مثل اُس میوۂ خام کہنہ کے تم بھی عقل کے اعتبار سے طفل اور خام اور سن کے اعتبار سے کہنہ
ہو گئے تو معنیً نابالغ بمعنی خام ہوئے پس وہ شبہ جاتا رہا چنانچہ شعر آئندہ میں یہی مضمون ہے کہ اسی طرح) اگرچہ اس
(طفل عقل) کے بال اور ریش سفید ہو جاویں (لیکن یہ) اُسی طفلی اور (اُسی) خوف و امید میں ہے (جس میں پہلے
تھا جسکا آگے بیان ہے اور جسکا حاصل یہ ہے کہ اُس کا نام اس شخص نے خود خوف و رجا رکھا ہے اُس رجا کی
حقیقت غرور اور دھوکہ ہے جیسے کوئی شخص بدون تخم پاشی کے متوقع ہو کہ غلہ پیدا ہوگا اور اُس خوف کی حقیقت
جبن وضعف ہمت ہے جیسے کوئی شخص کاشتکاری اس لئے نہ کرے کہ شاید تخم ضائع ہو جاوے یا پیداوار برف
سے ہلاک ہو جاوے ایسا ہی حال ہے محبین دنیا کا کہ عمل بالکل نہیں اور متوقع ہیں مقبولیت و مقربیت کے کہ

اللہ تعالیٰ بڑے کریم ہیں بے عمل بھی فضل فرما دیتے ہیں اسی طرح عمل میں صد ہا شبہات نکالتے ہیں کہ شاید مقبول نہو یا حبط ہو جاوے کیونکہ وہ بڑی بے نیاز ہیں عمل کی وہاں کیا قدر ہے اور یہ صورۃً خوف و رجا ہے حقیقۃً نہیں اور یہ خوف و رجا طفلانہ ہے اسی لئے طفل کے ساتھ اسکو مقرون کیا اور اسی معنی کے افادہ کی طرف بندہ نے ترجمہ شعر میں خوف و امید کے ساتھ لفظ "اسی کو نا" ہر کر دیا جو بواسطہ عطف کے کلام میں مکرر ہے یعنی ہمدران طفلی و ہمدران خوف و امید تاکہ خوف و رجا حقیقی نہ سمجھا جاوے بلکہ خاص یہ خوف و رجا صوری سمجھا جاوے آگے اسی خوف و رجا کی تفسیر ہے کہ وہ اس خوف و امید طفلانہ میں رہتا ہے کہ) معلوم نہیں میں بے بہرہ جاؤنگا یا پہونچ جاؤنگا (اور معلوم نہیں) حق تعالیٰ میرے ساتھ غضب کرے (یہ مرتب ہے نارسیدہ خواہم ماند پر) یا خود کرم کرے (یہ مرتب ہے رسم پر اس سے یہی مراد ہے کہ خالی احتمالات نکالتا رہتا ہے کہ معلوم نہیں کیا ہوگا شاید باوجود عمل نارسیدہ مانم و حق غضب کند یا بدون عمل رسم و حق کرم کند پھر اس کے بعد اپنی سن سمجھوتی کرتا ہے کہ دو احتمال بھی کیوں نکالے جاویں کہ نارسیدن پر غضب اور رسیدن پر کرم بلکہ بفحوائے سبقت رحمتی علی غضبی یہی سمجھنا چاہیئے کہ) اگر میں رسیدہ ہو جاؤں تب بھی یا نارسیدہ رہوں تب بھی اے لوگو عجیب بات یہ ہے کہ وہ (دونوں حال میں) میرے ساتھ لطف و کرم ہی فرماویگا۔ (اور اسمیں نفس کی زیادہ تسویل ہے کیونکہ وہ خوف صوری گو خوف حقیقی نہ تھا لیکن اس کے واسطہ سے کبھی احتمال تو غضب کا ہو جاتا تھا یہ کسی وقت شاید نافع ہو جاتا اس میں اسکو بھی رخصت کر دیا اور یہ بھی کہتا ہے کہ) باوجود ایسی ناقابلیت اور دوری کے (میں کچھ عمل نہیں کرتا بلکہ معصیت کے کام کرتا ہوں و دل علی الاول قولہ ناقابلی و دل علی الثانی قولہ دوری) وہ بخشدیگا میرے غورہ کو انگور ہونے کی صفت (یعنی وہ مجھکو خام سے پختہ اور ناقص سے کامل کر دینگے اسمیں نارسیدن پر نجات کی امید سے ترقی کر کے ولی بننے اور رسیدن کا بھی یقین کر لیا اور یوں بھی کہتا ہے کہ) میں کسی طرف سے امیدوار نہیں ہوں (حتیٰ کہ عمل کی بھی ضرورت نہیں سمجھتا) اور وہ کرم مجھکو لاقاً ییسو کہہ رہا ہے (اور) ہمیشہ ہمارا بادشاہ نے جشن فرمایا ہے (فی الغیاث طو بالضم و واؤ معروف معرب تو بواؤ مجہول در ترکی شادی عروسی را گویند اور) ہماری کان کو لاتقنطوا کھینچ رہا ہی (اس سب کا حاصل وہی غرور ہے اور میرے ذوق میں آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں رجاء حقیقی کی طرف جسمیں باوجود عمل کے اپنے عمل کو ہیچ سمجھنے سے حق تعالیٰ ہی کی رحمت پر نظر ہوتی ہے جیسا کاشتکار باوجود تخم پاشی کے بارش کا امیدوار حق تعالیٰ سے رہتا ہے)

گرچہ ماز ین ناامیدی در گویم	**چون صلا زد دست اندازان رویم**
اگرچہ ہم اس ناامیدی سے گڑھے میں ہیں	جب حق تعالیٰ نے صلا دی ہے تو ہم ہاتھ پھینکتے ہوئے چل رہے ہیں
دست اندازیم چون اسپان سپیس	**در دویدن سوئے مرعائے انس**
ہم بعد اس کے ہاتھ پھینک رہے ہیں	دوڑنے میں طرف چراگاہ انس کے

گام اندازیم و آنجا گام نے — جام پردازیم و آں جا جام نے

ہم پاؤں پھینک رہے ہیں اور اس جگہ قدم نہیں — ہم پیالہ خالی کر رہے ہیں اس جگہ جام نہیں

زانکہ آنجا جملہ اشیا جانی ست — معنی اندر معنی و ربانی ست

اس لئے کہ اس جگہ تمام اشیاء روحانی ہیں — خلاصۃ الخلاصہ اور ربانی ہیں

ہست صورت سایہ معنی آفتاب — نور بے سایہ بود اندر خراب

صورت تو سایہ ہے معنی آفتاب ہے — نور بے سایہ تو ویرانی میں ہوتا ہے

چونکہ آنجا خشت بر خشتے نماند — نور مہ را سایۂ زشتے نماند

جب وہاں خشت پر خشت نہ رہی — تو نور ماہ کے لئے کوئی سایۂ زشت نہ رہا

خشت گر زریں بود بر کندنی ست — چوں بہائے خشت وحی و روشنی ست

خشت اگر زریں بھی ہے تب بھی اکھاڑنے کے قابل ہے — جبکہ خشت کی قیمت الہام ہے اور نور ہے

کوہ بہر دفع سایہ مندکے ست — پارہ گشتن بہر ایں نور اندکے ست

دفع سایہ کے لئے پہاڑ ریزہ ہے — اس نور کے لئے پارہ پارہ ہو جانا تھوڑی بات ہے

بر بروں کُہ چو زد نور صمد — پارہ شد تا در درونش ہم زند

پہاڑ کے ظاہر پر جب نور صمد نے تجلی فرمائی — تو وہ پارہ پارہ ہو گیا تاکہ اسکے باطن میں بھی داخل ہو جاوے

گرسنہ چوں بر کفش زد قرص نان — واشگافد از ہوس چشم و دہاں

گرسنہ کے ہاتھ پر جب قرص نان لگتی ہے — تو وہ ہوس سے آنکھ اور منہ پھاڑ دیتا ہے

صد ہزاران پارہ گشتن ارزد ایں — از میان چرخ برخیز اے زمین

لاکھوں ٹکڑے ہو جانا اسکے لئے زیبا ہے — آسمان کے بیچ میں سے اٹھ جا اے زمین

تا کہ نور چرخ گردد سایہ سوز
تا کہ نور آسمان سایہ سوز ہو جاوے

شب ز سایۂ تست اے یاغیِ روز
شب تیرے ہی سایہ سے ہے ای دشمن دن کی

ایں زمیں چوں گاہوارہ طفلکاں
یہ زمین مثل گہوارہ اطفال کے ہے

بالغاں را تنگ میدارد مکاں
بالغوں کے لئے مکان کو تنگ رکھتا ہے

بہر طفلاں حق زمیں را مہد خواند
اطفال کیلئے حق تعالیٰ نے زمین کو مہد فرمایا ہے

واندر وزاں شیر بر طفلاں فشاند
اور اس میں اس دودھ میں سے اطفال پر عطا فرمایا ہے

خانہ تنگ آمد ازیں گہوارہا
یہ گھر ان گہواروں سے تنگ ہو گیا ہے

طفلکاں را زود بالغ کن شہا
ان اطفال کو جلدی بالغ کردے ای بادشاہ

ہاں مکن ای گاہوارہ خانہ تنگ
ہاں اے گہوارہ گھر کو تنگ مت کر

تا تواند رفت بالغ بے درنگ
تا کہ بالغ چل سکے بے درنگ۔

اے گوارہ خانہ را ضیق مدار
اے گہوارہ تو گھر کو تنگ مت رکھ

تا تواند کرد بالغ انتشار
تا کہ بالغ آمد و رفت کر سکے

(ربط اوپر مذکور ہوا ہے یعنی انتقال ہے رجاء حقیقی کی طرف جسکے ساتھ عمل بھی ہوتا ہے مگر اسکو بے اثر سمجھا جاتا ہے اور اتکال رحمت پر ہوتا ہے اور اس بے اثر سمجھنے کو خوف لازم ہے پس رجاء کے ساتھ خوف بھی حکماً مذکور ہو گیا اور مامور بہ مجموعہ ہی ہے رجاء اس قول کا مدلول ہے گرچہ ما زیں نا امیدی الخ جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ نا امیدی نہ چاہیے اور اس کے ساتھ عمل ہونا جس سے وہ رجاء حقیقی ہو جاوے اس قول کا مدلول ہے دست اندازیم وگام اندازیم اور اسکا بے اثر سمجھنا اس قول کا مدلول ہے انجا گام نے وانجا جام نے اور رحمت حق کا اصل موثر ہونا اس قول کا مدلول ہے جملہ شیار جانی ست معنی اندر معنی الخ اور رجاء کے لئے خوف کے اعتبار کا لازم ہونا بھی اوپر مذکور ہوا اور پھر اس اتکال کے تعلق سے جذب حق کی ضرورت کا مضمون کہ وہی اصل موثر ہے وصول الی المقصود میں اور ضرورت کے ساتھ اسکی طلب مذکور ہے پس فرماتے ہیں کہ) اگرچہ ہم اس نا امیدی سے (جو ہماری حالت کا مقتضا ہے) گزشتے

میں ہیں (حالت ناکارگی کو تشبیہ دی گڑھے کے ساتھ جسمیں ہلاک محتمل ہے لیکن) جب حق تعالیٰ نے (دعوت الی رحمت کی) صلا دی ہے (کما قال تعالیٰ واللہ یدعوا الی دار السلام) تو ہم ہاتھ پھینکتے ہوئے (یعنی حرکت ممکنہ کرتے ہوئے) چل رہے ہیں (وہذا کقولہ رح گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید + خیرہ یوسف وار می باید دوید + آگے رومیہ کا معمول بتلاتے ہیں کہ) ہم بعد اسی (صلا) کے ہاتھ پھینک رہے ہیں دوڑتے ہیں طرف چراگاہ انس (و مقعد صدق) کے (جو مصداق ہے دار السلام مذکور آیت موصوفہ کما فی المنتخب بفتحتین مردم وقبیلہ کہ یکجا مقیم باشند اہ ومن لوازم المرعی للمجتمعین کونہ مانوس بہ فتر جمت بالحاصل اہ) ہم (اودہر جانے کی طرف ہاتھ) پانو پھینک رہے ہیں (یعنی بقدر امکان کوشش کر رہے ہیں) اور اس جگہ (یہ) قدم (معتدبہ) نہیں (کیونکہ اس مقصود کے مقابلہ میں سعی کیا چیز ہے اور) ہم (اپنے زعم میں) پیالہ خالی کر رہے ہیں (جو کہ پوری شراب پینے میں ہوتا ہے یعنی بمقتضائے عبدیت وخدمت سے کا فراغ جہد ہے پورا مجاہدہ اختیار کرتے ہیں اور واقع میں) اس جگہ یہ جام (معتدبہ) نہیں (کما ذکر فی شرح قولہ گام نے آگے اس گام نے وجام نے کی وجہ کی توضیح ہے یعنی) اس لئے کہ اس جگہ (یعنی اس دربار کے لائق) تمام اشیاء روحانی (یعنی لطیف وخالص) ہیں (آگے جانی کی تفسیر ہے یعنی) خلاصۃ الخلاصہ اور ربانی ہیں (چونکہ شئے کا خلاصہ لطیف بمنزلہ اسکی روح کے ہے اس لئے روحانی بمعنی لطیف وخلاصہ کے ہوا جس کا مصداق ربانی میں بتلا دیا یعنی وہ اعمال جن میں کوئی نقص وشائبہ ریا وعجب وکراہتہ وتفریط ادب وحقوق وغیرہ کا نہ ہو اور خالص ابتغاء لوجہ اللہ کئے گئے ہوں جس سے ان کو رب عظیم کی طرف منسوب کرنا صحیح ہو ورنہ اس میں دوسرے کا شائبہ ہونے سے وہ محل ہو جاویگا اس ارشاد کا انا اغنی الشرکاء عن الشرک مطلب یہ کہ اس حالت میں ظاہر ہے کہ جب ہمارے اعمال اس درجہ کے نہیں جیسا کہ حدیث میں ہے لن تحصوا اور لن یشاد الدین احد الا غلبہ تو گام نے وجام نے کا حکم مذکور صحیح ہو گیا اور باوجود اس کے اعمال کا قبول کرنا جیسا کہ جزاء بما کانوا یعملون اس پر دال ہے صاف دلیل ہے کہ وصول الی المقصود میں رحمت حق ہی موثر ہے کما قلت فی التمہید اور رحمت حق کا اصل موثر ہونا اور چونکہ حاصل اعمال کا سلوک ہے اور حاصل تاثیر رحمت حق کا جذب ہے تو اعمال کے عدم تاثیر اور رحمت حق کی تاثیر کا جو کہ یہاں تک اشعار میں مذکور ہوئی حاصل سلوک کی عدم تاثیر اور جذب کی تاثیر ہے اس لئے آگے اس جذب کے بعض احکام وآثار مثل فناء وبقاء اور ان کے خواص اور ان کی مطلوبیت بیان فرماتے ہیں یعنی) صورت تو سایہ ہے (اور) معنی آفتاب ہے (صورت سے مراد غلبہ احکام جسمانیہ کا کہ وہی سبب ہوتا ہے شوائب نقص فی الاعمال کا اور معنی سے مراد غلبہ احکام روحانیہ کا کہ اسی سے اعمال کا نقص مبدل بکمال مناسب للعبد الکمال اللائق بحقوق الحق تعالیٰ ہو جاتا ہے جس سے اعمال معنوی اور ربانی ہو جاتے ہیں جنکا شعر سابق میں ذکر تھا جسکا راز یہ ہے کہ یہ غلبہ اثر ہے فناء کا اور فناء میں وہ افعال عبد مصداق اس مضمون کے ہیں ؎

گریۂ او خندۂ او نطق او +	فہم او وخلق او وخلق او +
عقل او وہم او وحس او +	نیست از وی ہست محض صنع او

کذا فی الدفتر الخامس من ہذا المثنوی فی عنوان بقیہ حال مرید مقلد در گریہ اس لئے وہ ان شوائب سے خالص

ہو جاتے ہیں آگے تفریع ہے مضمون مصرعہ اولیٰ پر یعنی جب صورت سایہ اور معنی آفتاب ہو تو) نور بے سایہ تو ویرانی میں
ہوتا ہے (کیونکہ آبادی میں تعمیرات و اشجار وغیرہ کا سایہ پڑنے سے نور خالص نہیں ہوتا بلکہ مشوب بالظل ہوتا ہے اور
جب ایک ہاں خشت پر خشت نہ رہی تو نور ماہ (یا آفتاب مذکور فی الشعر السابق) کے لئے کوئی سایہ زشت (وصفہ بہ لکونہ
مانعاً عن النور) نہ رہا۔ (اسی طرح اگر احکام روحانیہ کا غلبہ جسکے آثار ابھی مذکور ہوئے یعنی اعمال کی معنویت و ربانیت چاہئے
ہو تو فنار جسم کو اختیار کرو کہ اس پر دولت بقار مرتب ہوگی جس سے تم متعلق باخلاق اللہ و خالص الاعمال ہو جاؤ گے
چنانچہ آگے اسی بقار کا عطار ہونا مذکور ہے کہ) خشت (جبکہ مانع نور ماہ مذکور ہو تو وہ) اگر زریں بھی ہو تب بھی اکھاڑنے کے قابل
ہے جبکہ (اس) خشت کی قیمت الہام ہے اور نور ہے (یہ آثار ہیں بقار کے مطلب یہ کہ جب بقار باللہ صلہ ہے فنار
کا تو فنار واجب التحصیل ہے اور اس فنار میں گو تن پروری و تن آرائی فوت ہوگی مگر اسکی برداشت کرنا کیونکہ فنار جسم
حصول نور کے لئے وہ چیز ہے کہ) دفع سایہ کے لئے پہاڑ ریزہ ریزہ (ہو جاتا) ہے (اور) اس نور کے لئے پارہ پارہ ہو جانا
تھوڑی بات ہے (یعنی طور پر جب تجلی ہوئی تو نور حق کے متجلی ہونے سے کہ دفع سایہ اس کے لئے لازم ہے جو مصرعہ اول
میں ہے وہ ریزہ ریزہ ہو گیا اور) پہاڑ کے ظاہر (سطح) پر جب نور صمد نے تجلی فرمائی تو وہ پارہ پارہ ہو گیا تاکہ اس کے باطن
میں بھی داخل ہو جاوے (جیسے) گرسنہ کے ہاتھ پر جب قرص نان لگتی ہے تو وہ ہوس سے انگلیاں اور منہ (بھی) پھاڑ
دیتا ہے (یہی حالت طور کی ہو گئی کہ گویا منہ پھاڑ دیا کہ غذائے نور جسطرح اس کے ہاتھ یعنی ظاہر پر رکھی گئی اسی طرح اس کے
منہ یعنی باطن میں بھی پہونچا دی جاوے پس جسطرح اس نے نور کے لئے فنار صورت کو گوارا کر لیا تو بھی جسم کی برداشت
کر اس نور کے حاصل کرنے کے لئے فنا کر دے اور مقصود اس تشبیہ سے صرف توضیح ہے صورت کے غیر معتد بہ ہونے کی
نور کے مقابلہ میں گو مشبہ بہ میں فرق اضطراری ہے اور مشبہ میں اختیاری آگے جسم کو خطاب کرتے ہیں جس سے مقصود صاحب
جسم کو سنا کر اسکی ہمت بڑھانا ہے پس فرماتے ہیں کہ) لاکھوں ٹکڑے ہو جانا (کو وہ ذریں یعنی جسم کے) اس (نور) کیلئے
زیبا ہے (پس) آسمان کے بیچ میں سے اٹھ جاوے زمین تاکہ نور آسمان (مثلاً نور آفتاب) سایہ سوز ہو جاوے (یعنی
جو میں نور ہی نور رہ جاوے کیونکہ) شب تیرے ہی سایہ سے ہے اے دشمن دن کی (یعنی مخالف نور آفتاب کی جیسا
کہ اہل ہیئت نے کہا ہے کہ شب کی حقیقت سایہ ہے زمین کا کہ آفتاب جسوقت مثلاً ہمارے اعتبار سے زمین کی دوسری
طرف ہوتا ہے تو زمین کا سایہ جو ہمیں پڑتا ہے وہ شب ہے مطلب یہ ہے کہ جسطرح مثلاً زمین کے اٹھ جانے سے ہر وقت
جو میں نور ہی نور رہا کرے اسی طرح اگر جسم فنار ہو جاوے تو روح پر نور حق متجلی رہا کرے پس جب فنا کی یہ خاصیت ہے
تو اسمیں کیوں پس و پیش کیا جاوے اور اس فنار مذکور میں جسطرح خود مامور بالفنار کے خطرات ضیاع حظوظ جسمانیہ
کے مانع ہوتے ہیں اسی طرح کبھی دوسرے مقیدان احکام جسمانیہ کی طرف سے مزاحمت پیش آتی ہے خواہ موافقانہ جیسے
نادان دوست بزعم خود خیر خواہی کیا کرتے ہیں خواہ مخالفانہ جیسے حساد و معاندین ایذا پہونچایا کرتے ہیں اور کام میں
مشغول نہیں ہونے دیتے اوپر پہلی بالغیبت کے متعلق مضمون تھا جسمیں ہمت دلائی تھی آگے دوسری مزاحمت کا
مضمون ہے جسمیں حق تعالیٰ سے التجا ہے اس مزاحمت کے رفع کرنے کی فی قولہ زود بانگ کن اور مزاحمین کو اس لئے

شاید خطاب نہ کیا ہو کہ بیشمار ہیں کسے کسے سمجھائیں پس ارشاد ہے کہ) یہ زمین (یعنی عالم اجسام و ناسوت) مثل گہوارہ اطفال کے ہے (بوجہ اس کے کہ اس کے اکثر سکان طفلان عقل ہیں کما ذکر مفصلاً فی اشعار قبل اشعار المقام اور یہ گہوارہ) بالغوں کے لئے مکان کو تنگ رکھتا ہے (جیسے کسی گھر میں بہت بچے ہوں اور ہر ایک کیلئے ایک گہوارہ ہو تو سارا گھر گہواروں ہی سے بھر جاویگا اور بالغوں کو بیٹھنے اور چلنے کے لئے جگہ نہ رہے گی اسی طرح اہل دنیا کی مزاحمتیں کاملین کے ساتھ اور اُن کو تنگ کرنا مشابہ اسی کے ہے جیسے مذکور ہوا آگے تائید نقلی ہے اس تشبیہ ارض بالمہد کی کہ دیکھو) اطفال کیلئے حق تعالیٰ نے زمین کو مہد فرمایا ہے (قال تعالیٰ جعل لکم الارض مہداً) اور (پھر اُس (مہد) میں اُس دودھ میں سے اطفال پر عطا فرمایا ہے (یعنی لذات دنیویہ مثل دودھ کے ہیں اور قرآن مجید میں جو مہد آیا ہے وہ بمعنی مطلق فراش کے ہو جو گہوارہ کو بھی مشتمل ہے بس یہ استدلال ایک قسم کا استیناس ہوا اور مقصود اس استدلال پر موقوف نہیں اس لئے احتمال مضر نہیں اور) یہ گھر ان گہواروں سے تنگ ہو گیا ہے (کما ذکر تقریرہ مع المقصود بہ فی شرح مصراع با لغان را تنگ میدارد مکان پس) ان اطفال کو جلدی بالغ کر دے اے بادشاہ (یعنی اللھم اھد قومی تاکہ یہ مزاحمت چھوڑیں آگے خطاب مجازی ہے گہوارہ کو جس سے مقصود محض اظہار تمنی ہے بلا قصد خطاب پس فرماتے ہیں کہ) ہاں اے گہوارہ گھر کو تنگ مت کر تاکہ بالغ چل (پھر) سکے بے درنگ۔ اے گہوارہ تو گھر کو تنگ مت رکھ تاکہ بالغ آمد و رفت کر سکے (وھذا الانتشار کقولہ تعالیٰ فانتشروا فی الارض):

ف اظہار عجز کے لئے اپنی حکایت بیان کرتا ہوں کہ ان اشعار کے حل میں ایسی طبیعت بستہ ہوئی کہ بڑی مشکل سے اتنا لکھا گیا جس سے اس کا اور تازہ یقین ہو گیا کہ آدمی کا نہ علم کچھ ہے نہ عمل۔ حق تعالیٰ ہی کام لے لیتے ہیں آگے رجوع ہے قصہ کی طرف۔

دربیان استغفار و عجب شاہزادہ و زخم خوردن از باطن شاہ

(حاصل مضمون اس سرخی کا یہ حکایت ہے کہ اس شاہزادہ کو شاہ چین سے فیوض و برکات حاصل ہوئی مگر اسکو گمان ہو گیا کہ میں جب کامل ہو گیا مجھکو شیخ کی اور اسکی خدمت کی کیا ضرورت رہی اس کا یہ وبال ہوا کہ وہ برکات سب مسلوب ہو گئے اور متنبہ ہو کر استغفار کیا اور اس کے بعد ایک سرخی اس قصہ کی اور آوے گی اس میں اسکا تتمہ ہے کہ استغفار میں باطنی مضرت سے تو محفوظ ہو گیا اب خواہ وہ کمال سابق عائد ہوا ہو یا نہ ہوا لیکن چونکہ شیخ کے قلب کو اس سے صدمہ ہو چکا تھا اور اس کے قلب میں تصرف کی قوت بھی تھی اس کے اثر سے شاہزادہ مر گیا ۔ صاحب تصرف اگر اس کا قصد بھی نہ کرے مگر اسکو صدمہ ہونا اس دنیوی ضرر کا سبب ہو جاتا ہے کیونکہ ناگواری میں ایک گونہ توجہ اس شخص کے اضرار کی طرف طبعاً ہو جاتی ہے اور اس سے یہ اثر ہو سکتا ہے اور اس تقریر سے کئی مسئلے بھی معلوم ہو گئے جو ظاہر ہیں اب صرف حل عبارت شرح اشعار میں

کافی ہے)

چوں مسلم گشت بے بیع و شری
جب مسلم ہوگیا بدون بیع و شرار کے

از دروں شاہ در جانش جری
باطن شاہ سے اسکے باطن میں روزینہ

قوت می خورد ے ز نور جان شاہ
وہ نور جان شاہ سے غذا کھاتا تھا

ماہ جانش ہمچو از خورشید ماہ
اسکا ماہ جان ایسا ہوگیا تھا جیسا خورشید سے ماہ

راتبہ جانی ز شاہ بے ندید
روزینۂ روحی شاہ بے نظیر سے

دمبدم در جان مستش می رسید
دمبدم اس کی جان مست میں پہونچتا تھا

آں نہ کش ترسا و مشرک میخورند
وہ نہیں جسکو نصرانی اور مشرک کھاتے ہیں

زاں غذائے کش ملائک میخورند
اس غذا سے کہ اسکو ملئکہ کھاتے ہیں

اندروں خویش استغنا بدید
اس نے اپنے اندر استغنا دیکھا

گشت طغیانے ز استغنا پدید
استغنا سے ایک طغیان ظاہر ہوا

کہ نہ من ہم شاہ و ہم شہزادہ ام
کہ کیا میں شاہ بھی اور شاہزادہ بھی نہیں ہوں

چوں عنان خود بدیں شہ دادہ ام
کیوں اپنی عنان اس بادشاہ کو میں نے دی رکھی ہے

چوں مرا ماہے بر آمد باللمع
جب میرا ایک چاند بانور طلوع ہوچکا ہے

پس چرا باشم غبارے را تبع
پھر میں ایک غبار کا تابع کیوں ہوں

آب در جوئے من ست و وقت ناز
پانی میری نہر میں ہے اور وقت ناز کا ہے

ناز غیر از چہ کشم من بے نیاز
میں کہ بے نیاز ہوں غیر کا ناز کیوں اٹھاؤں

سر چرا بندم چو درد سر نماند
میں سر کیوں باندھوں جب درد سر نہ رہا

وقت روئے زرد و چشم تر نماند
روئے زرد اور چشم ترکا وقت نہیں رہا

چون شکر لب گشته ام عارض قمر
میں جب شکر لب اور ماہ رخسار ہو گیا ہوں

باز باید کرد دکان دگر
تو دوسری دکان کھولنا چاہیے

زین منی چون نفس زائیدن گرفت
اس انانیت سے جب نفس بڑھنا شروع ہوا

صد ہزاران ژاژ خائیدن گرفت
تو لاکھوں بکواس بکنا شروع کیا

صد بیابان زاں سوئے حرص و حسد
حرص و حسد سے اس طرف صدہا بیاباں ہوں

تا بدانجا چشم بد ہم میرسد
وہانتک بھی نظر بد پہونچ جاتی ہے

بحر شہ کہ مرجع ہر آب اوست
بادشاہ کا دریا کہ ہر پانی کا مرجع وہ ہے

چون نداند انچہ اندر سیل و جوست
کیونکر نہ جانیگا جو کہ سیل اور نہر میں ہے

شاہ را دل درد کرد از فکر او
بادشاہ کے قلب کو اس کے خیال سے تکلیف ہوئی

نا سپاسی عطائے بکر او
اسکی عطائے جدید کی نا سپاسی سے

گفت آخر اے خس واہی ادب
کہا کہ آخر اے خسیس سست ادب

این سزائے داد من بود اے عجب
یہی میری عطا کی سزا تھی عجیب بات ہے

من چہ کردم با تو زین گنج نفیس
میں نے تو تیرے ساتھ کیا کیا اس گنج نفیس سے

تو چہ کردی با من از خوئے خسیس
تو نے میرے ساتھ کیا کیا خوئے خسیس سے

من ترا ماہے نہادم در کنار
میں نے تیری آغوش میں ایسا چاند رکھدیا

کہ غروبش نیست تا روز شمار
کہ قیامت تک اسکو غروب نہ ہوگا

در جزائے آن عطائے نور پاک
تو نے اس نور پاک کی عطا کی عوض میں

تو زدی در دیدۂ من خار و خاک
میری آنکھ میں خار اور خاک جھونکدیا

من ترا بر چرخ گشتہ نردبان — تو شدہ در حرب من تیر و کمان

میں تو تیرے لئے چرخ پر نردبان ہو گیا — تو میرے حرب میں تیر و کمان

درد غیرت آمد اندر شہ پدید — عکس درد شاہ اندر وے رسید

شاہ میں درد غیرت پیدا ہوا — درد شاہ کا عکس اس میں پہونچا

مرغ دولت در عتابش بر طپید — پردۂ آں گوشہ گشتہ بر درید

مرغ دولت اس کے عتاب کے سبب متحرک ہوا — اس گوشہ گشتہ کے پردہ کو اس نے پھاڑا

چوں دروں خود بدید آں خوش پسر — در سیہ کاری خود کردہ اثر +

جب اپنا باطن اس اچھے لڑکے نے — اپنی سیہ کاری سے اثر کیا ہوا دیکھا۔

آں وظیفہ لطف و نعمت گم شدہ — خانہ شادی او پر غم شدہ

وہ روزینہ لطف و نعمت کا گم ہو گیا — اسکی خوشی کا گھر پر غم ہو گیا

باخود آمد او ز مستی عقار — زاں گنہ گشتہ سرش خانہ خمار

وہ ہوش میں آیا مستی شراب سے — اس گناہ سے اس کا سر بھی خمار ہوا ہوا تھا۔

ہر کہ خود بینی کند در راہ دوست — مغز را بگذاشت کلی دید پوست

جو شخص طریق محبوب میں خود بینی کرے — اس نے مغز کو چھوڑ دیا اور بالکلیہ پوست دیکھا

دشمن من در جہاں خود بیں مباد — زانکہ از خود بیں نیاید جز فساد

میرا دشمن بھی جہان میں خود بیں نہ ہو — کیونکہ خود بیں سے بجز فساد کے کچھ نہیں ظہور میں آتا

مے ازاں آمد حرام اندر جہاں — کہ خوری خود بیں شوی اندر زماں

شراب اسی لئے جہان میں حرام ہوئی ہے — کہ اسکو پی کر فوراً تو خود بیں ہو جاتا ہے

بہتر از خود در تصور نایدت
اپنے سے بہتر تیرے خیال میں کوئی نہیں آتا

وین ہمہ از نفس خود بین زایدت
اور یہ سب نفس خودبین سے تیرے اندر پیدا ہوتا ہے

آنکہ با خود می خورد مے با خودست
جو شخص اپنی ساتھ شراب پیتا ہے وہ باخود ہے

اینچنین میخوار خوار و مرتدست
ایسا شراب خوار ذلیل اور مرتد ہے

ہر کہ با او می خورد بادش حلال
جو شخص اُسکی ساتھ شراب پیتا ہے اسکو حلال ہے

وانکہ بے او دم زند بادش وبال
اور جو شخص بدون اسکے دعوی کرے اسکے لئے وبال ہے

چونکہ با او می خورد از جام ہو
جب وہ اسکے ساتھ شراب پیتا ہے جام حق سے

چشم بکشایم بہ بینم روے او
میں آنکھ کھولتا ہوں اُسکا جمال دیکھتا ہوں

بعد ازاں از خود بکلی بگسلم
اس کے بعد اپنے سے بالکلیہ منقطع ہوجاتا ہوں

ہم ز مے خوردن شود ایں حاصلم
شراب پینے سے میرا حاصل یہ ہے

ایکہ میخواہی کہ از خود بگسلی
اے شخص کہ اپنے سے منقطع ہونا چاہتا ہی

تا کے اندر بند ایں جان و دلی
تو کب تک اس جان و دل کی قید میں ہے

جان بجاناں واگذار اے جان من
جان محبوب کو سپرد کردے اے میری جان

تا بہ بینی یار دل رنجان من
تاکہ تو میرے یار دل رنجان کا جمال دیکھے

دل بدلدار دہ و آزاد شو
دل دلدار کو دیدے اور آزاد ہوجا

غمخور او باش وازوے شاد شو
اُس کا غم کھایا کر اور اس سے خوش رہ

نفس خود بر خود مگرداں چیر تو
اپنے نفس کو اپنے اوپر غالب مت کر

زود او را باز گیر از شیر تو
جلد اسکو دودھ سے علیحدہ کر

ہر چہ ہست آں مستے دارد یقیں
خواہ شیر و خواہ خمر و انگبیں

جو چیز ہے وہ یقیناً کچھ مستی رکھتی ہے
خواہ وہ شیر ہو خواہ خمر ہو خواہ انگبیں ہو

مستیِ گندم بداں اے آدمی
کہ بکرد آں آدمے را اعجمی

گندم کی مستی کو جان لے اے آدمی
کہ اس نے آدم علیہ السلام کو ناواقف بنا دیا

خورد گندم حلہ زو بیروں شدہ
خلد بروے بادیہ و ہاموں شدہ

انھوں نے گندم کھالیا حلہ ان سے علیحدہ ہو گیا
خلد ان پر دشت اور صحرا ہو گیا

دید کاں شربت ورا بیمار کرد
زہر آں ما و منی ہا کار کرد

اس نے دیکھا کہ اس شربت نے اسکو بیمار کر دیا
اس ماؤمن کا زہر کام کر گیا

جان چوں طاؤس در گلزار ناز
ہمچو جغدے شد بویرانہ مجاز

روح جو مثل طاؤس کے تھی گلزار ناز میں
مثل جغد کے ہو گئی ویرانۂ مجاز میں

ہمچو آدم دور ماند او از بہشت
در زمیں میراند گاوے بہر کشت

مثل آدم علیہ السلام کے وہ بہشت سے دور رہ گیا
جو کہ زمین میں کھیتی کے بیل کو چلاتے تھے

اشک میراند او کہ اے ہندوی زاؤ
شیر را کردی اسیر دم گاؤ

وہ آنسو چلانے لگا کہ اے چور اور اے معمار
تو نے شیر کو دم گاؤ کا اسیر کر دیا۔

کردۂ اے نفس بد بارد نفس
بے حفاظی باشہ فریادرس

اے نفس خبیث سرد سخن تو نے
شاہ فریادرس کے ساتھ حفظ حق نہ کیا

دام بگزیدی ز حرص گندمے
بر تو شد ہر گندم او کژدمے

تو نے جال کو اختیار کیا حرص گندم سے
تجھ پر ہر گندم ایک کژدم ہو گیا

در سرت آمد ہوائے ماومن
تیرے دماغ میں ماومن کی ہوا بھر گئی
قید بین بر پائے خود پنجاہ من *
اپنے پاؤں پر پچاس من کی قید دیکھ لے

نوحہ میکرد ایں نمط بر جان خویش
اس طرح سے اپنی جان پر نوحہ کرتا تھا
کہ چرا گشتم ضد سلطان خویش
کہ میں اپنے سلطان کا مخالف کیوں ہو گیا۔

آمد او با خویش و استغفار کرد
وہ ہوش میں آیا اور استغفار کیا
با انابت چیز دیگر یار کرد
توبہ کے ساتھ دوسری چیز کو بھی منضم کیا

درد کان از وحشت ایماں بود
جو درد کہ وحشت ایمان سے ہو
رحم کن کان درد بیدرماں بود
رحم کر کیونکہ وہ درد لا علاج ہوتا ہے

مر بشر را خود مبا جامہ درست
بشر کا جامہ درست ہی نہ ہو
چوں رہید از صبر در حین صدر جست
وہ جہاں صبر سے چھوٹا فوراً صدر مقام ڈھونڈنے لگتا ہے

مر بشر را پنجہ و ناخن مباد
بشر کے پاس پنجہ اور ناخن ہی نہ ہو
کو نہ دین اندیشد آنگہ نے سداد
کیونکہ وہ دین کا خیال کرتا ہے نہ راستی کا

آدمی اندر بلا کشتہ بہ است
آدمی بلا میں رہا ہوا اچھا ہے
نفس کافر نعمت ست و گمرہ است
نفس ناسپاس نعمت ہے اور گمراہ ہے

نفس کافر خود ہمی ندہد اماں
نفس کافر خود ہی امان نہیں دیتا
گشت طاغی چونکہ فارغ شد زناں
جب روٹی سے بھی بے فکر ہو جاوے تب تو پورا سرکش ہو جاتا ہے

آدمی خود مبتلا بہتر بود
آدمی مبتلا اچھا رہتا ہے
زانکہ زار و عاجز و مضطر بود
کیونکہ وہ زار اور عاجز اور مضطر رہتا ہے

جب سلم ہوگیا بدون بیع وشراء کے ۔ باطن شاہ سے اُس کے باطن میں (روحانی) روزینہ (جری بکسر اول وفتح ثانی والف مقصورہ وظیفہ یعنی فیوض وبرکات باطنی شاہزادہ پر فائض ہونے لگے اور ظاہر ہے کہ یہ محل بیع وشری نہیں) وہ نورِ جان شاہ سے غذا کھاتا تھا (اور) اُس کا ماہِ جان ایسا ہوگیا تھا جیسا خورشید سے ماہ روزینہ روحی شاہ بے نظیر سے دمبدم اُسکی جان مست میں پہونچتا تھا (مست کہنا بوجہ ورود سکر کے) وہ (غذا) نہیں جسکو نصرانی اور مشرک کھاتے ہیں (کہ وہ غذائے جسمانی ہے بلکہ) اُس غذا سے کہ اُسکو ملک کھاتے ہیں (یعنی غذائے روحانی پس) اُس (شہزادہ) نے اپنے اندر (بوجہ حصول کمالات کے ایک) استغناء دیکھا (اور اُس) استغناء سے ایک طغیان ظاہر ہوا کہ کیا میں شاہ بھی اور شاہزادہ بھی نہیں ہوں (پھر) کیوں اپنی عنان اس بادشاہ کو میں نے دی رکھی ہے (اور) جب میرا ایک چاند بالنور طلوع ہوچکا ہے پھر میں ایک غبار کا تابع کیوں ہوں (یعنی دوسرے کے قلب سے جو شعاع پہونچیگی کہ وہ میرے چاند کے سامنے بمنزلۂ غبار ہے میں اُس کا کیوں اتباع کروں) پانی میری نہر میں (موجود) ہے اور (اب) وقت ناز (اور استغناء) کا ہے (پھر) میں کہ بے نیاز ہوں غیر کا ناز کیوں اٹھاؤں میں سر کیوں باندھوں جب دردِ سر نہ رہا (یعنی امراض باطنی زائل ہوگئے پھر استفادہ عن الشیخ جو کہ اُسکا علاج تھا کیوں کروں اور) روئے زرد اور چشم تر کا وقت نہیں رہا (یہ بھی لوازم مرض سے ہے اور) میں جب شکر لب اور ماہ رخسار ہوگیا ہوں تو (اپنی) دوسری دکان (الگ) کھولنا چاہیئے (یعنی اب میں خود شیخ ہوکر رہ سکتا ہوں سب کا حاصل یہ کہ اب استفادہ میں شیخ کا محتاج نہ رہنا ہے غرض) اس انانیت سے جب نفس بڑھنا شروع ہوا تو لاکھوں بکواس (دل میں) بکنا شروع کیا (مولانا فرماتے ہیں کہ) حرص وحسد سے اُس طرف (یعنی آگے نکل کر اگر) صدہا بیابان (بھی) ہوں (مگر) وہاں تک بھی نظرِ بد پہونچ جاتی ہے (یعنی بعد تہذیب اخلاق بھی اندیشہ ہے فسادِ حال کا اور یہ نظرِ بد عُجب وخود بینی ہے جو اپنی ہی نظر ہے پس سالک کو بفکر نہ رہنا چاہیئے اور ہر وقت یہ پیش نظر رکھے ؎

	بے عنایات حق وخاصان حق	گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

پھر قصہ ہے کہ بادشاہ کو کشف سے اسکی خبر ہوگئی کیونکہ) بادشاہ کا دریا (یعنی قلب) کہ ہر پانی (یعنی طالبین تابعین متعلقین) کا مرجع وہ ہی کیونکر نہ جانیگا جو کہ سیل اور نہر میں ہے (یعنی صاحب بصیرت کو بوجہ اس کے کہ اپنے متعلقین کی طرف توجہ ہوتی ہی جو سبب ہے کشف کا اُن کی ایسے حالات عیاناً یا وجداناً مکشوف ہوجاتے ہیں) بادشاہ کے قلب کو اُس کے (اس) خیال سے تکلیف ہوئی (یعنی) اُسکی عطائے جدید کی ناسپاسی سے تکلیف ہوئی اور اپنے دل میں) کہا کہ آخر خسیس بے ادب یہی ہے سزا عطا کی سزا تھی عجیب بات ہے میں نے تو تیرے ساتھ کیا کیا اس گنجِ نفیس سے (اور) تو نے میرے ساتھ کیا کیا خوئے خسیس سے میں نے تیری آغوش میں ایسا چاند رکھ دیا کہ قیامت تک (بھی) اُسکو غروب نہوگا (مراد قلب منور اور) تو نے اُس نورِ پاک کی عطا کے عوض میں میری آنکھ میں خار اور خاک جھونک دیا (یعنی ناسپاسی سے صدمہ پہونچایا) میں تیرے لئے چرخ (یعنی عالم علوی) پر نردبان ہوگیا (اور) تو میرے حرب میں تیر وکمان (ہوگیا غرض) شاہ میں دردِ غیرت پیدا ہوا (غیرت اس پر کہ باوجود مجھسے فیض لینے کے اپنے کو بے نیاز سمجھتا ہے اور ایسی بڑی نعمت کی ناسپاسی کرتا ہے

اور اس) درد شاہ کا عکس (اور اثر) اُسمیں پہونچا (یعنی اُس کے اندر اس کا ضرر ظاہر ہوا اور وہ یہ کہ) مرغ دولت (باطنی) اُس (بادشاہ) کے عتاب کے سبب (آشیانہ قلب شاہزادہ سے) متحرک ہوا (اور) اُس گوشہ گرشتہ (یعنی متفرد عن الشیخ) کے پردہ (قلب) کو اُس (مرغ) نے پھاڑا (اور اوڑ گیا) جب اپنا باطن اُس اچھے لڑکے نے اپنی سیہ کاری سے اثر کیا ہوا دیکھا (کہ) وہ روزینہ لطف و نعمت کا گم ہوگیا (اور) اُسکی خوشی کا گھر پُر غم ہوگیا (تب) وہ ہوش میں آیا مستی شراب عجب سے (اور) اُس گناہ سے اُس کا سر پُر خمار ہوا ہوا تھا (مولانا فرماتے ہیں کہ) جو شخص طریق محبوب میں خود بینی کرے اس نے مغز کو چھوڑ دیا اور (بالکلیہ پوست دیکھا (یعنی حقیقت اُسکی نظر سے محجوب ہوگئی) میرا دشمن بھی جہان میں خود بین نہ ہو مطلب یہ کہ دشمن جس کے لئے انسان طبعًا برائی چاہتا ہے مگر یہ خود بینی ایسی برائی ہے کہ میں اپنے دشمن کے لئے اسکو گوارا نہیں کرتا) کیونکہ خود بیں (آدمی) سے بجز فساد کے کچھ نہیں ظہور میں آتا۔ شراب اسی لئے جہان میں حرام ہوئی ہے کہ اُسکو پیکر فورًا تو خود بیں ہوجاتا ہے (یعنی اُس کے پینے کے بعد) اپنے سے بہتر تیرے خیال میں کوئی نہیں آتا اور یہ سب نفس خود بین سے تیرے اندر پیدا ہوتا ہے (یہ حکمت حرمت خمر کی قرآن مجید سے مستنبط ہوسکتی ہے قال تعالیٰ انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر الآیہ اور عداوت اور بغضاء کا منشا اکثر خود بینی ہے کہ اپنے کو اوروں سے زیادہ مال کا مستحق سمجھے یا جاہ کا و مثل ذلک آگے ایک شبہ کا جواب ہے وہ یہ کہ بعض اوقات اہل اللہ سے بھی کلمات موہمۂ عُجب و دعوی خواہ از قبیل شطحیات یا کسی خاص کے خطاب میں صادر ہوتے ہیں اسکی کیا وجہ جواب دیتے ہیں کہ منشا دعوے کا ہمیشہ مستی ہوتی ہے لیکن تم اپنی مستی عجب و کبر پر اُن کی مستی حال یا مستی غیرت دین کو قیاس مت کرو دونوں میں فرق ہے چنانچہ اسی کو فرماتے ہیں کہ) جو شخص اپنی (خودی کے) ساتھ شراب (انانیۃ کی) پیتا ہے وہ باخود ہے (اور) ایسا شراب خوار ذلیل اور مرتد (طریقت) ہے (جیسا شہزادہ شیخ سے پھر گیا اور) جو شخص اُس کے ساتھ (یعنی مع الحق ہوکر) شراب (انانیۃ) پیتا ہے اُسکو حلال ہے اور جو شخص بدون اُس (کی معیت) کے دعویٰ (انانیۃ کا) کرے اُس کے لئے وبال ہے (عبر عن الاخبار بالانشاء مطلب یہ کہ اہل اللہ کا دعویٰ نفس سے نہیں ہوتا بلکہ وہ ناطق بالحق ہوتے ہیں بمنزلہ حاکی عن الحق کے کما ورد کنت سمعہ وبصرہ الخ) جب وہ اس (کی معیت) کے ساتھ شراب (انانیت کی) پیتا ہے جام حق سے (وہ بزبان حال یوں کہہ رہا ہے کہ) میں آنکھ کھولتا ہوں (اور) اُس (محبوب) کا جمال دیکھتا ہوں (یعنی مورد تجلیات حق ہوجاتا ہوں اور) اس کے بعد اپنے سے بالکلیہ منقطع ہوجاتا ہوں (یعنی فانی فی الحق ہوجاتا ہوں اور) شراب پینے سے (یعنی دعوی انانیت سے) میرا حاصل یہ (مقام) ہے (مطلب وہی جو ابھی لکھا گیا کہ میرے دعوی انانیت کا حاصل اور منشا یہ ہے کہ میں مورد تجلیات و فانی ہوں آگے اس مرتبہ کی ترغیب دیتے ہیں کہ) اے شخص کہ اپنے سے منقطع ہونا چاہتا ہے تو کب تک اس جان و دل کی قید میں ہے جان محبوب کو سپرد کردے اے میری جان تاکہ تو میرے یار دل رنجان کا جمال دیکھے (دل رنجان سے مراد ہے رنج عشق دہندہ دل اور) دل دلدار کو دیدے اور آزاد ہوجا (اور) اُس کا غم کھایا کر اور اُس سے خوش رہ (حاصل یہ کہ منقاد للحق بدرجۂ فنا رہو آگے فرماتے ہیں کہ منقاد للنفس مت ہو یعنی) اپنے نفس کو اپنے اوپر غالب مت کر (اور) جلدی اُسکو

(لذات دنیویہ کے) دودھ سے علیحدہ کر (مثل فطام طفل کے آگے یہ بتلاتے ہیں کہ دودھ سے مراد وہ ہے جس سے خود بینی کی مستی پیدا ہو خواہ مباح ہو مثل شیر و شہد کے یا غیر مباح مثل خمر کے سب کو چھوڑ اول کو انہماکاً ثانی کو مطلقاً یعنی) جو چیز (مرغوبات نفس سے) ہے وہ یقیناً کچھ مستی رکھتی ہے خواہ وہ شیر ہو خواہ خمر ہو خواہ انگبیں ہو (چنانچہ) گندم کی مستی کو جان لے اے آدمی کہ اس نے آدم علیہ السلام کو ناواقف بنادیا (پس یاد رآدمے واقعہ مصرعہ ثانیہ مجدول باشد) انھوں نے گندم کھالیا حلہ (بہشتی) ان سے علیحدہ ہوگیا (اور) خلد ان پر دشت اور صحرا ہوگیا آگے پھر قصہ ہے کہ اس (شہزادہ) نے دیکھا کہ اس شربت (خود بینی لذیذ) نے اسکو بیمار کردیا (اور) اس ماؤمن کا زہر کام کرگیا (اور اسکی) روح جو مثل طاؤس کے تھی گلزار نازمیں مثل جغد کے ہوگئی ویرانۂ مجاز (یعنی دنیا یا حالت متنزلہ) میں مثل آدم علیہ السلام کے وہ بہشت سے دور رہ گیا جو کہ زمیں میں کھیتی کے بیل کو چلاتے تھے (کما رواہ اہل السیر مطلب یہ کہ کیفیات روحانی سے علائق جسمانی میں آگرا بس) وہ آنسو چلانے لگا (اور اپنے نفس سے کہا) کہ اے چور (جو میرے اندر چھپا ہوا تھا) اور اے معمار (جس نے خیالات فاسدہ کی تعمیر بنا کر کھڑی کردی کذا فی الغیاث فی معنی ہندو و معنی زاؤ) تو نے شیر کو (یعنی مجھکو) دم گاؤ (یعنی علائق جسمانیہ) کا اسیر کردیا اے نفس خبیث سرد سخن (کہ تیرے اس کلام نفسانی میں کوئی گرمی درونق نہ تھی) تو نے (اس) شاہ فریادرس (و دستگیر) کے ساتھ حفظ حق نکیا تو نے جال (بلائے زوال حال) کو اختیار کیا حرص گندم سے (یعنی لذت عجب سے) تجھپر ہر گندم ایک کژدم ہوگیا تیرے دماغ میں مادمن کی ہوا بھر گئی اپنے پانوں پر بچاس من کی قید دیکھ لے (جس سے رفتار ترقی باطن کی رک گئی غرض) اس طرح سے اپنی جان پر توجہ کرتا تھا کہ میں اپنے سلطان کا مخالف کیوں ہوگیا (اور اب) وہ ہوش میں آیا اور استغفار کیا (اور) توبہ کے ساتھ دوسری چیز کو بھی منضم کیا (ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مراد اس سے خود بادشاہ سے معاف کرانا ہے چونکہ معاف کرانے میں ذکر بھی کرنا ضروری ہے اور وہ ایسی حالت میں کہ باطن ہی میں خطا ہوئی ہے سخت دشوار ہے شاید مولانا نے عدم ذکر سے اسکی تعذر ذکر کی طرف اشارہ کیا ہو کہ تعذر سبب ہوجاتا ہے عدم ذکر کا واللہ اعلم آگے مولانا فرماتے ہیں کہ) جو درد کہ وحشت ایمان سے ہو (اے مخاطب اسیر) رحم کر (یعنی وہ واجب الرحم ہے) کیونکہ وہ درد لاعلاج (یعنی متعسر العلاج و بطیئ البرء) ہوتا ہے (وھذا مشاھد ایمان سے مراد ایمان کامل یعنی عرفان و فیضان اور وحشت سے مراد وحشتے کہ در مقدمۂ ایں ایمان بود یعنی از سلب ایں عرفان و فیضان باشد اور یہ وحشت اسقدر شدید ہوتی ہے کہ اگر کوئی شیخ کامل فوراً دستگیری نہ کرے تو اختلاف طبائع سے کبھی تو غم خفیف ہو کر حجاب شدید ہوتا چلا جاتا ہے حتی کہ بعضوں نے ایمان ہی کو جواب دیدیا نعوذ باللہ من الحور بعد الکور تفصیل اقسام حجاب کی احقر نے فوائد الفواد سے تعلیم الدین میں لکھی ہے جسکا اول مرتبہ اعراض اور آخری مرتبہ عداوت ہے اور کبھی اگر غم خفیف نہ ہوا تو خودکشی وغیرہ کی نوبت آجاتی ہے اور علاج اسکا صرف شیخ کامل کی تدبیر مناسب ہے آگے بعد ذم عجب بالکمال کے مذمت عجب بالمال وغیرہ اور فقدان اسباب عجب کے قابل قدر ہونے کا مضمون ہے یعنی فرماتے ہیں کہ) بشر کا جامہ (یعنی سامان دنیا) درست ہی نہ ہو (کم سامانی میں رہنا اچھا ہے کیونکہ) وہ جہان صبر (کی حالت) سے (یعنی کم سامانی سے کہ وہ محل صبر ہے) چھوٹا

فوراً صدر مقام (یعنی علو) ڈھونڈنے لگتا ہے (اور مراد اکثر بشر ہیں اور) بشر کے پاس پنجہ اور ناخن ہی نہ ہو (یہ ایسا مضمون ہے جیسے ہماری محاورات میں بولتے ہیں خدا گنجے کو ناخن نہ دی) کیونکہ وہ (پھر) دین کا خیال کرتا ہے نہ راستی کا آدمی بلا میں رہا ہوا اچھا ہے (کیونکہ نفس ناسپاس نعمت ہے اور گمراہ ہے نفس کافر عین الکفران) خود (یعنی بے ساماں ہی (صاحب نفس کو) امان نہیں دیتا (اور اوپر سے) جب روٹی سے بھی بےفکر ہو جاوے تب تو پورا سرکش ہو جاتا ہے (بس) آدمی (بلائے فقر وغیرہ میں) مبتلا اچھا رہتا ہے کیونکہ وہ (اس حالت میں) زار اور عاجز اور مضطر رہتا ہے (اور عجز وزاری کے ہوتے ہوئے مفاسد لازمہ و متعدیہ سب کم ہوتے ہیں بخلاف اجتماع اسباب طغیان کے اس سے طغیان اکثر مسبب ہو جاتا ہے جیسا آگے نمرود کا قصہ آتا ہے کہ اس کے لئے سامان سبب طغیان کا ہو گیا وھو کما قال تعالیٰ الم تر الی الذی حاج ابراهیم فی ربہ ان آتاہ اللہ الملک (الآیہ)۔

خطاب حق تعالیٰ بعزرائیل علیہ السلام کہ ترا رحم برکہ بیشتر آمد ازیں خلائق کہ قبض کردی جان ایشان را و جواب دادن او

حق بعزرائیل می گفت ای نقیب
حق تعالیٰ عزرائیل سے کہنے لگے اے سردار
برکہ رحم آمد ترا از ہر کئیب
تجکو تمام غمزدوں میں سے کس پر رحم آیا ہے

گفت بر جملہ دلم سوزد بدرد
انھوں نے عرض کیا سب ہی پر میرا دل درد سے سوختہ ہوتا ہے
لیک ترسم امر را اہمال کرد
لیکن حکم کے اہمال سے ڈرتا ہوں

تا بگویم کاشکے یزداں مرا
یہانتک کہ کہنے لگتا ہوں کہ کاش حق تعالیٰ مجکو
در عوض قربان کند بہر فتا
عوض میں قربان کردیں اس شخص کے لئے

گفت برکہ بیشتر رحم آمدت
فرمایا رب نے زیادہ کس پر تجکو رحم آیا ہے
از کہ دل پر سوز و بریاں ترشدت
کس شخص سے تیرا دل زیادہ پر سوز اور بریاں ہوا ہے

گفت روزے کشتے بر موج تیز
انھوں نے کہا ایک روز ایک کشتی موج تیز پر
من شکستم زامر تا شد ریز ریز
میں نے حکم سے توڑی یہانتک کہ وہ ریزہ ریزہ ہو گئی

پس بگفتی قبض کن جان ہمہ
پھر آپ نے فرمایا کہ سبکی جان قبض کرلے
جز زنے و طفلکے زان رمہ
بجز ایک عورت اور ایک طفل کے اس گروہ سے

ہر دو بر یک تختۂ درماندند
دونوں ایک تختہ پر رہ گئے
تختہ را آں موجہا می راندند
تختہ کو وہ موجیں چلاتی تھیں

چوں بساحل او فگند آں تختہ باد
جب کنارہ پر اس تختہ کو ہوا نے ڈالا
از خلاص ہر دو ام دل گشت شاد
تو دونوں کی خلاصی سے میرا دل خوش ہوا

باز گفتی جان مادر قبض کن
پھر آپ نے فرمایا ماں کی جان قبض کر
طفل را بگذار تنہا ز امر کن
لڑکے کو تنہا چھوڑ دے بسبب امر کن کے

چوں ز مادر بگسلیدم طفل را
جب ماں سے میں نے طفل کو قطع کیا
خود تو میدانی چہ تلخ آمد مرا
خود آپ جانتے ہیں کسقدر مجھکو تلخ معلوم ہوا

پس بدیدم دردہا تہائے زفت
پس میں نے دردہائے عظیم دیکھے
تلخی آں طفل از فکرم نرفت
اس طفل کی تلخی میری فکر سے نہ گئی

گفت حق آں طفل را از فضل خویش
حق تعالی نے فرمایا اس طفل کیلئے
موج را گفتم فگن در بیشۂ ایش
میں نے موج کو حکم دیا کہ اسکو ایک بیشہ میں ڈالدے

بیشۂ پر سوسن و ریحان و گل
ایک ایسی بیشہ میں جو سوسن اور ریحاں اور گل سے پُر تھا
پر درخت میوہ دار و خوش اکل
درخت میوہ دار اور خوش میوہ سے پُر تھا

چشمہائے آب شیریں زلال
آب شیریں زلال کے چشمے
پروریدم طفل را با صد دلال
میں نے طفل کو سو نازکے ساتھ پالا

صد ہزاران مرغ مطرب خوش صدا
لاکھوں مرغ مطرب خوش صدا نے

اندران روضہ فگندہ صد نوا
اس باغ میں سو آوازیں ڈال رکھی تھیں

بسترش کردم ز برگ نسترن
میں نے برگ نسترن سے اس کا بستر بنایا

کردم اورا ایمن از صدمہ فتن
اس کو صدمہ فتن سے مامون بنایا

گفتہ من خورشید را کورا مگز
میں نے خورشید کو حکم دیا کہ اسکو مت کاٹ

باد را گفتہ بر و آہستہ وز
ہوا کو کہا کہ اسپر آہستہ چل

ابر را گفتہ بر و باران مریز
ابر کو کہا کہ اسپر بارش مت برسا

برق را گفتہ بر و مگرائے تیز
برق کو حکم دیا کہ اسپر تیزی کے ساتھ میل مت کر

زین چمن اے دے میر آن اعتدال
اے ماہ دے اس چمن سے اعتدال مت سلب کرنا

پنجہ اے بہمن بریں روضہ ممال
اے بہمن اس باغ پر ہاتھ مت پھیرنا

کرامات شیخ شیبان راعی قدس اللہ سرہ

ہمچو آں شیبان کہ از گرگ عنید
مثل اس شیبان کے کہ گرگ معاند سے

وقت جمعہ بر رعا خط میکشید
جمعہ کے وقت مواشی پر خط کھینچ دیتے تھے

تا بروں نایدازاں خط گوسپند
تاکہ نہ تو اس خط سے باہر گوسفند جاوے

نے در آید گرگ و دزد با گزند
نہ گرگ اور دزد باگزند آوے

بر مثال دائرہ تعویذ ہود
بر مثال دائرہ حصار ہود علیہ السلام کے

کاندراں صرصر امان آل ہود
کہ اس صرصر میں وہ متعلقین کی پناہ تھا

هشت روزی اندریں خط تن زنید
آٹھ روز تک اس خط کے اندر خاموش رہو

وز بروں مثلہ تماشا می کنید
اور باہر مثلہ ہونے کا تماشا دیکھتے رہو

بر ہوا بردے فگندے بر حجر
خلا میں لیجاتی پتھر پر پھینکدیتی

تا دریدے لحم و عظم از ہمدگر
یہانتک کہ گوشت واستخواں ایک دوسرے سے جدا ہوجاتے

یک گرہ را بر ہوا برہم زدے
ایک گروہ کو خلا میں ایک دوسرے سے ٹکرادیتی

تا چو خشخاش استخواں ریزہ شدے
یہانتک کہ مثل خشخاش کے ہڈیاں چور ہوجاتیں

آں سیاست راکہ لرزید آسماں
اس سزا کی جس سے کہ آسمان لرزتا ہے

مثنوی اندر نگنجد شرح آں
مثنوی کے اندر گنجایش نہیں اُس کے بیان کی

گر بطبع ایں می کنی اے باد سرد
اے باد سرد اگر تو طبیعت سے ایسا کرتی ہے

گرد خط دائرہ آں ہود گرد
تو تو ہود علیہ السلام کے خط دائرہ کے گرد گھوم آ

ور بہ حرص ایں می کند گرگ نژند
اور اگر حرص سے گرگ خشمگین ایسا کرتا ہے

گو بیا در خط راعی کن گزند
تو کہہ کہ راعی کے خط کے اندر گزند کر

اے طبیعی فوق طبع ایں ملک بیں
ای طبعی طبیعت سے فوق یہ ملک دیکھ

یا بیا و محو کن از مصحف ایں
یا آ اور قرآن مجید سے اس کو محو کردے

مقریاں را منع کن بندے بنہ
قرارت والوں کو منع کردے قید رکھدے

یا معلم را بمال و سہم دہ
یا معلم کو گوشمالی دے اور ہراس دلا

عاجزی و خیرہ کایں عجز از کجاست
تو عاجز ہے اور متحیر ہے کہ یہ عجز کہاں سے ہے

عجز تو دانی ازاں روز جزاست
تیرا عجز خوب جان لے کہ اُس روز جزا سے ہے

عجزہا داری تو در پیش اے لجوج

تو بہت سے عجز درپیش رکھتا ہے اے معاند

وقت شد پنہانیاں را نک خروج

اب پنہاں چیزوں کے خروج کا وقت ہوا ہے

خرم آنکہ عجز و حیرت قوت اوست

وہ شخص مبارک ہے کہ عجز اور حیرت اس کی غذا ہے

در دو عالم خفتہ اندر ظل دوست

دونوں عالم میں ظل دوست میں سویا ہے

ہم در اول عجز خود را او بدید

اس نے اول ہی میں اپنے عجز کو دیکھ لیا

مردہ شد دین عجائز را گزید

مردہ ہوگیا عجائز کے دین کو اختیار کیا

چون زلیخا یوسفش بر وے بتافت

مثل زلیخا کے اسکے یوسف نے اسپر جلوہ کیا

از عجوزی در جوانی راہ یافت

اس نے عجوزی سے جوانی میں راہ پائی

زندگی در مردن و در محنت ست

زندگی موت اور مجاہدہ میں ہے

آب حیوان در درون ظلمت ست

آب حیات ظلمت کے اندر ہے

قصۂ پروردن حق تعالی نمرود را بے واسطۂ مادر و دایہ در طفلی

حاصل آن روضہ چو جان عارفان

حاصل یہ کہ وہ باغ مثل روح عارفین کے

از سموم و صرصر آمد در امان

سموم اور صرصر سے امن میں رہا

یک پلنگے بچہ نو زادہ بود

ایک چیتے نے نیا بچہ جنا تھا

گفتم او را شیر دہ طاعت نمود

میں نے اسکو حکم دیا اسکو دودھ دے اطاعت کی

پس بدادش شیر و خدمتہاش کرد

پس اسکو دودھ دیا اور اسکی بہت سی خدمتیں کیں

تا کہ بالغ گشت و زفت و شیر مرد

یہانتک کہ بالغ ہوگیا اور فربہ اور شیر مرد

چوں فطامش شد بگفتم با پری | تا در آموزید نطق و داوری

جب اُسکے دودھ چھڑانیکا وقت آیا تو میں نے جنات کو حکم دیا | کہ بولنا اور حکومت کرنا سکھلاؤ

پرورشش دادم مر او را زاں چمن * | کہ بگفت اندر نگنجد فن من *

اُسکو میں نے اُس چمن سے پرورش دی | کیونکہ میرا فن گفتگو میں نہیں آتا

دادہ من ایوب را مہر پدر | بہر مہمانی کرماں بے ضرر

میں نے ایوب علیہ السلام کو باپ کی سی محبت دی تھی | کیڑوں کی مہمانی کیلئے بدون ضرر پہونچانیکے

دادہ کرماں را بر و مہر ولد | بر پدر من اینت قدرت اینت ید

کیڑوں کو اُن پر اولاد کی سی مہر باپ پر دی تھی | عجیب قدرت ہے عجیب تصرف ہے

مادراں را مہر من آموختم | چوں بود شمعے کہ من افروختم

ماؤں کو محبت میں نے سکھلائی ہے | کیسی شمع ہوگی جسکو میں نے روشن کیا ہو

صد عنایت کردم و صد رابطہ | تا ببیند لطف من بے واسطہ

میں نے صدہا عنایت اور صدہا علاقے کئے | تاکہ وہ میرا لطف بے واسطہ دیکھے

تا نباشد از سبب در کشمکش | تا بود ہر استعانت از منش

تاکہ وہ سبب سے کشمکش میں نہ رہے | تاکہ اُسکی ہر استعانت میری طرف سے ہو

تا خود از ما ہیچ عذرے نبودش | شکوہ نبود ز ہر یار بدش

تاکہ خود ہماری طرف سے اُسکو کوئی عذر نہ رہے | ہر یار بد سے اُس کو شکوہ نہ رہے

ایں حضانت دید با صد رابطہ | کہ بپروردم ورا بے واسطہ

اُس نے یہ پرورش دیکھی صدہا علاقوں کی ساتھ | کہ میں نے اُسکو بلاواسطہ پرورش کیا

شکر او آں بود اے بندہ جلیل
اسکا شکریہ تھا اے بندہ جلیل

کہ شد او نمرود سوزندہ خلیل
کہ وہ نمرود سوزندہ خلیل ہوگیا

ہمچناں کیں شاہزادہ شکر شاہ
جسطرح کہ اس شاہزادہ نے شاہ کا شکر

کرد از استکبار و استکثار جاہ
استکبار و استکثار جاہ سے کیا

کہ چرا من تابع غیری شوم
کہ کس لئے میں غیر کا تابع ہوں

چونکہ صاحب ملک و اقبالے بوم
جبکہ میں صاحب ملک و اقبال ہوں

لطفہائے شہ کہ ذکر آں گذشت
شاہ کے الطاف جنکا ذکر گزر چکا ہے

از تبختر بر دلش پوشیدہ گشت
تبختر کے سبب اس کے دل پر پوشیدہ ہوگئے

ہمچناں نمرود آں الطاف را
اسی طرح نمرود نے اُن الطاف کو

زیر پا بنہادہ از جہل و عمی
زیر پا رکھدیا جہل اور کوری سے

ایں زماں کافر شدہ رہ میزند
وہ اسوقت کافر ہوا ہے اور رہزنی کرتا ہے

کبر و دعوائے خدائی میکند
کبر اور دعویٰ خدائی کرتا ہے

رفت سوئے آسماں با جلال
آسمان باجلال کی طرف چلا ہے

باسہ کرگس تا کند با من قتال
تین کرگس کے ذریعہ سے تاکہ میری ساتھ قتال کرے

صد ہزاراں طفل بے تلویم را
لاکھوں طفل غیر قابل ملامت کو

کشت وی تا یابد ابراہیم را
اُس نے قتل کردیا تاکہ ابراہیم علیہ السلام اُسکو ملجاویں

کہ منجم گفت اندر حکم سال
کیونکہ منجم نے کہدیا تھا سال کے احکام میں

زاد خواہد دشمنے بہر قتال
ایک دشمن قتال کیلئے پیدا ہوگا

هین بکن در دفع آں خصم احتیاط
ہاں اُس خصم کے دفع میں احتیاط کر

ہر کہ می زائید می کشت از خباط
جو پیدا ہوتا تھا وہ اُسکو خبط سے قتل کر دیتا تھا

کوری او رست طفل وحی کش
اُس کی ناکامی کے ساتھ طفل جالب وحی

ماند خونہائے دگر در گردنش
بچا رہا دوسرے ہزاروں خون اُسکی گردن پر رہے

از پدر یابید آں ملک اے عجب
وہ سلطنت باپ سے پائی تھی اے عجب

تا غرورش داد ظلمات نسب
جس سے اُسکو ظلمات نسب نے دھوکا دیدیا!

دیگراں را گر ام واب شد حجیب
اگر دوسروں کیلئے ماں اور باپ حجاب ہوگئے ہوں

او ز بابا یابید گوہر ہا بجیب
تو اُس نے تو ہم سے بہت سے موتی جیب میں پائے ہیں

گرگ درندہ است نفس بد یقیں
نفس بد یقیں گرگ درندہ ہے

چہ بہانہ می نہی بر ہر قریں
تو ہر قریں پر کیا بہانہ رکھتا ہے

در ضلالت ہست صد کل را کلہ
ضلالت میں سو گنجوں کی ٹوپی ہے

نفس زشت کفرناک پر سفہ
نفس زشت کفرناک پر سفاہت

زیں سبب می گویم اے بندہ فقیر
میں اسی سبب سے کہتا ہوں اے بندہ فقیر

سلسلہ از گردن سگ بر مگیر
زنجیر کتے کی گردن سے مت نکال

گر معلم گشت ایں سگ ہم سگ ست
یہ سگ اگر تعلیم یافتہ بھی ہو گیا ہے تاہم سگ ہی ہے

باش ذلت نفسہ کو بد رگ ست
ایسا ہو کر رہ کہ جسکا نفس ذلیل ہے کیونکہ وہ بدرگ ہے

فرض می آری بجا گر طائفی
فرض کی بجا آوری کر رہا ہے

بر سہیلے چوں ادیم طائفی
اگر تو سہیل پر مثل چرم طائف کے آمد و رفت کر رہا ہے

تا سہلت واخرد از ننگ پوست | **تا شوی چوں موزہ ہم پای دوست**

تاکہ سہیل تجھکو ننگ پوست سے خلاصی دیدے | تاکہ مثل موزہ کے تو دوست کے قدم کا قرین ہو جاوے

جملہ قرآن شرح خبث نفسہاست | **بنگر اندر مصحف آں چشمت کجاست**

تمام قرآن خبث نفوس کی شرح ہے | قرآن میں دیکھ لے تیری وہ آنکھ کہاں ہے

ذکر نفس عادیاں کالت بیافت | **در قتال انبیا مومی شگافت**

عاد کے نفس کا ذکر جنھوں نے آلات پائے تھے | قتال انبیا میں موشگافی کرتے تھے

قرن قرن از نفس شوم بے ادب | **ناگہاں اندر جہاں میزد لہب**

ہر ہر قرن میں نفس شوم بے ادب سے | ناگہاں عالم میں شعلہ بھڑکتا تھا

(ربط اوپر بیان ہوا ہے کہ ذکر ہے طغیان نمرود کا اسباب دنیا سے اور اسکی ناسپاسی کا باوجود حق تعالیٰ کے نعم عظیمہ کے یعنی) حق تعالیٰ عزرائیل سے کہنے لگے ای سردار (لبعض فرشتوں کے قی المنتخب نقیب ہم) تجھکو تمام غمزدوں میں سے کس پر رحم آیا ہے انھوں نے عرض کیا سبھی پر میرا دل درد سے سوختہ ہوتا ہے لیکن حکم کے اہمال (و عدم امتثال) سے ڈرتا ہوں (اور دل) یہاں تک (سوختہ ہوتا ہے) کہ (کبھی دل میں) کہنے لگتا ہوں کہ کاش حق تعالیٰ مجھکو عوض میں قربان کر دیں اس شخص کیلئے. فرمایا سب سے زیادہ کس پر تجھکو رحم آیا ہے (اور) کس شخص سے تیرا دل زیادہ پر سوز اور بریاں ہوا ہے انھوں نے کہا ایک روز ایک کشتی موج تیز پر میں نے حکم سے توڑی یہاں تک کہ وہ ریزہ ریزہ ہو گئی پھر آپنے فرمایا کہ سب کی جان قبض کر لے بجز ایک عورت اور ایک طفل کے اُس گروہ سے دونوں ایک تختہ پر رہ گئے تختہ کو وہ موجیں چلاتی تھیں جب کنارہ پر اُس تختہ کو ہوا نے ڈالا تو دونوں کی خلاصی سے میرا دل خوش ہوا پھر آپنے فرمایا ماں کی جان قبض کر لڑکے کو تنہا چھوڑ دی بسبب امر کن کے جب ماں سے میں نے طفل کو قطع کیا خود آپ جانتے ہیں کسقدر مجھکو تلخ معلوم ہوا بس میں نے (ماں کی جان قبض کرنے کے وقت اپنے دل میں) درد اور ماتمہائے عظیم دیکھے (اور) اُس طفل کی تلخی میری فکر سے نہ گئی حق تعالیٰ نے فرمایا اُس طفل کیلئے میں نے موج کو حکم دیا کہ اُسکو ایک بیشہ میں ڈالدے (یعنی) ایک ایسے بیشہ میں جو سوسن و ریحان اور گل سے پُر تھا (اور) درخت میوہ دار اور خوش میوہ سے پر تھا (اور اُس میں) آب شیریں زلال کے چشمے (تھے اور) میں نے طفل کو سو ناز کے ساتھ پالا (اور) لاکھوں مرغ مطرب خوش صدا نے اُس باغ میں سو آوازیں ڈال رکھی تھیں (اور) میں نے برگ نسترن سے اُس کا بستر بنایا اُسکو صدمہ فتن سے مامون بنایا

ہیں نے خورشید کو حکم دیا کہ اسکو مت کاٹ ہوا کو کہا کہ اس پر آہستہ چل ابر کو کہا کہ اسپر بارش مت برسا برق کو حکم دیا کہ اسپر تیزی کے ساتھ میل مت کر (اور موسم کو حکم دیا کہ) اے ماہ دے (ماہ دے ماگھ از شہور شتا کہ خزان کا مہینہ ہے) اس چمن سے اعتدال مت سلب کرنا (اور) اے بہمن (پھاگن کہ دے کے متصل ہی ہے) اس باغ پر ہاتھ مت پھیرنا (آگے تشبیہ کیلیے ایک قصہ ولی کا اور ایک قصہ نبی کا ہے کہ گرگ اور باز کو گزند پہونچانے سے منع فرمادیا تھا یعنی) مثل اس شیبان (راعی) کے کہ گرگ معاند سے (محفوظ رہنے کے لیے) جمعہ کے وقت مواشی پر خط کھینچدیتے تھے تاکہ نہ تو اس خط سے باہر گوسفند جاوے (اور) نہ گرگ اور دزد با گزند (اندر) آوے بر مثال دائرہ حصار ہود علیہ السلام کے کہ اس صرصر میں وہ (حصار) متعلقین (یعنی مومنین) کی پناہ تھا (اور فرمایا کہ) آٹھ روز تک اس خط کے اندر خاموش (بیٹھے) رہو اور باہر (عاد کے) مثلہ ہونے کا تماشہ دیکھتے رہو (مثلہ کے معنی قطع اطراف آگے بیان ہے مثلہ باد کا یعنی) خلا میں (وہ ہوا) لیجاتی (اور) پتھر پر پھینک دیتی یہانتک کہ گوشت و استخواں ایک دوسرے سے جدا ہوجاتے (اور) ایک گروہ کو خلا میں ایک دوسرے سے ٹکرادیتی یہانتک کہ مثل خشخاش کے ہڈیاں چور چور ہوجاتیں اس سزا کی جس سے کہ آسمان لرزتا ہے مثنوی کے اندر گنجایش نہیں اس کے بیان کی (آگے رد ہے اہل طبیعات پر جو ان آثار و افعال کو لازم ذات اشیا کہتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ) اے باد سرد اگر تو طبیعت (کے مقتضا) سے ایسا کرتی ہے (کہ عاد ہلاک ہورہے ہیں) تو تو ہود علیہ السلام کے خط دائرہ کے گرد گھوم آ (معلوم ہوجاویگا کہ وہ فعل طبعی ہے یا قسری کیونکہ اگر طبعی ہو تو ایک خط طبیعت کا کیسے مانع ہوگیا خطاب ہوا سے مقصود خطاب طبعی کو ہے) اور اگر حرص (طبعی سے) گرگ خشمگیں (کذا فی الغیاث احد معانی نژند) ایسا کرتا ہے تو (اس گرگ سے) کہہ کہ (شیبان) راعی کے خط کے اندر (جاکر) گزند کرا اے طبعی طبیعت سے فوق (اور خارج) یہ ملک دیکھ (اور ان آثار کے طبعی نہونیکا قایل ہوجا) یا آ اور قرآن مجید سے اس (قصہ) کو محو کردے (اور) قرأت والوں کو منع کردے (اور نیز) قید رکھدے یا معلم کو گوشمالی دے اور ہراس دلا (قرآن مجید میں گو خط کا ذکر نہیں لیکن اصل مدعا منصوص ہے ولما جاء امرنا نجینا هودا والذين امنوا معه برحمة منا خواہ خط ہو یا نہ ہو سب ایک ہی جگہ موجود کسی پر ہوا اثر کرے کسی پر نہ کرے دعوی طبعی کے ابطال کیلیے یہی کافی ہے مگر) تو (اس سے) عاجز ہے (کہ قرآن مجید سے محو کرسکے یا مقری و معلم کو سزا دینا اس محو کے لیے مفید ہوسکے کما قال تعالی انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون) اور (تو اس سے) متحیر (بھی) ہے کہ یہ عجز کہاں سے ہے (یعنی ان خوارق عادات ہادمۂ طبعیات کے نصوص کیلیے تدابیر طبعیہ کیوں مفید و کافی نہیں باوجودیکہ بہت سے مخالفین ملت بھی ہوئے اس عجز سے تجھکو حیرت ہے سو میں اس عجز کا سبب بتلاتا ہوں کہ) تیرا عجز خوب جان لے (حملا للخبر علی الانشار) کہ اس روز جزا سے ہے (یعنی اصل عجز کا زمانہ تو قیامت کا دن ہے کہ کسی کا کوئی ظاہری اختیار بھی اس دن نہ چلیگا لیکن جو اس روز ان عجزوں کو ظاہر کریں گے وہ کبھی کبھی یہاں بھی ان کا ظہور کردیتے ہیں جیسے اصل یوم جزا وہ دن ہے لیکن دنیا میں بھی کبھی کبھی کوئی جزا ظاہر ہوجاتی ہے پس مقصود ازاں روز جزاست سے بطور کنایہ کے انتقال کرنا ہے ازاں مالک روز جزاست کی طرف لان یوم الجزاء یستلزم مالکاله جیسا کنایہ میں ملزوم سے لازم کی طرف انتقال ہوتا ہے) تو بہت سے عجز در پیش رکھتا ہے اے معاند

اب پنہاں چیزوں کے خروج (وظہور) کا وقت (نزدیک) ہوا ہے (قال تعالیٰ اقتربت الساعۃ یہانتک اُس عجز کا ذکر تھا کہ باوجود کوشش مخالفت کے اُسمیں ناکامی رہی اسکو عجز مذموم کہنا چاہیئے آگے ایک دوسرے عجز کا ذکر ہے جو غایت موافقت کیلئے اپنے قدرت وارادہ کو فنا کردیا اور من کل الوجوہ حق تعالیٰ کی رضا کے تابع ہوگیا اسکو عجز محمود کہنا مناسب ہے، اسی طرح حیرت دو ہیں مذمومہ جو جہل سے سبب ہے کما ذکر فی قولہ عاجزی وخیرہ اور محمودہ جو کثرت علوم وتواتر تجلیات سے سبب ہے اوپر مذمومہ کا ذکر تھا آگے محمودہ کا ذکر ہے پس فرماتے ہیں کہ) وہ شخص مبارک ہے کہ عجز (محمود) اور حیرت (محمودہ) اُسکی غذا ہے (اور وہ) دونوں عالم میں ظل دوست میں سویا ہے (اور مرحوم ومقرب ہے) اس نے اول ہی میں اپنے عجز کو دیکھ لیا (اور احکام حق کے سامنے مثل) مردہ (کے) ہوگیا (اور) عجائز کے دین کو اختیار کیا (کہ اُن میں انقیاد واعتقاد کا مادہ غالب ہوتا ہے اس میں اشارہ ہے روایت مشہور علیکم بدین العجائز کی طرف جس کے لفظوں کا مقاصد حسنہ میں انکار کیا ہے اور معنی کو ثابت کہا ہے آگے اس فنا اور مشابہت بالعجائز کا ثمرہ بتلاتے ہیں کہ اگر اُس نے ایسا کیا تو سمجھ لو کہ) مثل زلیخا کے اُس (شخص) کے یوسف نے اُسپر جلوہ کیا (اور اُس نے عجوزی (کی صفت) سے جوانی (کی صفت) میں راہ پائی (اشارہ ہے بقاء بعد الفناء کی طرف پس) زندگی موت اور مجاہدہ میں ہے (جسطرح) آب حیات ظلمت کے اندر ہے (آگے پھر عود ہے قصہ نمرود کی طرف یعنی) حاصل یہ کہ وہ باغ مثل روح عارفین کے سموم اور صرصر سے امن میں رہا ایک چیتے نے نیا بچہ جنا تھا میں نے اُسکو حکم دیا (کہ) اُس (طفل) کو دودھ دی (اُس نے) اطاعت کی پس اُسکو دودھ دیا اور اُسکی بہت سی خدمتیں کیں یہانتک کہ بالغ ہوگیا اور فربہ اور شیر مرد (ہوگیا پھر) جب اُس کے دودھ چھڑانیکا وقت آیا تو میں نے جنات کو حکم دیا کہ (اسکو) بولنا اور حکومت کرنا سکھلاؤ اُسکو میں نے اُس چمن سے پرورش دی کیونکہ میرا فن (یعنی تصرف عجیب) گفتگو میں نہیں آتا (چنانچہ) میں نے ایوب علیہ السلام کو باپ کی سی محبت دی تھی کیڑوں کی مہمانی کے لئے بدون ضرر پہونچانے کے (اُن کیڑوں کو اور میں نے) کیڑوں کو اُن پر (یعنی ایوب علیہ السلام پر) اولاد کی سی مہر باپ پر دی تھی عجیب قدرت ہے عجیب تصرف ہے (ایوب علیہ السلام کا قصہ مشہور ہے کہ اگر کوئی کیڑا گر جاتا تو اسکو اٹھا کر پھر بدن میں رکھ لیتے مہر پدر سے یہ مراد ہے اور مہر ولد بر پدر کا کوئی واقعہ کیڑوں کے متعلق معلوم نہیں ہوا شاید وہ اُن کی ایذا کے خیال سے نکلنا چاہتے ہوں مگر وہ نکلنے نہ دیتے ہوں واللہ اعلم) ماؤں کو محبت میں نے سکھلائی ہے کیسی شمع ہوگی جسکو میں نے روشن کیا ہو (مراد یہ کہ جو محبت میری رکھی ہوئی ہو وہ کیسی ہوگی غرض اُسپر) میں نے صدہا عنایت اور صدہا علاقے (اکرم کے) کئے تاکہ وہ میرا لطف بے واسطہ دیکھے تاکہ وہ سبب سے کشمکش میں نہ رہے (کیونکہ اسباب سے سبب کبھی متخلف بھی ہو جاتا ہے اور اس سے تردد پیدا ہو جاتا ہے کشمکش سے یہ مراد ہے اور) تاکہ اُسکی ہر استعانت میری طرف سے ہو (یعنی وہ اور کسی پر نظر نہ کرے) تاکہ خود ہماری طرف سے اُسکو کوئی عذر نہ رہے (یعنی گمراہ ہونے میں کوئی عذر نہ کر سکے کہ میں اسباب پر نظر کرنے کے سبب آپ کی انعامات وآیات کی طرف متوجہ نہ ہو سکا اور) ہر یار بد سے اُسکو شکوہ نہ رہے (کہ فلاں قرین سو نے مجھکو گمراہ کردیا سو اب افاضہ نعم بلا اسباب عادیہ میں اسکی گنجائش نہ رہی) اُس نے یہ پرورش دیکھی صدہا علاقوں کے ساتھ کہ میں نے

اُسکو بلاواسطہ پرورش کیا (مگر) اُس کا شکریہ تھا اے بندہ جلیل (عزرائیل) کہ وہ نمرود اور سوزندہ خلیل ہوگیا (آگے مولانا تشبیہ دیتے ہیں کہ) جسطرح کہ ہیں شاہزادہ نے شاہ کا شکر استکبار اور استکثار جاہ سے کیا کہ کس لئے میں غیر کا تابع ہوں جبکہ میں صاحب ملک و اقبال ہوں شاہ کے الطاف جنکا (اوپر) ذکر گذر چکا ہے تجبر کے سبب اُس کے دل پر پوشیدہ ہوگئے اسی طرح نمرود نے اُن الطاف کو زیر پا رکھدیا جہل اور کوری سے (آگے تتمہ بقولہ حق ہے خطاب عزرائیل میں یعنی) وہ اسوقت کافر ہوا ہے اور رہزنی کرتا ہے (یعنی) کبر اور دعوی خدائی کرتا ہے (اور) آسمان جلال کی طرف چلا ہے تین کرگس کے ذریعہ سے تاکہ میرے ساتھ قتال کرے (اور) لاکھوں طفل غیر قابل ملامت (یعنی بے خطا) کو اُس نے قتل کردیا تاکہ ابراہیم علیہ السلام اسکو مل جاویں کیونکہ منجم نے کہدیا تھا اس سال (خاص) کے احکام (و واقعات کی پیشین گوئی) میں (کہ) ایک دشمن قتال کے لئے پیدا ہوگا۔ ہاں اُس خصم کے دفع میں احتیاط کر (پس) جو پیدا ہوتا تھا وہ اُسکو خبط سے قتل کردیتا تھا (مگر) اُسکی ناکامی کے ساتھ طفل جالبِ وحی (اُس کے ہاتھ سے) بچا رہا (اور) دوسرے ہزاروں خون اُسکی گردن پر رہے (کیا) وہ سلطنت باپ سے پائی تھی اے عجب جس سے اُسکو ظلمات نسب نے دھوکہ دیدیا اگر دوسروں کیلئے ماں اور باپ حجاب ہوگئے ہوں تو اُس نے تو (بلاواسطہ تربیت یا در وید کے خود) ہم سے بہت سے موتی (اپنی) جیب میں پائے ہیں (آگے مولانا قصہ سے مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں کہ یہ) نفس بدیقین گرگ درندہ ہے (جس نے نمرود کو بھی برباد کیا) تو ہر قرین پر کیا بہانہ رکھتا ہے (کہ میں فلانے کے سبب گمراہ ہوگیا گو ظاہرا وہ سبب گمراہی کا ہو جیسا اوپر آیا تھا دیگراں را گرام واب شد حجیب حاصل یہ کہ نمرود کو تو ماں باپ بھی حجاب نہوئے اُسکی گمراہی اشد تھی باقی جن کے لئے یہ حجاب ہوجاتے ہیں وہ بھی ظاہری ہیں ورنہ اصل سبب خبث نفس ہے پس اُسکی گمراہی بھی شدید ہے اور) ضلالت میں (گویا) سو گنجوں کی ٹوپی ہے نفس (مذکور) زشت (اور) کفرناک (اور) پرسفاہت (یعنی جتنے جمال دین سے خالی ہیں مثل گنجے کے ان سب کا سرتاج اور مبدأ شر یہ نفس ہے) میں اسی سبب سے کہتا ہوں اے بندہ فقیر (کہ) زنجیر (اس) کتے کی گردن سے مت نکال (یعنی اس سگ نفس کو قید مجاہدہ میں اسیر رکھ اور اس پر بیفکر مت ہونا کہ میں اسکی تہذیب کرچکا ہوں اب اسمیں شر کا احتمال نہیں رہا جیسا اس دھوکہ میں اکثر غیر محققین مبتلا ہوجاتے ہیں سو سمجھ لو کہ) یہ سگ اگر تعلیم یافتہ بھی ہوگیا ہے (جیسے کلاب الصید) تاہم سگ ہی ہے (قابل اطمینان نہیں پس اُس حالت میں بھی) ایسا ہو کر رہ کہ جسکا نفس ذلیل ہے کیونکہ وہ بدرگ ہے (پس اسکو مجاہدہ سے دبائے رکھنا ہی اسلم ہے یہانتک تو تعلیم تھی مجاہدہ کی آگے صحبت مرشد کی ترغیب ہے کیونکہ بدون اُس کے صرف مجاہدہ اصلاح نفس کیلئے ناکافی ہے پس فرماتے ہیں کہ) فرض (طریق) کی بجا آوری کررہا ہے اگر تو سہیل (ستارہ) پر مثل طائف کے آمد و رفت کررہا ہے (آگے آمد و رفت کا فائدہ ہے یعنی) تاکہ سہیل تجھکو ننگ پوست (سریع الفساد) سے خلاصی دیدے تاکہ مثل موزہ کے تو دوست کے قدم کا قرین ہوجاوے (مشہور ہے کہ پوست پر سہیل کی شعاعیں پڑنے سے اُسکی نظافت بڑھ جاتی ہے اور تغیر سے محفوظ ہوجاتا ہے پس سہیل سے مرشد کو تشبیہ دیکر ترغیب دیتے ہیں اُسکی ملازمت کی اور اُس کا ثمرہ بتلاتے ہیں اصلاح اور قابلیت قرب کی مثل موزہ کے کہ اصلاح ہوکر قابل قرب قدم کا ہوجاتا ہے آگے پھر خبث نفس کا

مضمون ہے جسکی اصلاح کا طریق اوپر مجاہدہ و صحبت مرشد بتلایا ہے یعنی) تمام قرآن خبث نفوس کی شرح ہے قرآن میں دیکھ لے تیری وہ آنکھ کہاں ہے (اور اُس نے دیکھتا کیوں نہیں آگے مفعول ہے بنگر کا یعنی دیکھ لے) عاد کے نفس کا ذکر جنھوں نے آلات (طغیان) پالئے تھے (اور) قتال انبیا میں موشگافی کرتے تھے (اسی طرح) ہر ہر قرن میں نفس شوم بے ادب سے ناگہاں عالم میں شعلہ (فساد) بھڑکتا تھا۔ (بہت سے قرون کے قصص قرآن مجید میں بھی ہیں فظھر قولہ جملہ قرآن الخ آگے پھر قصہ ہے شہزادہ کا)۔

رجوع بداں قصہ شہزادہ کہ بہ نقصان آمد بداں طغیان فرزخم خورد از خاطر شاہ و پیش از استکمال فضائل دیگر از دنیا برفت

قصه کوته کن که رای نفس کور　　برد او را بعد سالی سوی گور

قصہ کوتاہ کر کہ نفس کور کی رائے　　اُسکو بعد ایک سال کے قبر کی طرف لے گئی

شاه چون از محو شد سوی وجود　　چشم مریخیش آن خون کرده بود

شاہ جب محو سے ہستی کی طرف آیا　　تو اُس کے چشم مریخی نے اُس کا وہ خون کیا تھا

چون به ترکش بنگرید آن بی نظیر　　دید کم از ترکشش یک چوبه تیر

جب ترکش کو اُس بے نظیر نے دیکھا　　تو اپنے ترکش سے ایک چوب تیر کم دیکھا

گفت کو آن تیر و از حق باز جست　　گفت اندر حلق او آن تیر تست

کہنے لگا کہ وہ تیر کہاں ہے اور حق تعالیٰ سے جستجو کی　　ارشاد ہوا کہ اُس کے حلق میں وہ تیرا ہی تیر ہے

عفو کرد آن شاه دریا دل ولی　　آمده بد تیر او بر مقتلی

اُس شاہ دریا دل نے معاف کر دیا لیکن　　اُسکا تیر مقتل پر آچکا تھا

کشته شد در نوحه او میگریست　　اوست جمله هم کشنده هم ولیست

وہ کشتہ ہو گیا اُس کے غم میں روتا تھا　　وہ جامع ہے کشندہ بھی ہے ولی بھی ہے

ورنہ باشد ہر دو او پس جملہ نیست
اور اگر وہ دونوں طرح کا نہو پس وہ جامع نہیں

ہم کشندہ خلق و ہم ماتم کنے ست
وہ کشندہ خلق بھی ہے اور ماتم کرنے والا بھی ہے

شکر میکرد آں شہید زرد خد
وہ شہید زرد رخسارہ شکر کرتا تھا

کاں بزد بر جسم و بر معنی نزد
کہ وہ جسم پر پڑا اور روح پر نہیں پڑا

جسم ظاہر عاقبت خود رفتنی ست
جسم ظاہری تو انجام کار جانے ہی کی چیز ہے

تا ابد معنی بخواہد شاد زیست
ابد تک روح شاد زندہ رہے گی

آں عتاب از رفت ہم بر پوست رفت
وہ عتاب اگر جاری ہوا پوست پر جاری ہوا

دوست بے آزار سوئے دوست رفت
محب بے عقوبت محبوب کے پاس چلا گیا

گرچہ او فتراک شاہنشہ گرفت
اگرچہ اس نے بادشاہ کا فتراک پکڑا تھا

آخر از عین الکمال او رہ گرفت
آخر نظر بد سے اس نے راستہ گرفتہ کر دیا

واں سوم کاہلتریں ہر دو بود
اور وہ تیسرا دونوں سے زیادہ کاہل تھا

صورت و معنی بکلی او ربود
اس نے صورت اور معنی کلی طور پر حاصل کیا

دختر و ملک و خلافت او گرفت
دختر اور سلطنت اور خلافت اس نے لی

می سزد گر زیں بمانی در شگفت
سزاوار ہے اگر تو اس سے تعجب میں رہے

من ز طول قصہ گشتستم ملول
میں طول قصہ سے ملول ہو گیا ہوں

من غریق بحر معنی تو عجول
میں غریق معنی ہوں تو مستعجل ہے

وانگہے از ذلت و عجز و نیاز
اور اسوقت ذلت اور عجز اور نیاز کی وجہ سے

یافت مقصود از کریم کارساز
مقصود کریم کارساز سے پایا۔

قصہ کوتاہ کرکہ نفس کور کی رائے اُس (شہزادہ) کو گور کی طرف لے گئی (یعنی مرگیا) شاہ جب محو (اور سکر) سے ہستی (اور صحو) کی طرف آیا تو (دیکھا کہ) اُس کے خشم مریخی نے اُسکا وہ خون کیا تھا معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کو غصہ آنے کے بعد کوئی حالت غالب ہوگئی جس میں غصہ کے آثار کی طرف التفات نہیں ہوا پھر افاقہ کے بعد معلوم ہوا کہ میرے غصہ کے اثر سے مرگیا آگے یہی مضمون بلفظ دیگر ہے کہ) جب ترکش کو اُس بے نظیر نے دیکھا تو اپنے ترکش سے ایک چوب تیر کم دیکھا (دل میں) کہنے لگا کہ وہ تیر کہاں ہے اور حق تعالیٰ سے جستجو کی ارشاد ہوا کہ اُس (شہزادہ) کے حلق میں وہ تیرا ہی تیر ہے (میرے ذوق میں اسکی تقریر یہ ہے کہ ہر کیفیت باطنی قبل ظہور کے شدید ہوتی ہے اور بعد ظہور کے خفیف اور ظہور کبھی اظہار سے ہوتا ہے کبھی بلا اظہار اُس کے اثر کے نافذ ہو جانے سے پس یہاں جو شاہ کو غصہ پیدا ہوا تھا اسکے بعد غلبۂ حال ہونے سے تو اُس کے بقاء و زوال کی طرف التفات نہیں ہوا جب شہزادہ کے مرنے کے قریب اس حالت سے افاقہ ہوا تو نفس کی طرف التفات کرنے سے غصہ نہ پایا تعجب ہوا کہ میں نے گو دل میں شہزادہ کی شکایت کی مگر زبان سے ظاہر نہیں کیا پس اظہار تو ہوا نہیں پھر کیا صورت اس غصہ کے نہ رہنے کی ہوئی پھر الہام سے معلوم ہوا کہ اسکا ظہور دوسری طرح ہوگیا کہ اُس کا اثر نافذ ہوگیا جس سے شہزادہ مرنے کو ہے اور چونکہ یہاں شاہ نے غصہ میں یہ قصد نہیں کیا کہ یہ مرجاوے ایسی صورت میں معصیت نہیں ہوتی اسی طرح اگر غیر صاحب تصرف دعا کرے کسی کی موت کی اس مرنے سے بھی قتل کا گناہ نہیں ہوتا کیونکہ دونوں صورتوں میں قتل کی مباشرۃ نہیں ہوئی بخلاف اس کے کہ صاحب تصرف ہمت بقصد قتل کے کرے اس صورت میں قتل کا گناہ ہوگا کہ مباشرت جس طرح دوسرے آلات سے مثل شمشیر و بندوق کے ہوتی ہے اسی طرح یہ ہمت بھی ایک آلہ ہے قتل کا اس سے بھی اسکو قاتل کہیں گے احقر نے یہی مضمون لکھا تھا ایک درویش صاحب ریاضت و صاحب ریاست کے جواب میں انھوں نے یہ سوال کیا تھا کہ میں نے ایک شخص کو بددعا دی تھی اور وہ مرگیا تو مجھپر قتل کا گناہ ہے یا نہیں آگے اور میں اس سوال سے بیحد اس لئے خوش ہوا کہ یہ سائل کے فہم کی دلیل ہے کہ جسکو عام درویش اپنی کرامت سمجھتے اُن کو اسکی معصیت ہونیکا شبہ ہوا اور میں نے جو شاہ کے افاقہ کو قبیل موت شہزادہ قرار دیا بعد موت نہیں سمجھا اس کا قرینہ یہ شعر ہے یعنی) اُس شاہ دریا دل نے معاف کر دیا لیکن اُس کا تیر مقتل پر آچکا تھا (اس سے صاف معلوم ہوا کہ شاہ کی یہ تحقیق کہ تیر کہاں گیا جو بعد افاقت ہوئی تھی شہزادہ کی موت کے قبل تھی غرض تیر مقتل پر پہونچنے سے) وہ کشتہ ہوگیا (شاہ) اُس کے غم میں روتا تھا (اور رونے کی وجہ یہ ہے کہ) وہ جامع ہے (یعنی اگرچہ) کشندہ بھی ہے (لیکن) ولی بھی ہے (جسکے لئے رحیم ہونا لازم ہے اور رحمت مقتضی ہے بکاء کو اور نرا کشندہ و صاحب تصرف نہیں ہے کہ ایسا ہونا کچھ بھی کمال نہیں کہ کفار بھی ایسے تصرفات مکتسب کر سکتے ہیں) اور اگر وہ دونوں طرح کا نہ ہو (بلکہ صرف صاحب تصرف ہی ہو اور ولی و رحیم نہ ہو) پس وہ جامع نہیں (بلکہ ناقص ہے اور چونکہ یہ شاہ جامع ہے اس لئے) وہ کشندۂ خلق بھی ہے اور ماتم کرنے والا بھی ہے (اس کا یہ مطلب نہیں کہ جامعیت بمعنی کاملیت میں ولایت کافی نہیں صاحب تصرف ہونا ضروری ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جامعیت بمعنی کاملیت میں صاحب تصرف ہونا کافی نہیں ولی ہونا بھی ضرور ہے چنانچہ میں نے

اپنی تقریر ترجمہ میں اسکو واضح کردیا ہے اور یہ شبہ کہ جب ولایت کے ساتھ تصرف نہ ہوا تو جامعیت کہاں ہوئی جواب
اس کا یہ ہے جامعیت باعتبار اوصاف ولایت کے ہے نہ کہ غیر اوصاف ولایت کے مثلاً جامعیت کے لئے یہ
ضرور نہیں کہ وہ پہلوان بھی ہو تصرف اسی مرتبہ میں ہے اسی لئے احقر نے اسکی تفسیر کاملیت کے ساتھ کردی اس
عنوان ورنہ باشد ہر دو اویں جملہ نیست کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص نہایت خوشخط ہو اور لوگ اُسکو جامع العلوم
بھی کہتے ہوں مگر وہ عالم نہ نکلے تو یوں کہنا صحیح ہوگا کہ یہ شخص صرف خوشخطی سے جامع العلوم نہیں ہوسکتا البتہ اگر اس میں
خوشخطی کے ساتھ علوم بھی ہوتے تب البتہ جامع العلوم ہوتا تو اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ اگر کسی عالم میں خوشخطی نہ ہو
تو اُسکو عالم نہ کہیں گے فافہم فانہ من مزلۃ الاقدام آگے قصہ ہے کہ) وہ شہید زرد رخسارہ (بوجہ شرمندگی) شکر
کرتا تھا کہ وہ (عتاب) جسم پر پڑا اور روح (کی صفت یعنی ایمان) پر نہیں پڑا جسم ظاہری تو انجام کار جانے ہی کی
چیز ہے ابد تک روح شاد زندہ رہیگی وہ عتاب اگر جاری ہوا پوست پر جاری ہوا (جس سے) محب لب عقوبت (اخرویہ)
محبوب کے پاس چلا گیا۔ اگرچہ اُس نے بادشاہ کا فتراک پکڑا تھا کہ سلوک طے کرونگا آخر (اپنی ہی) نظر بد (یعنی
خود بینی) سے اس نے راستہ (سلوک کا) گرفتہ (یعنی مسدود) کردیا (جیسا مفصلاً بیان ہوا یہاں تک دو شہزادوں کا
قصہ ہوا) اور وہ تیسرا دونوں سے زیادہ کاہل تھا کاہل سے مراد متحمل غیر مستعجل نہ اول کی طرح کہ طبیعت میں تقاضا
وصل محبوبہ کا پیدا کرلیا اور شدت اضطراب سے مرگیا اور نہ دوسرے کی طرح کہ جلدی ہی کامل ہونیکا گمان کرلیا اور ہلاک
ہوا پس ایک مستعجل فی استدعاء الوصال تھا دوسرا مستعجل فی ادعاء الکمال تھا یہ تیسرا ایسا نہ تھا اس لئے اس نے
صورت اور معنی کلی طور پر حاصل کیا (یعنی) دختر اور سلطنت اور خلافت (باطنیہ) اُس نے لی سزاوار ہے اگر تو اس
سے تعجب میں رہے (کیونکہ اتنا تحمل کم ہوتا ہے اور کم چیز تعجب خیز ہوتی ہی ہے) اور اس پسر سوم کا پورا قصہ اختتام میں
مذکور ہے مولانا نے صرف اسی ایک شعر میں اجمالاً فرماکر آگے اپنا عذر فرماتے ہیں کہ) میں طول قصہ سے ملول ہوگیا
ہوں (کیونکہ) میں غریق معنی ہوں (اسلئے قصہ کے ذرا ذرا جز سے مضامین ارشادیہ کی طرف منتقل ہوجاتا ہوں اور)
تو مستعجل ہے اکہ اور مضامین چھوڑ کر قصہ کہوں تو بے مضامین کے مجھسے کہا نہیں جاتا اور مضامین کے ساتھ تجھسے
سنا نہیں جاتا اور ملالت سامع سے ملالت متکلم لازم عادی ہے اس لئے میں نے ملول ہوکر چھوڑ دیا مگر ایک شعر اس قصہ کا
اور رہ گیا ہے آگے اسکو فرماتے ہیں یعنی اس تیسرے نے تین چیزیں تو شرائط طریق بجا لاکر بادشاہ سے لیں دختر اور
سلطنت اور خلافت کما ذکر) اور اسوقت ذلت اور عجز اور نیاز کی وجہ سے مقصود (حقیقی یعنی رضا و قرب قبول)
کریم کارساز سے پایا (اس میں اشارہ اس طرف ہوگیا کہ یہ شیخ کے اختیار کی بات نہیں وہ صرف ہادی الی الطریق ہے
باقی موصل الی المقصود حق تعالیٰ ہیں فاحد المعنیین للہدایۃ وظیفۃ الشیخ ای اراءۃ الطریق والثانی
فعل الحق سبحانہ وتعالیٰ ای الایصال الی المقصود پس شیخ کی طاعت کرو حق تعالیٰ کی طاعت فی اللہ کیا ہادو اعبد الاناة
آگے بمناسبت شعر دان عجم کاہل الخ ایک حکایت لاتے ہیں جسمیں تین کاہلوں کا ذکر ہے کوئی کاہل محمود تھا جو دنیا کے کام میں
کاہل تھا اور کوئی مذموم تھا جو عقبیٰ کے کام میں کاہل تھا کاہل محمود اس شہزادہ سوم کے مشابہ تھا اسی سے یہ حکایت لائی گئی اور یہ بھی

اختتام ہی میں اتمام کو پہونچی ہے)۔

مثل وصیت کردن آں شخص کہ سہ پسر داشت کہ میراث او را بہ کاہل ترین

اولادِ او دہند

آں یکے شخصے بوقت مرگ خویش
اُس ایک شخص نے اپنے مرنے کے وقت

گفتہ بد اندر وصیت بیش بیش
وصیت کے بارہ میں بیش از بیش دفعہ کہا تھا

سہ پسر بودش چو سہ سرو رواں
اُسکے تین لڑکے تھے مثل تین سرو رواں کے

وقف ایشاں کردہ او جان و رواں
اُن پر اُس نے جان و رواں وقف کر رکھی تھی

گفت ہر چہ کالہ و سیم و زر است
کہا کہ جو کچھ اسباب اور سیم و زر ہے

آں برد زیں ہر سہ کو کاہل تر است
اُن تینوں میں سے وہ لے جو زیادہ کاہل ہے

گفت با قاضی و بس اندرز کرد
قاضی سے کہدیا اور بہت نصیحت کردی

بعد ازاں جام شراب مرگ خورد
بعد ازاں شراب موت کا جام پیا

گفت فرزنداں بقاضی کای کریم
فرزندوں نے قاضی سے کہا کہ اے کریم

نگذریم از حکم او ما یتیم
ہم تینوں یتیم اُس کے حکم سے تجاوز نہ کریں گے

سمع و طاعت می کنیم او راست
ہم سمع طاعت کرتے ہیں انکو اختیار ہے

ہر چہ او فرمود بر ما نافذ است
اُس نے جو کچھ فرمایا ہے وہ ہم پر نافذ ہے

ما چو اسمٰعیل ز ابراہیم خود
ہم مثل اسمٰعیل علیہ السلام کے اپنے ابراہیم سے

سر نہ پیچیم ارچہ قرباں می کند
سر تابی نہیں کرتے اگرچہ قربانی کردے

گفت قاضی ہر یکے با عاقلیش
قاضی نے کہا ہر ایک اپنی عاقلی سے

تا بگوید قصۂ از کاہلیش
اپنی کاہلی کا قصہ بیان کرے

تا بہ بینم کاہلی ہر یکے
تاکہ میں ہر ایک کی کاہلی دیکھوں

تا بدانم حال ہر یک بے شکے
تاکہ میں ہر ایک کا حال بدون کسی شک کے جانوں

عارفاں از دو جہاں کاہلترند
عارفین دونوں جہان سے زیادہ کاہل ہیں

زانکہ بے شد یار خرمن می برند
اسلئے کہ بدون کھیتی کے خرمن حاصل کرلیتے ہیں

کاہلی را کردہ اند ایشان سند
انھوں نے کاہلی کو تکیہ گاہ بنا رکھا ہے

کار ایشان را چو یزداں میکند
چونکہ ان کا کام حق تعالیٰ کردیتے ہیں

کار یزداں را نمی بینند عام
عوام کار یزداں کو نہیں دیکھتے

می نیا سایند از کد صبح و شام
محنت سے صبح و شام آسودہ نہیں ہوتے

کار دنیا را ز کل کاہلترند
کار دنیا کے لئے تو سب سے زیادہ کاہل ہیں

در رہ عقبی ز مہ گو می برند
کار عقبی میں چاند سے بھی گیند لیجاتے ہیں۔

ایں گزیند ہر کہ او باشد رشید
اسکو وہی اختیار کرتا ہے جو صاحب رشد ہو

ہیں کہ دنیا رفت و عقبی در رسید
ہاں دنیا تو رخصت ہوئی اور آخرت آ پہونچی

مہتریں را گفت قاضی باز گو
بڑے سے قاضی نے کہا کہ بیان کر

قصۂ از کاہلی اے مال جو
کوئی قصہ کاہلی کا اے طالب مال

ہیں ز حد کاہلی گوئید باز
ہاں منتہا کاہلی سے حکایت بیان کرو

تا بدانم حد آں از کشف راز
تاکہ میں کشف راز سے اس کی حد جان لوں

هین ز حد کاهلی شرحی بدید

ہاں کاہلی کی حد کی شرح کرو

تا بدانم من بچه حد کاهلید

تاکہ میں جانوں تم کس حد تک کاہل ہو

بیگمان خود هر زبان پردهٔ دلست

بے شبہ خود ہر زبان دل کا پردہ ہے

چون بجنبد پرده رؤیت حاصلست

جب پردہ ہلتا ہے رویت حاصل ہوجاتی ہے

پردهٔ کوچک چو یک شرحهٔ کباب

ایک چھوٹا سا پردہ کباب کے ٹکڑے کی برابر

می بپوشد صورت صد آفتاب

سو آفتاب کی صورت کو ڈھانک لیتا ہے

گر بیان نطق کاذب نیز هست

اگر نطق کا بیان کاذب بھی ہے

لیک بوی از صدق و کذبش مخبرست

لیکن بو اسکے صدق وکذب سے مخبر ہے

آن نسیمی که بیاید از چمن

جو نسیم کہ چمن سے آتی ہے

هست پیدا از سموم گولخن

وہ متمیز ہے سموم گلخن سے۔

بوی صدق و بوی کذب گول گیر

بوئے صدق اور بوئے کذب جو کہ احمق کی پھنسانیوالی ہے

هست پیدا در نفس چون مشک و سیر

سانس میں محسوس ہیں مثل مشک اور لہسن کے

بوی اخلاص و نفاق بی مزه

بوئے اخلاص اور بوئے نفاق بے لطف

هست ظاهر همچو عود و انگزه

ظاہر ہوجاتا ہے مثل عود اور ہینگ کے

گر ندانی یار را از ده دله

اگر تو یار کو منافق سے نہ پہچانے

از مشام فاسد خود کن گله

تو اپنے دماغ فاسد سے شکوہ کر

ور ندانی تو عجوز از شاهدی

اور اگر تو عجوز کو محبوبہ سے نہ پہچانے

بیگمان گشتست چشمت فاسدی

تو بلاشبہ تیری آنکھ فاسد ہوگئی ہے

ور تو نشناسی شکر را از صبر — بیگماں شد حس ذوق تو حذر

اور اگر تو شکر کو ایلوہ سے نہ پہچانے — تو بلاشبہ تیرا ذوق بے حس ہوگیا ہے

ور یکے شد صوت بلبل با غراب — ہست بیشک حس سمع تو خراب

اور اگر بلبل کی آواز غراب کے ساتھ متحد ہے — تو بلاشبہ تیری حس سمع خراب ہے

ور یکے گشت سمور و خار پشت — حس لمس تو بتو بنمود پشت

اور اگر سمور اور خار پشت تیری نزدیک متحد ہیں — تو تیری حس لمس نے تجھکو پشت دکھلادی ہے

بانگ حیزاں و شجاعاں دلیر — ہست پیدا چوں فن روباہ و شیر

بزدلوں کی اور شجاعان دلیر کی آواز — ظاہر ہے مثل فن روباہ اور شیر کے

چارۂ کار حواس خویش کن — وانگہے راہ طلب درپیش کن

اپنے حواس کا چارہ کار کر — اور اُس وقت راہ طلب کو درپیش کر

یا زباں ہمچوں سر دیگے ست است — چوں بجنبد تو بدانی چہ اباست

یا زباں ٹھیک مثل سر دیگ کے ہے — جب وہ ہلتی ہے تو جان لیتا ہے کیا سالن ہے

از بخار آں بداند تیز ہش — دیگ شیریں را ز سکباج ترش

تیز ہوش اُسکی بھاپ سے جان لیتا ہے — دیگ شیریں کو آش ترش سے

دست بر دیگ نوی چوں زد فتی — وقت بخریدن بدید اشکستہ را

نئی ہنڈیا پر جب کسی صاحب سلیقہ نے ہاتھ مارا — خریدنے کے وقت تو شکستہ کو دیکھ لیا

آں یکے پرسید صاحب درد را — گفت در چندے شناسی مرد را

ایک شخص نے کسی صاحب درد سے پوچھا — کہا کہ تو کتنی مدت میں پہچان لیتا ہے آدمی کو

گفت دانم مرد را در حین پوز
اس نے کہا کہ میں آدمی کو فی الفور منہ سے پہچان لیتا ہوں

ورنہ گوید دانمش اندر سہ روز
اور اگر وہ نہ بولے تو اسکو تین روز میں پہچان لیتا ہوں

وان دگر گفت ار بگوید دانمش
اور ایک دوسرے شخص نے کہا کہ اگر وہ بولے تب تو پہچانتا ہوں

ورنگوید در سخن پیچانمش
اور اگر نہ بولے تو میں اسکو کسی بات میں لگا دیتا ہوں

گفت اگر این مکر بشنیده بود
اس نے کہا اگر وہ یہ تدبیر سنے ہوئے ہو

لب به بندد در خموشی در رود
وہ لب بند کر کے اور خاموشی میں چلا جاوے

گفت میرو گوئی تا ہفتم زمین
اس نے کہا کہ تو کہدے کہ ساتویں زمین تک چلا جا

تا ابد پوشیده بادم حال زین
ابد تک اس شخص کا حال مجھپر مخفی ہی رہے

حال یک تن گر ندانم چه شود
اگر میں ایک شخص کا حال نہ ہی جانونگا تو کیا ہو جاویگا

واندرو نقصان دینم چه بود
اور اسمیں میرے دین کا کیا نقصان ہو جاویگا

مثل

آنچنانکه گفت مادر بچه را
جیسا کہ ماں نے بچہ سے کہا

گر خیالے آیدت در شب فرا
کہ اگر کوئی خیال رات کو تیرے سامنے آوے

یا بگورستان و جای سہمگین
یا گورستان اور خوفناک جگہ میں

تو خیال زشت بینی در کمین
تو کسی خیال زشت کو کمین گاہ میں دیکھے

دل قوی دار و بکن حمله برو
تو دل قوی رکھنا اور اسپر حملہ کر دینا

او بگرداند ز تو در حال رو
وہ فوراً تجھسے رخ پھیر لے گا

زانکہ بے ترسے بسویش ہر کہ رفت
کیونکہ بیخوف ہو کر جو شخص اس کی طرف گیا

آں خیال دیو وش بگریخت تفت
تو وہ خیال شیطان مثال فوراً بھاگ گیا

گفت کودک با خیال دیو وش
لڑکے نے کہا کہ اُس خیال شیطان مثال سے

اینچنیں گر گفتہ باشد مادرش
اگر اُسکی ماں نے بھی یوں ہی کہدیا ہو

حملہ آرد افتد اندر گردنم
وہ حملہ آور ہو اور میری گردن میں اولجھ جاوے

زامر مادر پس من آنگہ چوں کنم
ماں کے حکم سے پھر میں اُسوقت کیا کرونگا

تو ہمی آموزیم کہ چست ایست
تو مجھکو سکھلاتی ہے کہ مضبوط کھڑا رہنا

آں خیال زشت را ہم مادریست
اُس خیال زشت کی بھی تو کوئی ماں ہوگی

دیو مردم را ملقن آں یکے ست
آدمیوں کے شیطان کا تلقین کنندہ وہ ایک ہی ہے

غالب از وی گردد ار خصم اندکیست
اُس سے غالب آجاتا ہے اگرچہ خصومت کنندہ ضعیف بھی ہے

تا کدامیں سوئے باشد آں پرایش
خواہ کسی جانب بھی وہ توجہ ہو جاوے

اللہ اللہ رو تو ہم آں سوئے باش
اللہ اللہ تو جا اُسی طرف پہونچ جا

گفت اگر از مکر ناید در کلام
اُس نے کہا کہ اگر وہ مکر سے کلام میں نہ آوے

حیلہ را دانستہ باشد آں ہمام
وہ باہمت حیلہ کو جانتا ہو

سر او را چوں شناسی راست گو
تو تو اُس کے راز کو کیونکر پہچانے ٹھیک کہہ

گفت من خامش نشینم پیش او
اُس نے کہا کہ میں اُس کے سامنے خاموش بیٹھ جاتا ہوں

صبر را سلم کنم سوئے فرج
صبر کو زینہ بناتا ہوں درجہ کی طرف

تا برآیم بر سر بام فرج
تاکہ میں بام کامیابی کی سطح پر پہونچ جاؤں

هست مر هر صبر را آخر ظفر
ہر صبر کا انجام مرادرسی ہے

هست روزی بعد هر تلخی شکر
ہر تلخی کے بعد شکر نصیب ہوتی ہے

چوں بجوشد در حضورش از دلم
جب اسکی حاضری میں میرے دل سے

منطقے بیروں ازیں شادی و غم
کوئی کلام جو اس شادی و غم سے خارج ہو جوش کرتا ہے

من بدانم کو فرستاد آں بمن
تو میں جان لیتا ہوں کہ یہ میرے پاس اسنے

از ضمیر چوں سہیل اندر یمن
ایسے ضمیر سے بھیجا ہے جو سہیل کے مشابہ ہے یمن میں

من بزرگی ورا گردن نہم
میں اسکی بزرگی کے روبرو گردن جھکا دیتا ہوں

منتے ہم بر دل و بر تن نہم
دل پر بھی اور تن پر بھی منت رکھتا ہوں

در دل من آں سخن زاں میمنہ است
میرے دل میں یہ بات اسطرف سے آئی ہے

زانکہ از دل جانب دل روزنہ است
اسلئے کہ ایک دل سے دوسرے دل کی طرف روزنہ ہے

چوں فتاد از روزن دل آفتاب
جب روزن قلب سے آفتاب جاگرا

ختم شد واللہ اعلم بالصواب
تو ختم ہو گئی اور اللہ ہی کو خوب معلوم ہے کہ صواب کیا ہے

اُس ایک شخص نے اپنے مرنے کے وقت وصیت کے بارہ میں بیش از بیش دفعہ (یعنی مکرر سہ کرر) کہا تھا اُسکے تین لڑکے تھے مثل تین سرو رواں کے اُن پر اُس نے (اپنی) جان و رواں وقف کر رکھی تھی (غرض وصیت میں یہ) کہا کہ جو کچھ اسباب اور سیم و زر ہے ان تینوں میں سے وہ لے جو زیادہ کاہل ہو قاضی سے کہدیا اور بہت نصیحت (اور تاکید) کردی بعد ازاں شراب موت کا جام پیا۔ فرزندوں نے قاضی سے کہا کہ اے کریم ہم تینوں یتیم اس کے حکم سے تجاوز نہ کرینگے (غالبًا یتیم بمعنی مطلق بے پدر کے ہیں گو بالغ ہوں اور یہی توجیہ ہو سکتی ہے اِس وصیت للوارث کے نفاذ کی کہ تینوں نے اسکو جائز رکھا تھا اسی طرح قاضی نے جو فیصلہ کیا جو کہ اختتام میں مذکور ہے گو کاہل کے معنی عرفی کے خلاف پر مبنی ہے اور اعتبار وصیت میں عرف کا ہوتا ہے لیکن بعد فیصلہ کے باہم توافق و تصالح اسکی بھی توجیہ ہو سکتی ہے بہرحال فرزند کہتے ہیں کہ) ہم سمع و طاعت کرتے ہیں اُسکو اختیار ہے اُس نے

جو کچھ فرمایا ہے وہ ہم پر نافذ ہے ہم مثل اسمٰعیل علیہ السلام کے اپنے ابراہیم سے سرتابی نہیں کرتے اگرچہ قربانی کردے قاضی نے کہا ہر ایک (اپنی عاقلی (اور فہم واحتیاط) سے اپنی کاہلی کا قصہ بیان کرے تاکہ میں ہر ایک کی کاہلی دیکھوں تاکہ میں ہر ایک کا حال بدون کسی شک کے جانوں (مولانا بطور انتقال کے فرماتے ہیں کہ) عارفین دونوں جہان (کے لوگوں) سے زیادہ کاہل ہیں (یعنی دونوں جہان میں ان سے زیادہ کوئی کاہل نہیں سو ایک عالم میں تو کوئی کاہل ہی ہی نہیں قال تعالیٰ یسبحون اللیل والنھار لا یفترون۔ دنیا میں البتہ کاہل بھی ہیں پس مطلب یہ کہ دنیا میں بھی ان سے زیادہ کوئی کاہل نہیں کاہلی سے مراد تفویض و توکل و فنا ارادات کہ صورۃً و عند العوام کاہلی سمجھی جاتی ہے آگے ان کی اس کاہلی کی وجہ تبلاتے ہیں یعنی یہ جو کاہل ہیں تو) اس لئے کہ بدون کھیتی کے خرمن حاصل کرلیتے ہیں (جیسا متوکلین کو یہ دولت نصیب ہوتی ہے کہ بدون اختیار اسباب کے مقاصد میسر ہو جاتے ہیں فی الغیاث شدیار زمینے را گویند کہ برائے زراعت بہ قلبہ رانی شگافتہ زیر وزبر کردہ باشند اھ و فی الحاشیۃ شگافتن و قلبہ راندن زمین و زمینے کہ بجہت زراعت شگافتہ باشند آہ) انھوں نے کاہلی (مذکور) کو تکیہ گاہ بنا رکھا ہے چونکہ اُن کا کام حق تعالیٰ کر دیتے ہیں (اور چونکہ دوسرے) عوام (اس) کارسازی کو نہیں دیکھتے (اس لئے) محنت سے صبح و شام آسودہ نہیں ہوتے (اور وہ عارفین) کار دنیا کے لئے تو سب سے زیادہ کاہل ہیں (لیکن) کار عقبیٰ میں چاند سے بھی (سبقت کی) گیند لیجاتے ہیں (اور) اس (امر) کو وہی اختیار کرتا ہے جو صاحب رشد ہو (اور یوں سمجھے کہ) ہاں دنیا تو رخصت ہوئی اور آخرت (قریب) آپہونچی (جیسا ایک حدیث میں اس قسم کا مضمون ہے الا ان الدنیا مدبرۃ الا ان الاخرۃ مقبلۃ او نحوہ) بڑے (بیٹے) سے قاضی نے کہا کہ بیان کرو کوئی قصہ (اپنی) کاہلی کا اے طالب مال (اور دوسروں سے بھی کہا کہ) ہاں منتہا کاہلی سے حکایت بیان کرو تاکہ میں (تمہاری اس کشف راز (و بیان حقیقت) سے اُس (کاہلی) کی حد جان لوں (اور کم و بیش کا اندازہ کرلوں) ہاں (اپنی) کاہلی کی حد کی شرح کرو تاکہ میں جانوں تم کس حد تک کاہل ہو (آگے قصہ سے مولانا دوسرے مضمون کی طرف بمناسبت گوئید تا بدانم کے منتقل ہوتے ہیں اور اسی مضمون پر بدون عود الی القصہ کے مثنوی ختم فرما دینگے حاصل اس مضمون منتقل الیہ کا یہ ہے کہ کلام مطابق قول قاضی کے دلیل ہوتا ہے حال باطن پر کبھی تو الفاظ سے جیسا کہ اہل طریق اور عام عادت یہی ہے کبھی اثر سے جبکہ حکایت محکی عنہ کے خلاف ہو جبکہ سامع ذوق صحیح رکھتا ہو اور اس دوسری صورت میں اصل دال حالت ہوگی متکلم کی پس اس طور پر حال بھی مقال حکمی ہوگا جو اصل میں موضوع تھا دلالت علی الباطن کے لئے اب خواہ یوں تعبیر کیا جاوے کہ مقال دال ہے عام اس سے کہ حقیقی ہو یا حکمی یا یوں تعبیر کیا جاوے کہ مقال و حال دونوں دال ہیں بواطن اور سرائر پر اور دلالت حال کے لئے جو ذوق صحیح کا ہونا شرط ہے اس میں زیادہ معتبر وہ صحت ہو جو صلاح باطن سے ناشی ہوئی ہو اور اس کے درمیان میں یہ بھی تبلا دیا کہ اگر اتفاقاً کہیں یہ دلالتیں کافی نہ ہوں تو کسی کا اظہار کچھ ضروری بھی نہیں اُس کے در پے نہ ہو کما ھو مذکور فی قولہ گفت میر دانہ و قولہ حال یک تن الخ گو معاملہ میں احتیاط کا پہلو رکھنا ضروری ہوگا بس اسی مضمون پر کتاب ختم ہے اور شاید مقصود اس مضمون سے تنبیہ ہو

دو امر ہیں ایک یہ کہ شیخان مزورین کی رنگین باتوں پر نہ آنا چاہیئے استدلال بالحال سے بھی کام لینا چاہیئے دوسرا یہ کہ محض اپنے خیال سے کسی کے حال نیک یا بد کا جزم نہ کرنا چاہیئے گو عمل میں احتیاط ملحوظ رکھی جاوے اور اس مضمون کا بوجہ مجید اور ہر وقت مفید ہونے کے خاتمہ افادات میں قابل وصیت ہونا بالکل ظاہر و باہر ہے سو اس پر کتاب ختم کر دی گئی پس فرماتے ہیں کہ) بے شبہ خود ہر زبان دل کا پردہ ہے جب پردہ ہلتا ہے (داخل پردہ چیز کی) روئیت حاصل ہو جاتی ہے (زبان کی تشبیہ پردہ کے ساتھ باعتبار اسکی ذات کے نہیں ہے کیونکہ اس پر دو اشکال ہوں گے ایک یہ کہ اگر کسی کی زبان ہی نہ ہو تو کیا یہ کہنا صحیح ہوگا کہ اسکے اسرار زیر پردہ نہیں اس سے اس کے سب اسرار ظاہر ہیں سو ظاہر ہے کہ یہ خلاف واقع ہے بلکہ اس کے اسرار بہ نسبت زبان والوں کے زیادہ مخفی ہونگے کہ کبھی احتمال بھی نہ ہوگا ظہور اسرار باللسان کا دوسرا یہ کہ اگر زبان کو خالی حرکت دی جاوے بلا تکلم کے تو پردہ تو اب بھی ہل گیا مگر اسرار ظاہر نہ ہونگے سو یہ تشبیہ باعتبار ذات لسان کے نہیں ہے بلکہ باعتبار اسکی صفت نطق و عدم نطق کے سو عدم نطق سکون پردہ کے مشابہ ہے اور نطق حرکت پردہ کے مشابہ ہے اس پر اشکال اول بھی واقع نہ ہوگا کیونکہ اصل پردہ عدم نطق ہے سو وہ مع اپنے اثر کے صادق ہے اور دوسرا اشکال بھی واقع نہ ہوگا کیونکہ یہ حرکت نطقیہ نہیں ہے اس سے اظہار اسرار نہیں ہوا اب تشبیہ مذکور سے ایک اور سوال پیدا ہوتا تھا کہ اسرار تو بیشمار اور زبان ایک جرم صغیر سو اتنے چھوٹے پردہ کے پیچھے اتنے اسرار کیونکر آ گئے اس کا جواب دیتے ہیں کہ اس کا تعجب مت کرو کیونکہ) ایک چھوٹا سا پردہ کباب کے ٹکڑے کی برابر (مثلاً ایک سر انگشت کہ کباب کے چھوٹے ٹکڑے سے بھی چھوٹی چیز ہے وہ) سو آفتاب کی صورت کو ڈھانک لیتا ہے (یہ جواب علی تقدیر التسلیم ظاہر ہے ورنہ جب اسکی ذات پردہ نہیں ہے تو یہ سوال ہی متوجہ نہیں ہوتا بہر حال یہ ثابت ہوا کہ نطق بوضعہ کاشف اسرار ہے اب اس پر ایک سوال ہوتا ہے کہ بعض اوقات آدمی اپنی مافی الضمیر کے خلاف جھوٹ بولتا ہے تو وہ بیان لسان کاشف اسرار و مظہر حقیقت کہاں ہوا اس کا جواب دیتے ہیں کہ) اگر نطق کا بیان کاذب بھی ہو لیکن (اسکی) بو اسکے صدق و کذب سے مخبر ہے (جیسا اکثر سلیم الحس کو لب و لہجہ سے اس کا ادراک ہو جاتا ہے پس نطق کاذب بھی دال ہوا ایک امر واقعی پر اور وہ امر واقعی جو متکلم کے ضمیر میں بھی ہے یہ ہے کہ این کلام کاذب ست گو دوسرے اسرار اس کلام کاذب کے محکی عنہ واقعی کے تفصیل کے متعلق معلوم نہ ہوں سو یہ تو دعوی بھی نہیں کیا گیا کہ ہر نطق تمام اسرار کا کاشف بنجاتا ہے ایک سر واقعی کے لئے کاشف ہو جانا بھی اس حکم کی صحت کیلئے کافی ہے خوب سمجھ لو آگے لب و لہجہ کے مخبر عن الصدق والکذب ہونیکی مثال ہے کہ) جو نسیم کہ چمن سے آتی ہے وہ متمیز ہے سموم گلخن سے (کہ ایک خوشبودار فرحت بخش ہوگی ایک گرم و سوزندہ ہوگی اسی طرح) بوئے صدق اور بوئے کذب جو کہ احمق کی پہچاننے والی ہو (جسکو قوت ممیزہ نہیں یہ صفت ہے بوئے کذب کی یعنی یہ دونوں بو) سانس میں محسوس ہیں مثل مشک اور لہسن کے (کہ کھانے کے بعد سانس لیا جاتا ہے اسمیں خوشبو بدبو ان کی ہوتی ہے اسی طرح تکلم میں تنفس اس کا لازم عادی ہے بوئے صدق و بوئے کذب محسوس ہو جاتی ہیں اور آگے فرماتے ہیں کہ جسطرح لب و لہجہ سے ایک مافی الضمیر یعنی کلام کا صدق و کذب معلوم ہو جاتا ہے اسی طرح ایک دوسرا مافی الضمیر معلوم ہو جاتا ہے یعنی) اگر تو نملا ہم

اور بوئے نفاق بے لطف (اب و لہجہ سے) ظاہر ہو جاتا ہے مثل عود اور ہینگ کے (اور) اگر تو یار (موافق) کو (یار) منافق سے نہ پہچانے (اور اسوجہ سے تجھکو اس حکم مذکور میں شک ہو) تو (اس حالت میں تو) اپنے دماغ فاسد سے شکوہ کر (صدق حکم میں شبہ نہیں ہے) اس میں سلامت حواس وصحت ذوق کا اشتراط بتلایا ہے آگے مثال کے لئے اس عدم تمیز کے بعض مواد و مواقع ہیں جنکا تعلق باصرہ و ذائقہ و سامعہ و لامسہ سے ہے یعنی) اور اگر تو عجوز کو محبوبہ سے نہ پہچانے تو بلا شبہ تیری آنکھ فاسد (الحس) ہو گئی ہے اور اگر تو شکر کو ایلوہ سے نہ پہچانے تو بلا شبہ تیرا ذوق حس بے حس ہو گیا ہے اور اگر بلبل کی آواز غراب (کی آواز) کے ساتھ (تیرے نزدیک) متحد ہے تو بلا شبہ تیری حس سمع خراب ہے اور اگر سمور اور خار پشت تیرے نزدیک متحد ہیں تو تیری حس لمس نے تجھکو (اپنی) پشت دکھلا دی ہے (یعنی وہ حس تجھ سے رخصت ہو کر چلی گئی) اور جسطرح یہ سب مدرکات سلیم الحس کے نزدیک متمیز ہیں اسی طرح) بزدلوں کی اور شجاعان دلیر کی آواز ظاہر ہے مثل فن روباہ اور شیر کے (کہ باہم متمیز ہیں روباہ کا فن مکر و حیلہ و جبن اور شیر کا فن شجاعت و جلادت اسی طرح بوئے صدق و بوئے کذب باہم واقع میں تو متمیز ہیں لیکن اگر تجھکو تمیز نہیں تو) اپنے حواس کا چارہ کار کر اور اسوقت راہ طلب کو در پیش کر (اس دوسرے مصرعہ میں مولانا کے اس مقصود کی تصریح ہے جسکو احقر نے تمہید مضمون منتقل الیہ میں لکھا ہے فی قولہ شیخان مزورین کی رنگین باتوں پر الخ وہاں لفظ شاید لکھنے کے وقت یہ مصرعہ پیش نظر نہ تھا اور اوپر تو زبان کی تشبیہ تھی پردہ کے ساتھ آگے ایک اور تشبیہ ہے کہ) یا (یوں کہو کہ) زبان ٹھیک مثل سر دیگ کے ہے جب وہ ہلتی ہے تو جان لیتا ہے کیا سالن ہے (اور جیسے وہاں بوئے صدق و بوئے کذب کی نسیم و سموم سے تشبیہ تھی یہاں اسکو بخار سے تشبیہ دیکر فرماتے ہیں کہ) تیز ہوش (آدمی) اس کی بھاپ سے جان لیتا ہے دیگ شیریں کو آش ترش سے (سکباج آشے کہ در وے سرکہ اندازند مرکب از سک بمعنی سرکہ و با بمعنی شوربا اور مثال مذکور میں تو مظروف دیگ کی تمیز کا ذکر تھا آگے خود ظرف کی تمیز سے مثال دیتے ہیں کہ) نئی ہنڈیا پر جب کسی صاحب سلیقہ نے ہاتھ مارا خریدنے کے وقت (اور اسکو بجایا) تو (اس سے) شکستہ کو دیکھ لیا (فی المنتخب فنی کریم و ترجمتہ باللازم اور اس سے یہ بھی مفہوم ہو گیا کہ اگر سلیقہ نہیں تو جب آنکھ سے دراڑ دیکھے گا تب پہچانے گا اور ان اخیر کی امثلہ سے یہ بھی حاصل ہوا کہ اہل ادراک باہم متفاوت ہیں کہ کسی نے شوربا کو ہلا کر دیکھ کر پہچانا کسی نے بھاپ سے ایسے ہی کسی نے ہنڈیا کی شکستگی کو ہاتھ سے پہچان لیا کسی نے آنکھ سے آگے اسی تفاوت پر ایک حکایت ہے کہ) ایک شخص نے کسی صاحب درد سے پوچھا (اور) کہا کہ تو کتنی مدت میں پہچان لیتا ہے آدمی کو (شاید صاحب درد ہونے کو اس پہچاننے میں اس طرح دخل ہو کہ ایسا شخص سخت دل نہیں ہوتا اور قساوت قلب مانع ہوتی ہے دوسروں کی حالت کی تحقیق سے جیسا ظالموں کی کیفیت دیکھی جاتی ہے کہ خواہ دوسرے کی جان نکل جاوے مگر ان کو انکی بیچارگی کا احساس ہی نہیں ہوتا یا صاحب درد سے مراد صاحب باطن ہو جس کے دل میں صرف درد عشق ہو مگر صاحب کشف نہ ہو جیسا دوسرا شخص جسکا ذکر عنقریب اس شعر میں آویگا واں دگر گفت الخ صاحب کشف بھی تھا جیسا بالکل ختم اشعار کے قریب اس کا جواب اس پر دال ہے اس نے (جواب میں) کہا کہ میں آدمی کو فی الفور دہن سے (یعنی تکلم سے) پہچان لیتا ہوں اور اگر وہ نہ بولے تو اس کو تین روز

میں (چال ڈھال سے) پہچان لیتا ہوں (سو اس شخص کے ادراک کا تو یہ درجہ تھا) اور ایک دوسرے شخص نے (جو کہ وہاں موجود تھا اور ممکن ہے کہ اس سے بھی پوچھا گیا ہو یہ) کہا کہ اگر وہ بولے تب تو (فوراً) پہچان لیتا ہوں اور اگر نہ بولے تو میں اُسکو (کسی بہانہ سے) کسی بات میں لگا دیتا ہوں (اور اُسوقت بولنے سے پہچان لیتا ہوں تو اس شخص کے ادراک کا یہ درجہ تھا تو اول میں اور اس میں ادراک کا تفاوت ہوا) اُس (سائل) نے (اس دوسرے شخص سے) کہا کہ اگر وہ یہ تدبیر سنے ہوئے ہو (کہ اس لئے بھی کلام کرایا کرتے ہیں تاکہ امتحان ہو جاوے اور اسوجہ سے) وہ (شخص) لب بند کر کے اور خاموشی میں چلا جاوے (تو کیسے پہچانیگا) اُس نے (جواب میں) کہا کہ تو (اُس سے) کہدے کہ ساتویں زمین تک چلا جا (اور) ابد تک اُس شخص کا حال مجھپر مخفی ہی رہے (لیکن یہ بتلا کہ) اگر میں ایک شخص کا حال نہ ہی جانوں گا تو کیا ہو جاویگا اور اُس میں میرے دین کا کیا نقصان ہو جاویگا (جو مجھکو یہ احتمال مضر ہو اور مجھکو اسکی تدبیر سوچنے اور بتلانے یا پوچھنے کی ضرورت ہو مطلب یہ کہ یہ سوال ہی لغو ہے اور اس سوال کی لغویت پر وہ شخص ایک مثل لایا کہ یہ احتمال نکالنا کہ یہ بیہودہ سوال کرنا ایسا ہی ہے) جیسا کہ ماں نے بچہ سے (اُسکے دل مضبوط رکھنے کو اور اوہام کا اعتبار نہ کرنے کو اُس کے فہم و مذاق کے موافق عنوان اختیار کر کے) کہا کہ اگر کوئی خیال رات کو تیرے سامنے آجاوے یا گورستان اور خوفناک جگہ میں تو کسی خیال زشت کو (زعم خود) کمین گاہ میں (مستعد حملہ کا) دیکھے تو دل قوی رکھنا اور اُسپر حملہ کر دینا وہ فوراً تجھسے رخ پھیر لیگا (اور بھاگ جاویگا) کیونکہ بے خوف ہو کر جو شخص اُسکی طرف گیا تو وہ خیال شیطان مثال فوراً بھاگ گیا لڑکے نے کہا کہ اُس خیال شیطان مثال ہی اگر اُس کی ماں نے بھی یوں ہی کہدیا ہو (اور اس لئے) وہ حملہ آور ہو اور میری گردن میں اولجھ جاوے (اپنی) ماں کے حکم سے پھر میں اُسوقت کیا کرونگا تو مجھکو سکھلاتی ہے کہ مضبوط کھڑا رہنا (مگر) اس خیال زشت کی بھی تو کوئی ماں ہوگی (تو اس بچہ کی طرح تیرا سوال بھی لغو ہے آگے مولانا ایک انتقال فرماتے ہیں کہ کوئی وہمی آدمی اس مثل کو سنکر اس وہم میں نہ پڑے کہ ہمکو جسطرح اللہ تعالیٰ نے شیطان سے مغلوب نہ ہونے کا طریقہ اور امر فرمایا ہے کما قال تعالیٰ انہ لیس لہ سلطان علی الذین اٰمنوا وعلی ربہم یتوکلون ۔ جس سے ایمان اور توکل اختیار کر کے اُس کے مقابلہ میں ہم قوی الہمت رہیں اور اُسکو دفع کرنے میں اپنی کامیابی کا یقین رکھیں اسی طرح ایسا نہ ہو کہ ایسی ہی بات کسی نے شیطان کو سکھلادی ہو اور اسی طرح وہ ہمکو دفع کرنے میں ہمت کو قوی کرے تو اس صورت میں اُس بچہ کی طرح ہم بھی پوچھتے ہیں من آنگہ چوں کنم مولانا اُس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ شبہ جب ہوتا جب نعوذ باللہ خدا کا کوئی مقابل ہو اور شیطان کا تلقین کنندہ ہوتا یہاں تو مقابل درکنار کوئی دوسرا تلقین کنندہ بھی نہیں بلکہ آدمیوں کے شیطان کا (یعنی اُس شیطان کا جو کہ آدمیوں پر مسلط ہے) تلقین کنندہ وہ ایک ہی ہے (جسکی شان یہ ہے کہ) اُس (کی مدد) سے (بڑے بڑے اقویا پر) غالب آجاتا ہے اگرچہ یہ خصوصیت کنندہ (مع الشیطان) ضعیف بھی ہے (اور یہ غلبہ ہر حالت میں ہے) خواہ کسی جانب بھی (اُس ضعیف کی) وہ توجہ منعطف ہو جاوے (یعنی خواہ قوی کے دفع کی طرف توجہ کرے یا ضعیف کی دفع کی طرف فی الغیاث پراش توجہ دمنضت ہیں) اللہ اللہ (یہ تخصیص نہ تقویت کے لئے ہے) تو جا (اور) اُسی (واحد کی) طرف پہونچجا تاکہ شیطان پر غالب رہے حاصل جواب کا یہ ہے کہ

(یہاں ملقن ایک ہی ہے) اُسی نے تجھکو بھی (نہ شیطان کے) تلقین فرمایا ہے اور چونکہ اُس نے تلقین فرمایا اگر تو اُسکی کہنے پہ عمل کریگا وھو معنی قولہ تو ہم آن سوئی باش تو وہ تیری ضرور مدد کریگا جسطرح اگر کوئی بادشاہ سپاہ کو حکم دے اور وہ حملہ کرے تو سلاح سے دوسری فوج سے وہ اس سپاہ کی ضرور مدد کریگا اور جب وہ مدد کریگا تو تو غالب آوے گا وھو معنی قولہ غالب از دے گردد الخ اور اُسی نے شیطان کو ابتلا رتصرف کی قدرت دیدی اُسکی تلقین سے یہ مراد ہے نہ یہ کہ حق تعالیٰ نے اُسکو مشورہ دیا کہ تو ایسا کیا کر اور یہ ظاہر ہے اور چونکہ وہ اللہ کا مخالف ہے مؤمن مطیع کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ اُسکی نصرت نہیں فرماتا اس لئے اس سوال کی گنجائش نہ رہی من انگہ چوں کنم کیونکہ نہ ملقن دوسرا نہ تلقین مشورہ کی اور نہ مطیع امر کے مقابلہ میں اُسکی نصرت بلکہ خود ہی انسان بخوشی اُس کے اضرار کو قبول کرلیتا ہے تو اس سے بچنا کچھ مشکل نہیں ہے پس یہ توہم ہر طرح دفع ہوگیا یہ مضمون منتقل الیہ جو بطور جملہ معترضہ کے تھا تمام ہوا آگے پھر عود ہے اُس سائل اور مجیب دوم کی حکایت کی طرف یعنی) اُس (سائل) نے (مکرر پوچھا اور) کہا کہ اگر وہ مکر سے کلام میں نہ آوے (اس وجہ سے کہ) وہ باہمت حیلہ کو جانتا ہو (کما قد ذکر فی قولہ گفت اگر ایں مکر بشنیدہ بود الخ) تو (پھر) تو اُس کے راز (ما فی الضمیر) کو کیونکر پہچانے ٹھیک کہہ (راست گو میں غور کرنے سے ذوقاً مجھکو معلوم ہوتا ہے کہ سائل نے جواب اول کو بخصوصیت حال مجیب کہ وہ صاحب بصیرت ہوگا محض اس کات پر محمول کیا اور سمجھا کہ میری طرز سوال کے ناپسندیدہ ہونے سے یا اس خیال سے کہ سوال سے محض تکثیر کلام مقصود ہے تحقیق مقصود نہیں اس سے ایسا خشک جواب مدافعانہ دیدیا ہے ورنہ یہ بدوں کلام کے دوسرے کسی طریقہ کشف وغیرہ سے بھی حاضر کا ایسا حال جسمیں گفتگو ہے معلوم کرسکتا ہے اس لئے مکرر سوال کیا جسمیں راست گو بڑھانے سے یہ بات ظاہر کردی کہ مجھکو واقعی تحقیق ہی مقصود ہے اور شاید ایکے بطریق ادب پوچھا ہو آگے اسکا جواب منقول ہے کہ) اُس نے (جواب میں) کہا کہ میں اُسکے سامنے خاموش بیٹھ جاتا ہوں (اور) صبر کو زینہ (اور ذریعہ وصول) بناتا ہوں درجہ (مقصودہ) کی طرف تاکہ میں بام کامیابی کی سطح پر پہونچ جاؤں (صبر سے مراد میرے ذوق میں قلب کو خطرات سے خالی کرکے وقت معتدبہ تک مراقب خاموش بیٹھنا چونکہ دونوں امر میں مشقت ہے خطرات سے خالی کرنا بھی مجاہدہ ہے اور محبوس ہو کر بیٹھنا بھی اسکو حق تعالیٰ نے بھی صبر فرمایا ہے قال تعالیٰ واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم الآیہ پس حاصل یہ ہوا کہ اس طرح صبر بالتفسیر المذکور کرکے بیٹھتا ہوں اور صبر ایسی چیز ہے کہ) ہر صبر کا انجام مراد ہی ہے (اور) ہر تلخی کے بعد شکر نصیب ہوتی ہے (یہ مقدمہ خاصیت صبر میں حکم مرتب آتی فیما بعد کی لم بتلانے کو بڑھا دیا کہ اس طرح بیٹھنے کو اطلاع خواطر میں کیا دخل ہے اور اس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ اس طریقہ سے کبھی تخلف مقصود کا ہوتا ہی نہیں اسکا حاصل یہ ہے کہ اسکی فی نفسہ یہی خاصیت ہے باقی کسی مانع و معارض سے تخلف ہوجاوے تو ممکن اور واقع ہے غرض یہ کہ میں اس طرح بیٹھتا ہوں اس کے بعد) جب اُس کی حاضری میں میرے دل سے کوئی کلام (خواہ نفسی یا لفظی) جو اس شادی و غم سے خارج ہو (یعنی دنیوی نہو) جوش کرتا ہے تو میں جانلیتا ہوں کہ یہ میرے پاس اس نے ایسے ضمیر سے بھیجا ہے جو سہیل کے مشابہ ہے یمن میں (پس) میں اُسکی بزرگی کے روبرو گردن جھکا دیتا ہوں (اور) دل پر بھی اور تن پر بھی (یعنی اپنے ہر ہر بن مو پر) منت رکھتا ہوں (اور ممنون ہوتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ) میرے دل میں یہ بات اُس طرف سے آئی ہے (اطلاقاً للمقید علی المطلق لان المیمنة ھو الطرف

(لا یمن خاصۃ ولعل قعیرہ بلا یمن لکون جانب ھذا الرجل مبارکا) اور اُدھر سے آنا جو سمجھتا ہوں تو اس لئے کہ ایک دل سے دوسرے دل کی طرف روزن (اور منفذ باطنی) ہے (جیسا اہل کشف مشاہدہ کرتے ہیں اور اسی سے اس کی جانب مقابل کا حال بھی معلوم ہوگیا کہ اگر اس عمل کے بعد کوئی بُرا خطرہ آوے تو اس سے پہچان ہوتی ہے اُس شخص کی حالت ناپسندیدہ کی اور اس عمل کا اثر تو اسی کو مقتضی ہو اور اس طریقہ کو اہل ریاضت نے اسی طرح لکھا ہے لیکن اس شق کو ذکر نہ کرنے کی وجہ بالفارحق یہ معلوم ہوئی کہ اشارہ اس طرف ہے کہ چونکہ یہ طریقہ حجت شرعیہ نہیں اس لئے اس بنا پر بدگمانی جائز نہیں اور حسن ظن جائز ہے پس حاصل جواب کا یہ ہوا کہ اگر اس طریقہ کے بعد بھلائی آتی ہے تو اسکو اچھا شخص سمجھتا ہوں اور اگر برائی آتی ہے تو اسکو برا نہیں سمجھتا اور اُس پر عمل نہیں کرتا خاموش ہوکر بیٹھ رہتا ہوں اور اسکا ذکر ہی نہیں کرتا جیسا اسوقت بھی اُس کا ذکر نہیں کیا یہاں یہ جواب ختم ہوا اب مولانا اوپر کے متصل مضمون پر پہنچ کر کتاب کو ختم فرمانا چاہتے ہیں یعنی جب یہ معلوم ہوگیا کہ دل میں روزن ہے اور واردات کے آنے کا منفذ وہی ہے پس اسی طرح اب تک آفتاب القا میرے قلب کے مقابل تھا اور اُسکی شعاعیں یعنی واردات روزن قلب سے پہونچ رہی تھیں مگر اب بحکمت خداوندی وہ آفتاب افق استتار میں غروب ہوگیا یعنی اب بجائے تجلی کے استتار ہوگیا جیسا عارفین کو دونوں حالتیں پیش آتی ہیں اور بعض مصالح اس میں تجلی سے بھی زیادہ ہوا کرتی ہیں سو جب روزن قلب (کی محاذاۃ) سے آفتاب (فیض زیر افق) جا گرا تو (کتاب ہذا ختم ہوگئی اور اسی کو خوب معلوم ہے کہ صواب اور مصلحت اور حکمت کس وقت کس چیز میں) کیا ہے (پس جب وہی جانتے ہیں اور حکمت کے موافق کرتے بھی ہیں اور اسوقت انھوں نے ایسا کیا پس یقیناً اسی میں حکمت ہے اس لئے میں بھی اتباع اس حال کا کرکے بتکلف کلام کرنا نہیں چاہتا ختم کئے دیتا ہوں) **ف** اس مقام میں ایک مسئلہ کی طرف بھی اشارہ ہوگیا اور وہ مسئلہ وہی ہے جسکی طرف دفتر اول کے خاتمہ پر بھی اشارہ تھا تو دونوں دفتروں کا خاتمہ میں متوافق ہونا یہ بھی عجائب اتفاق سے ہے اور اُس مسئلہ کے متعلق شرح دفتر اول کے ختم کی عبارت نقل کردینا کافی سمجھتا ہوں وھی ھذا **ف** اس مقام میں اشارہ ہے اس طرف کہ عارف کو بحکم وقت کلام کرنا چاہئے جب طبیعت اپنی اور سامعین کی حاضر ہو اور علوم ومعارف کی آمد ہو اور اُس میں اعتدال ہو کہ نہ بیان میں تکلف ہو اور نہ اتنا غلبہ ہو کہ ضبط سے خارج ہونے کا اندیشہ ہو اسوقت افادہ فرماوے وفیہ قلت انفاسہ

گر بگوید بگو بگوئی وبجوش ور بگوید مگو مگوئی وخموش

خاتمۃ الترجمۃ من خاتمۃ ولدہ بہاؤالدین رحمہما اللہ تعالیٰ

شکر کایں نامہ بعنوانے رسید	گم نشد نقد وباخوانے رسید

نردبان آسمان ست ایں کلام ہر کہ ازایں بررود آید ببام

نے ببام چرخ کان اخضر بود بل ببامے کز فلک برتر بود

تمۃ الخاتمۃ من اختتام المثنوی للمولوی الکاندھلوی

رو بحق آر و بکن ختم کتاب دم مزن واللہ اعلم بالصواب

ربنا فالحمد لك في كل حال انت معنى السر في كل المقال

انت مقصودي اليك وجهتي خالصاً لله كانت نهضتي

یا محیط الکل یا الٰہ الوری یا اله العرش یا ربّ الثری

کن انیس القلب اختم لی بخیر انت حسبی انت کافی لیس غیر

الفوائد الختمیّۃ من المترجم غفرلہ

فائدہ اولیٰ۔ الحمد للہ کہ آج تیسری جمادی الاول یوم السبت سنہ ١٣٣٣ھ کو کہ میری عمر اسوقت ایک دن کم ایک مہینہ زیادہ ترپن سال کی ہے بوجہ اس کے کہ ربیع الثانی سنہ ١٢٨٠ھ کو میری ولادت ہوئی ہے یہ عشر عاشر بھی ختم ہوا بفضلہ تعالیٰ یہ عشر جو کہ چھ سو سے دو چار زیادہ اشعار پر مشتمل ہے کل چھ دن میں ختم ہوا جس سے سو شعر روزانہ کی شرح کا اوسط پڑتا ہے جو میری استعداد علمی و عملی سے بہت مستبعد ہے وذٰلك من فضل اللہ الکبیر المتعال ثم من برکۃ مولانا الجلال۔

فائدۂ ثانیہ۔ اس دفتر میں دو قصے ناتمام رہ گئے ہیں ایک شہزادہ سوم کا دوسرا اُن کاہلوں کا اسکے متعلق حضرت سلطان بہاؤالدین ولد قدس سرہ نے اپنے خاتمہ میں ذکر فرمایا ہے کہ میں نے اپنے والد ماجد سے اس کے پورا نکرنے کی وجہ پوچھی تو انھوں نے یہ فرمایا ؎

ہست باقی شرح ایں لیکن دروں	بستہ شد دیگر نمی آید بروں

الیٰ قولہٖ ؎

باقی ایں گفتہ آید بے زباں	در دل آنکس کہ دارد نورِ جاں

اس آنکس کا مصداق مدت دراز کے بعد حق تعالیٰ نے مفتی الٰہی بخش کاندھلوی قدس سرہٗ کو بنایا اور اُنھوں نے اختتام میں اسکو اتمام کو پہونچایا کما انہ ذکرہ بنفسہ فی افتتاح الاختتام اور ایکبار بندہ نے شعر باقی ایں گفتہ آید الخ پر ایک حاشیہ منسوب بہ محمد افضل چھپا ہوا دیکھا چنانکہ آں باقی در مثنوی سلطان ولد قدس سرہٗ مذکور شدہ و قصہ شہزادگان درآں مثنوی تمام گردیدہ گویا حضرت مولانا قدس سرہٗ در دل سلطان ولد بے زبان فرمودہ آہ اسکو دیکھکر سخت تعجب ہوا اتفاق سے ایک جگہ اُس مثنوی سلطان ولد قدس سرہ کا موجود ہونا سنا گیا منگا کر دیکھا حاشیہ کا مضمون صحیح نہ پایا گیا یہ مدت کی بات تھی مجھکو یاد بھی نہ رہی اب پھر یہ حاشیہ نظر سے گذرا چونکہ پہلا دیکھا ہوا بالکل ذہن میں نہ تھا پھر وہ مثنوی منگائی تو اُس کے ساتھ میرا ایک خط نتھی ہوا ہوا اُسی زمانہ کا چھپا ہوا ملا اُس سے معلوم ہوا کہ میں پہلے اسکی تحقیق کر چکا ہوں اور اُس خط میں لکھ چکا ہوں چنانچہ یہاں اُس کے بعض ضروری جملے نقل کرتا ہوں وھو ھذا ایک حاشیہ میں لکھا دیکھا تھا کہ دفتر ششم مثنوی مولانا رومی رحمہ کا اختتام سلطان ولد رحمہ کی مثنوی میں ہوا ہے یہ بات دیکھنا تھی سو غلط نکلی یا تو سنی سنائی لکھدی ہے یا کوئی اور مثنوی ہو آہ یہ خط دسمبر سنہ ۱۹۰۴ء کا لکھا ہوا ہے البتہ یہ مثنوی سلطان ولد رحمہ کی فی نفسہ بہت اچھی ہے میں تبرکاً و نیز پتہ پہچاننے کے لئے اُس کے دو شعر ایک اول کا ایک آخر کا نقل کرتا ہوں ؎

بشنوید از نالہ و بانگ و رباب	نکتہ ہائے عشق در ہر گونہ تاب
اے خنک جانے کہ آں صحبت گزید	شد ازاں صحبت مزید اندر مزید

فائدۂ ثالثہ وھذا آخر الفوائد بعض نے مشہور کیا ہے کہ مولانا رحمہ نے خود ایک دفتر سابع بھی لکھا ہے چنانچہ میں نے

ایک قلمی مثنوی اسی مثنوی کے وزن پر اولاً مکہ معظمہ میں اور ثانیاً بعد نو دس سال کے ایک دوست کے پاس ۱۳۳۰ھ میں دیکھی اور اس کے اول ورق پر ایک بزرگ نے اس قول کے اثبات میں چند اشعار اسی وزن پر لکھدئے تھے میں اس قول کو بدلائل خلاف واقع جانتا ہوں اس لئے میں نے اُن دوست کی درخواست پر نظم ہی میں اسی وزن پر اپنی رائے لکھدی جو ذیل میں منقول ہے مگر افسوس ہے کہ اسوقت وہ کتاب میسر نہوئی ورنہ اس کا بھی اول وآخر پتہ کیلئے لکھدیتا غرض دفتر سابع کی نسبت مولانا کی طرف غیر صحیح ہے یہ ممکن ہے کہ کسی اور نے بطور خود لکھکر اس کا لقب دفتر سابع رکھدیا ہو چنانچہ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا ہی دفتر سابع لکھا ہے جس کے لکھنے کو اس نکتہ پر مبنی کیا ہے

شعر

طوف کردن تا بود مقصد برآر	گرد خانہ یار باید ہفت بار

اور ایک شعر اس کا احقر بھی اپنی مثنوی زیر و بم میں لایا ہے شعر

غیرت عشقش زباں دو قاش کرد	چوں قلم ایں زیر و بم را فاش کرد

سو یہ اور بات ہے اب میں وہ اشعار اپنے بہ تخطیہ نسبت دفتر سابع بجانب مولانا الجلال نقل کرتا ہوں۔

رائے اشرف علی تھانوی در انتساب کتاب مشہور بدفتر ہفتم مثنوی معنوی بمولانا رومی اثباتاً ونفیاً وکل رای لایجب ان یقبل

حمد نذر بادشاہ ذوالجلال	صد درود بر رسول خوش خصال
پس ازیں نازیم بخت خویش را	کین سخن صافی گذشت از چشم ما
گو نیا جزوے ز عین مثنویست	چونکہ شانش چوں کلام معنوی ست

ف پھر اتفاق سے رجب ۱۳۳۶ھ میں وہ کتاب مکرمی سید نور الحسن صاحب رئیس رتھیڑی ضلع مظفرنگر کے پاس ملگئی اب اس کا اول وآخر پتہ کیلئے لکھتا ہوں۔

آغاز خطبہ۔ مجلد ہفتم از جملہ دفاتر مثنوی دلطوا میر معنوی کہ خزینہ از ہار امانی و گنجینہ انوار معانی اسرار اللہ است چشمہ زندگانی زندہ دلان خضر قدمان آگاہ ست الخ۔

آغاز نظم ای ضیاء الحق حسام الدین سعید + دولتت پائندہ فقرت بر مزید + چونکہ از چرخ ششم کردی گذر + بر فراز چرخ ہفتم کن مقر

شعر نجم۔ ہم ضیاء الحق ہفت اندر علوم + ایچنیں ہفت دگر مولائے روم +

ختم نظم۔ حسبی اللہ باعنان اختیار + باتو دادیم اے قدیم کردگار + ۱۲ منہ

می نهد بر گام مولانا قدم
گوئیا هست این و آں از یک قلم

نیست لیکن از کلام آں همام
شاهدے چندیں بریں دارد قیام

اولا ایراد برهانِ کثیر
که عدد هفت ست گویا ناگزیر

ایں بعید از طرز مولاناست هاں
بهر تائید شمار دفتراں

ثانیاً دور ست از اهل علوم
خویش را دادن لقب مولائے روم

یا که خود را مولوی کردن خطاب
یا ز خود سنت کشیدن در کتاب

ثالثاً گردے ششم را اختتام
باز هفتم را نمودے انصرام

رابعاً من دیده ام ایں نسخه را
نزد حضرت حاجی امداد ما

لیک با ایں اهتمامے کاں صفی
داشت در طبع کلام مولوی

هم ز بهر طبع ایں نسخه نداد
پس نه دانستش ز مولانائے راد

پس یقیں شد کایں سخن زاں شاه نیست
هاں مگر از غیر حق آگاه نیست

آئینه از تاب خورشیدار پرست
آئینه خورشید نیست لیکن چوں خورست

ور تو گوئی کاں دو بیت اولیں
میدهد از جزو بودن او یقیں

پس بداں کہ ایں خطاب شاعری ست	غائباں را نے دلیل حاضری ست
گفتہ ام انچہ کہ ذوق من بگفت	باز جوش طبع در نظمش بسفت

الاحقر اشرف علی غفر لہٗ

تمہید حصہ کلید مثنوی متعلقہ اختتام از مولانا کاندھلوی رح

بعد الحمد والصلوٰۃ یہ احقر عرض رسا ہے کہ کلید مثنوی شرح دفتر سادس مثنوی کی تمہید میں اس شرح سے بھی پہلے چند بار خاتمہ مثنوی مصنفہ حضرت مولانا الٰہی بخش کاندھلوی خاتم المثنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرح لکھنے کا خیال پیدا ہونیکا ذکر کر چکا ہوں اور اس وقت تک یہی قصد تھا کہ اصل دفتروں کی شرح کا جو طرز اختیار کیا گیا ہے اسی طرز پر اسکو بھی لکھا جاوے لیکن بعد اتمام شرح دفتر سادس کے خاتمہ موصوفہ پر جو نظر استانف کی تو بوجہ غیر غامض وغیر دقیق ہونے کے بجائے شرح بطرز مذکور کے اس کا حل بطور تحشیہ کے جہاں جہاں ضرورت واقع ہو کافی معلوم ہوا نیز قلت فرصت احقر بھی اس اختیار کا مرجح ہوا اور اس صورت میں اس حل کے حامل المتن ہونے کی بھی حاجت نہیں صرف پتہ بتلانے کے لئے اولاً ایک سرخی پھر اس کے ذیل میں جو اشعار حل طلب ہیں خواہ لغۃً و ترکیباً خواہ تحقیقاً للمقام و تمہیداً ان کو کہیں تام کہیں غیر تام نقل کر کے حل ضروری لکھدیا جاویگا اسی طرح پھر دوسری سرخی اور اس کے اشعار اور چونکہ نسخہ کشوری ہر شخص کو بآسانی میسر ہو سکتا ہے اس لئے سرخیاں اسی نسخہ سے نقل کی گئی ہیں کہ اشعار کا ملنا سہل ہو واللہ المستعان فی کل حال وزمان۔

نمقہ

اشرف علی عفی عنہ

عشرہ اخیرہ شعبان سنہ ۱۳۳۳ھ

قال الخاتم رح ناثراً افتتاح کلام بہ تمہید اختتام سراپا احتشام مثنوی معنوی۔

قال رح ناظماً ۵ جذب ذوق الخ قلت فعل میکشد کی نسبت اس جذب کی طرف یا فرضی اور شاعرانہ ہے یا مثل فیضان مولانا رومی رح کے جسکا ذکر اشعار مقام میں ہے مولانا حسام الدین کا بھی کچھ فیضان ہوا ہو احتمالاً ان قال رح

؎ پرتو خور الخ **قلت** داد آفتابی میں داد بمعنی عطا ہے مراد شعاع **قال** رح ہر زمانم الخ **قلت** یعنی بام دل پر کھڑی
ہوئے اشارہ کرتے ہیں الخ **قال** رح ؎ چونکہ حد خود الخ **قلت** تن زدم خاموش شدم **قال** رح ؎ چونکہ قول الخ **قلت**
پاک نظر **قال ناثرًا** آغاز داستان بیان کردن **قال** رح **ناظمًا** تشنہ گشتم الخ **قلت** قولہ آتشم پر دود گشت یعنی بخارات
بدماغ رسید و قولہ برکوہ ودشت مراد اعضا **قال** رح ؎ نفس نالان الخ قولہ سیکنک فی الغیاث بالکسر و یائے معروف و کاف
عربی مفتوح و فتح نون و کاف عربی دیگر بمعنی آہستہ و ایں لفظ ترکی ست از لغات ترکی نوشتہ شد **قال** رح از گرانی جاء الخ
قلت توجیہش از تکلف خالی نیست اظہر نسخہ دیگر ست از گراں جانی بخواب الخ **قال** رح ؎ از عطش البتین الخ **قولہ** برد
بالفتح بمعنی سردی یعنی میں نے سردی ظاہری کو باطن کی طرف اپنے خیال میں منصرف کرلیا اور یہ تجویز کرلیا کہ یہ سردی وجود
ظاہری کی حرارت باطنی کے لئے کافی ہوکر اسکو زائل کردیگی۔ **قال** رح ؎ کاہلی از آب الخ قلت فی المنہیۃ علی المصرع
الثانی یعنی اسباب بر ودت باطنی کہ آب بود در دست داشتم اما بسبب کاہلی نتوانستم نوشید آہ منہ قدس سرہ۔ **قال** رح
نفس را بکشند الخ قولہ یک دمے آبے فی المنہیۃ یعنی چنانچہ شراب نفس را بر شورش می آرد ہمچنیں زہاد آب را می پندار زند آہ
قال رح ؎ المرض خویش الخ **قلت** کشاد فی الغیاث کشاد نامہ بضم کاف عربی و فارسی فرمان بادشاہی الخ یعنی
تو اپنے نفس کے حکم کو مثل فرمان شاہی کے واجب الاتباع سمجھتا ہے کہ اسکی ہر بات کو مان لیتا ہے۔ **قال** رح زین
تردد الخ **قلت** اشجان جمع شجن بمعنی غم و فی الحاشیہ راغ درد و غم آہ لکن لمارہ **قال** رح ؎ کر دپس الخ **قلت** مصراع
ثانی صحیح ہمچنیں ستکش ثواب بدنہ آمد الخ **قال** رح ؎ با نیاز الخ **قلت** جرع مراد ترس **قال** رح ؎ گفت زن الخ
قلت دوہ بمعنی درندہ **قال** رح ؎ زیں سبب الخ **قلت** مصراع ثانی صحیح بدین سان ست کہ اتنک الخ۔
قال ناثرًا حکایت **قال ناظمًا** ؎ چوں نہ تنہی الخ **قلت** مصرعہ ثانی کے معنی یہ ہیں کہ تیری نماز کا ناہی عن الفحشاء
نہ ہونا مخبر و مشعر اس سے ہے کہ بجائے ترقی کے رجعت و واپسی ہو رہی ہے **قال** رح ؎ ہمچنیں شد الخ **قلت** ایک نسخہ
میں بے ریا کی جگہ بیریا واقع ہوا ہے حاصل دونوں کا ایک ہے کہ پیروں کے حکم ترک کرنے کا یہ انجام ہے اسی حکم کو بے ریا
کے ساتھ موصوف کر سکتے ہیں۔ **قال ناثرًا** رجوع بحکایت **قال ناظمًا** ؎ گفت خوب آید الخ **قلت** یعنی اگر
میں اسکو دور کردوں اور وہ دور بھی ہو جاوے تو سب سے بہتر تو یہی ہے لیکن اگر وہ نہ ہٹے اور حاصل ہی ہو جاوے تو اسکو
گور یعنی آخرت کے لئے صرف کردونگا **قال** رح ؎ مال دنیا الخ **قلت** اندازی بخاک کا بیان شعر آئندہ میں ہے
یعنی بہر گور خود الخ **قال** رح ؎ یعنی بہر گور خود الخ **قلت** انباز بمعنی شریک یعنی دوسرا اعمال بدنیہ کے ساتھ اس
طاعت مالیہ کو بھی شریک کرلے و فی بعض الحواشی فراہم آوردن وہذا بعید من التکلف ان ثبت **قال** رح ؎ گاہ
بسیار ست الخ **قلت** بگاوان یعنی مع گاوان یعنی اُن کو لیکر چرانے آئے اور اُن کو حلوب بالقوہ کہا ورنہ دسویں شعر
میں بے شیر ہونا مصرح ہے **قال** چوں ز اکل الخ **قلت** مستطیع از افتعال من السطوع **قال** رح ؎ گفت درویش الخ
قلت بدوش از دوشیدن یعنی سب میں سے کیفما اتفق کسی ایک کو دوہ لے **قال** رح ؎ راہ حق راچوں الخ **قلت** چپ
بمعنی چرا **قال** رح ؎ رو بر و الخ **قلت** یعنی دامن علائق دنیویہ کو قطع کرڈال تاکہ طے مسافت کے وقت تیرے دونوں

پانوں میں وہ دامن نہ اولجھ جاوے اور شعر آئندہ میں جملہ گر تو بے جامہ روی اس میں صریح ہے قال رح ے ور نجہ بےنشاں الخ
قلت خارہ سنگ سخت کذا فی الغیاث قال رح ے تیشہ چہ بود الخ قلت ایک نسخہ میں ہے آن ز نفی توجیہ یہ ہے
کہ اس نسخہ کو بیان کیا جاوے آن کا اور مصرعہ ثانی کی اصل یہ ہے کہ سنگ غیریت بر تابد ز راہ اور یہ صفت ہے نفی لا الہ
کی یعنی جو سنگ غیریت کو راہ سے ہٹا دیتی ہے۔

قال ناثراً قصہ دوشیدن گاؤ و نازادہ از راہ امتحان و سوء الاعتقاد قال ناظماً ے خالطوہم الخ درحق ایشان زدند
یعنی درحق ایں علماء گفتند پس زدند بمعنی سخن زدند باشد و فاعل زدند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والجمعیۃ للتعظیم یا محدثین و اسناد
سوئے ایشان باعتبار نقل ست قال رح ے چونکہ سلطان الخ قلت تشبیہ چوں سکر باعتبار زیادت و حمل خصوصیت
کے ہی قال رح ے ایچنیں مردے الخ قلت شہر نشین یعنی شہر یکہ پائے تخت بادشاہ بود قال رح مدتے بگذشت الخ
قلت عین الوصول بمعنی چشمہ وصول و عرفان یا بمعنی عین و اصل۔ قال رح ے میزداد کشکنجر الخ قلت فی الغیاث
بضم اول و سکون شین معجمہ و فتح کاف عربی و سکون نون و جیم عربی مکسور و یائے معروف و راء مہملہ چیز یکہ بداں دیوار
قلعہ می شکنند و بمعنی توپ مجاز ست و ایں مخفف کوشک انجیر ست و معنی ترکیبی ایں لفظ قلعہ رنگا فست از جہانگیری
و سراج و در مؤید بمعنی گولہ نوشتہ آہ قال رح ے بر شیت ہائے او الخ قلت در بعض نسخ بر شست ہائے او و اغلب آنکہ
غلط باشد یا معنی آنکہ بر چیز ہائیکہ او ثبت فرمودہ قال رح ے لاجرم الخ قلت مصرعہ ثانیہ بر دو گون ست اول یا ز
غار چوں حرا بیروں کشید و ایں اظہر ست و دیگر باز غار چوں حرا را برگزید و توجیہش آنکہ در شہر ہم خلوت را اختیار کردہ کہ مشابہ
غار حرا بود قال رح گر گنی رادی الخ قلت یعنی اگر تو حصول مال و سامان کے وقت جوانمردی و ہمت ایثار کی کرے
تو تو مشابہ سکندر کے ہے ورنہ جیفہ پر مثل کلب شیر زندہ کے ہے بلغندر لغت میں نہیں ملا حاشیہ میں اس کے معنی الحاح کنندہ
و ابرام نمایندہ و چسپندہ و ستیزندہ لکھے ہیں قال رح ابتلا الخ قلت یعنی واقع میں تو یہ سیم و زر بوی جنسی ہے اور
لیکن شیطان جو اس کے ذریعہ سے اغوا کر سکتا ہے حق تعالیٰ نے امتحاناً شیطان کو یہ تصرف دیدیا ہے اس تصرف دینے کو
مجازاً سیم و زر دادن کہدیا قال ناثراً در بیان معنی آں حدیث کہ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ و تفصیل آں قال ناظماً
ے کستہ الخ قلت فی الغیاث در تحقیق کستی ماخوذ از کستن کہ بمعنی مالیدن ست و بمعنی کوفتن نیز آہ و در بعض نسخ
کفتہ بمعنی کوفتہ و فی الحواشی کشمان بمعنی مزرعہ و کشتار بمعنی مرغ بسمل آہ و لم اظفر بہما فی کتب اللغۃ قال رح ے گر تو
نما فل الخ قلت کسیرج مروارید مراد ایمان۔ قال ناثراً رجوع بداستان وے و پیش و وداع گردانیدن دنیا از
مرد حقیقت اندیش قال ناظماً ے جوں رود الخ قلت بلغاک فی الحواشی شور و غوغا و گشن فی
الغیاث بفتحتین و در آخر نون بروزن چمن و بفتح اول و سکون ثانی نیز بمعنی بسیاری و انبوہی و گنجان از ہر چیز کہ
باشد آہ قال رح ے شیرج و کسبہ الخ قلت شیرج روغن کنجد و کسبہ فی الغیاث کسب بالضم کنجارہ روغن
و آن ثفل روغن ست مراد یہ کہ تعلقات جو روغن و کنجارہ کی طرح متلاصق ہیں کیسے جدا ہو جاوینگے یرغ فی الحواشی
شکنج و شکن و پیشانی چین زدہ اور جوان سے مراد بادشاہ قال رح ے گرچہ زائد الخ و در بعض نسخ گرچہ زاید و لا یظہر

وجهها وعندی الله کچھ زاید یعنی کونسی بات پیدا ہو جاوے گی قال رح ے واں دوم الخ قلت پیل سے
مراد مضمون یعنی میرا مضمون کہ قوت اور روانی میں مثل پیل کے ہے کاہلان دنیا کی مزید کاہلی کا سبب ہو گیا قال رح
ناثراً بیان نمودن آں پسر دوم حال کاہلی خود با قاضی قال رح ناظماً نصرت الداخل الخ فی الحاشیہ شکلے ست
در علم رمل سعد الخ قال رح ے شاہ ہر شب الخ قلت بیان ہے بانگ مذکور شعر بالا کا وژم فی الغیاث بفتحتین
وزاے فارسی بمعنی افسردہ واندوہگیں و بکسر اول عن فتح ثانی آشفتہ آہ ملخصاً قال رح ے نار وجنت الخ قلت
مصرع ثانی میں تازیانہ جنس اور مراد اس سے جمع ہے یعنی تازیانہ ہا پس خبر میں ناقلند کا آنا صحیح ہوا اور بعض نسخوں
میں کاہل ست اور ناقل ست واقع ہے اور یہ اظہر ہے۔ قال رح ے اسپ بحر الخ قلت یعنی اسپ مشابہ
بحر در تیز روی۔ قال رح ناثراً حکایت کردن آں پسر سوم الخ قال ناظماً ے دوش بردم الخ قلت مصرعہ
ثانیہ میں کاو بمعنی کاوش و تفحص یعنی اس تجسس کیلئے کہ یہ گائے کہاں تک جاتی ہے میں پاسبانی کرتا تھا قال رح
ے خود چراں الخ قلت امر ہے چریدن سے یعنی وہ گھاس چر کہ اس میں خار نہیں ہے مراد وہ منافع جسمیہ ہیں جو
تھو خار وازوں فی الحواشی درخت چرچیٹہ آہ ووازوں بود نش مشاہد ست وقتادہ فی المنتخب بالفتح درختے ست
سخت وخاردار آہ قال رح ناثراً رجوع کلام بحکایت آں پسر سوم الخ قال ناظماً ے در گذر زیں الخ قلت
مصرعہ ثانیہ میں تردد دہ کے معنی دہندۂ تردد مراد حق تعالیٰ قال رح ے روز من شد دیر الخ قلت فی الغیاث
دیر شدن بمعنی تمام شدن وخراب شدن ست بعد ازاں بمعنی فوت شدن مستعمل شدہ آہ قال رح ناثراً حکایت
در بیان آنکہ دنیا طالب ہارب خود و ہارب از طالب خود ست قال رح ناظماً کفترے الخ قلت فی الحاشیہ
کبوتر اور مصراع ثانی میں از ہر سہ کے یہ معنی نہیں کہ وہ تینوں سے آگے تھا کیونکہ وہ تین تو اس ہمیت تھے بلکہ معنی یہ ہیں
کہ ان تینوں میں سے وہ آگے تھا قال رح ے در پے عاجز الخ قلت عاجز صفت مقدم ہے مرغ کی اور یہاں ریغ
کے معنی حاشیہ میں تیز رو اور دوندہ کے لکھے ہیں قال رح ے کافراں گفتند الخ قلت خبی بمعنی خفی مراد عالم
غیب قال رح ے دانہ در معنی الخ قلت گرد بمعنی خاک وغبار یعنی فرشتہ نبی کے سامنے گرد ہے یعنی مفضول
ہے کما ہو مقرر فی کتب الکلام قال رح ناثراً جواب گفتن آں صوفی الخ قال رح ناظماً ے لیک زینہا الخ قلت
مصرعہ ثانیہ میں زد بمعنی زود قال رح ے زاغ یعنی الخ قلت فرہ بمعنی غلبہ وسبقت وظفر کذا فی الغیاث قال رح
ناثراً در بیان معنی ایں حدیث الدنیا سجن المومن الخ قال رح ناظماً ے ہیچ ناری یاد الخ قلت مصرعہ ثانیہ میں کشت
بمعنی زرع وسبزہ اور گندانہ بمعنی ہریلہ جو حاصل ہے خضراء الدمن کا قال رح ے خویش را الخ قلت گردہ جو مصرعہ
ثانیہ میں واقع ہے اس کے معنی غیاث میں ہیں گردہ بالفتح ودال مہملہ خاکہ نقاشان وآں زغال سودہ است کہ در پارچہ
بستہ باشد و بر کاغذیکہ در اں نقشہ گلہا وتصویرات سوزنہا زدہ باشند بمالند تا ازاں سوراخہا طرح نقش بر کاغذ دیگر نشیند
وآں کاغذ سوزن زدہ را نیز گردہ گویند آہ قال رح ناثراً حکایت بر سبیل تمثیل گوید قال رح ناظماً ے چونکہ دید غیر الخ
قلت ساز در مصرعہ ثانیہ بمعنی سامان قال رح ے کلکے داری الخ قلت فی الحاشیہ کاف برائے تصغیر بمعنی زاغ

شاید یہ حکم بمعنی ترجیح سے ہوا ورمستقلاً کہیں نہیں ملا **قال** رح تا فشک الخ **قلت** فشک فی الحاشیہ دیوک بعربی ارضہ که بیخ درختان می خوردآه که بعضے آنرا دیمک گویند دکشمان بمعنی فرع دقدمر فی عنوان بیان معنی آں حدیث که الدنیا مزرعة الاٰخرة یعنی جب تک زرع ہستی میں حب غیر کی دیمک موجود ہے اُسمیں حب اللہ کا دانہ بونا غیر مفید ہے **قال** رح این سخن پایاں الخ **قلت** مصرعہ ثانیہ میں قند فاعل ہے بستہ کا اور مراد قند وحدت **قال** رح ناثراً رجوع بحکایت شاہزادہ سوم الخ- **قال** رح ناظماً- اے ضیاء الحق الخ **قلت** مصرعہ ثانیہ میں چوں بادین کے معنی یہ ہیں کہ چنانچہ بادین جان پیغمبر را جذب میکرد ہمچنیں تو جان مرا اور یہ اشارہ ہے حدیث انی لاجد نفس الرحمن من قبل الیمن کی طرف **قال** رح ے بے تکثر الخ **قلت** مصرعہ اول بیان ہے حیرت مذکورہ شعر کا اور مصرعہ ثانیہ جواب ہے اُس تردد کا یعنی این وحدت ہستی مطلق راہست آنرا ہوش دارد تکثر در مرایاست **قال** رح ے پوتہ ولوتک الخ **قلت** فی الحواشی خزینہ وگنجینہ اھ شاید کاف برائے تصغیر باشد ولوتہ باینمعنی از نظر نگذشتہ ودر غیاث ست پوت بواد مجہول وتای فوقانی بمعنی جگر واحشا یعنی درسینہ وشکم باشد اھ شاید کہ گنجینہ را تشبیہاً گفتہ باشند مراد یہ کہ بڑا خزانہ اور چھوٹا خزانہ سب اسکے سپرد کر دیا **قال** رح ے برثباتی ورنہ الخ **قلت** خفوق در مصرعہ ثانیہ بالضم غروب کردن ستارہ الخ کذا فی المنتخب **قال** رح ے زاضطراب عشق الخ **قلت** چکرہ فی الغیاث بالفتح وکاف عربی بمعنی رشحہ یعنی آبیکہ قطرہ بچکید آه دراںمعنی براے۔ **قال** رح ے زن بناشد الخ **قلت** یعنی اگر نباشد زاحوار بمعنی احاطہ و زائغہ بمعنی کج شوندہ یعنی زن اگر استعداد حمل بسبب بلوغ وحیض نداشتہ باشد از گرد آوردن نطفہ در رحم کجی ومیلی پدید آید پس استعداد در ہر کار شرط است **قال** رح ناثراً داستان آں مطیع الخ **قال** رح ناظماً چوں لیکرم الخ **قلت** یعنی یہ مضمون نشتر سے بھی زیادہ دل میں کونکل ہا تھا پس عجول بمعنی شتابندہ تر **قال** رح ے بیمرادش گفتم الخ **قلت** معنی مصرعہ ثانیہ کے یہ ہیں کہ وہ شخص وصال حیرت میں فائز ہوا یعنی وہ بھی وصال تھا مگر معرفت تامہ نہونے سے اُس وصال وقرب کا اثر حیرت تھی **قال** رح ناثراً بیان حال شہزادہ سوم واکتساب او **قال** رح ناظماً بے طلب بخشید الخ **قلت** تتوراک فی الغیاث طبل کوچک کہ فرار نمان دارند بجہت رمانیدن طیور **قال** رح ے ہر چکادے را الخ فی الحاشیہ تارک سر را گویند وفی الغیاث بدال مہملہ بمعنی پیشانی وچکاوک مرغیست از کنجشک اندک بزرگ وخوش آواز وتاج بر سر دارد بہندی چنڈول گویند آه وہر دو لغت ماخذ معنی حاشیہ میتواں شد۔ **قال** رح ے نیست یکتارہ الخ **قلت** فی الغیاث یکتار کنایہ از اندک آه وفی الحاشیہ جگارہ بجیم عربی وکاف فارسی راہہائے مختلف را گویند یعنی در سوال بطریق مختلف جار دم آه ودر بعض نسخ چکارہ بجیم فارسی وکاف عربی بمعنی ہیچکارہ وبیکار **قال** رح ے گفت پیغمبر الخ **قلت** فی الحاشیہ نضیر بکسر نون وضاد معجمہ شد وده زر غیر مضروب وفی المنتخب نض وناض بالفتح وتشدید ضاد درم ودینار نقد شدہ آه **قال** رح ے دیدکان الخ **قلت** سر دیگر نہ بخت یعنی دوسرا خیال نہیں پکایا۔ بنہالش نہال درخت بر نہ بخت یعنی ثمرہ دیگر پختہ نہ شد **قال** رح ے شاہ گفتا **قلت** فی الغیاث بالضم وواو معروف معرب توی کہ بتائے فوقانی وواو مجہول ست در ترکی شادی وعروسی را گویند **قال** رح ناثراً تمثیلات چند الخ **قال** رح ناظماً ہر کہ با تو دوست تر الخ

زوو بمعنی زود و برندہ است قال رح سہ صحبت عامی الخ قلت عین بمعنی چشم و غین بمعنی ابرو است و افعل التفضیل
ساتر قال رح سہ غین رین الخ قلت رین بمعنی زنگ ومنہ قولہ تعالیٰ بل ران علی قلوبھم اسمیں اشارہ
ہے حدیث انہ لیغان علی قلبی کی طرف اور قرص آفتاب سے مراد قلب نبوی یعنی جسب ہاں اس اختلاط کا موافق
رتبہ کے اثر ہوتا ہے تا بماہچہ رسد قال رح ناثراً چند نالہ زار الخ قال رح ناظماً رفتہ رفتہ الخ قلت شد کی ضمیر
وجود کی طرف اور اُس کا ملکوت ہونا مراد اس سے یہ کہ اُس کا ظہور ملکوت میں ہونا قال رح سہ لیک اقسام عروج الخ
قلت ایں درسے مراد باب عروج خواہ اضطراری ہو خواہ اختیاری اور خواہ جلال کی طرف ہو کما للکفار
یا جمال کی طرف کما للمؤمنین اور فیض عام ہے مطلق تصرف کو نہ کہ مخصوص تصرف نافع کے ساتھ اور اسکو فیض
اسلئے کہا کہ اس میں بھی افاضہ ہے بعض اسماء کے آثار کا قال رح سہ وان عروج دگین الخ قلت یہ دوگین بعد
میں مذکور ہے سابق میں مذکور نہیں، اور اس شعر کے بعد تین شعر نسخہ کشوری میں کم ہیں اور ضروری ہیں اُن کو نقل کرتا ہوں

سہ از رہ علم وعمل عارج شدند — پس بموت معنوی خارج شدند (آ از تقیدات)
پیش مردن مردہ گردو شو فنا — تا عروجے حاصل آید مر ترا
از منازلہا کہ سالک آمدہ است — جہد کردہ ہم بدانسو یازدہ است

بعد ازیں ایں شعر ست تا کہ وجہ حق الخ واحدی احدی بیائے معروف و تقدیر عاطف بینہما قال رح سہ نے
مشابہ آنکہ الخ قلت یعنی نہ بمرتبۂ آنکس کہ مطلوب کار او آخر کند با جتبائے محض چنانکہ انبیاء علیہم السلام و بعض اولیا
را افتاد قال رح سہ بر سبزی الخ فی الحاشیہ خوشی را گویند وستاغ فی الحاشیہ زن عقیمہ قال رح سہ در غارہ الخ
قلت فی الحاشیہ، غارہ زمین نمناک مراد لحد وزغارہ شاخ درخت وسان سان پارہ پارہ آہ وفی الغیاث سان
پارہ وحصہ آہ قال رح سہ سایہ عہد الخ قلت فی الحاشیہ رخش شعلۂ آتش و چنگاری و باد کن یعنی از ہوائے
طاعت آتش تیز نما۔ قال رح سہ مہر چوں آئینہ الخ قلت بسیط بمعنی منبسط یعنی خورشید کہ نورش منتشر ست یعنی
بوجہ کمال تعلق جسطرح آفتاب متجلی تھا اب یہ آئینہ بھی متجلی ہو گیا قال رح سہ شعلہ عشق الخ قلت مراد از احمد
مطلق عارف قال رح سہ شد گریبان الخ قلت من کجا الخ کے معنی یہ ہیں کہ میں اور میری ہستی اس عشق کے
سامنے کہاں قائم رہ سکتی ہیں قال رح سہ قارعہ آمد الخ قلت مینا شیشہ قال رح ناثراً وتکون الجبال
کالعھن المنفوش قال رح ناظماً جیست عالم الخ قلت اشارہ بقول صوفیہ العالم اعراض مجتمعۃ فی عین واحد آہ
یعنی کالاعراض قال رح سہ ہر زمان از فیض الخ قلت یعنی ہر آن میں اُس فیض سے جو موجود سابق کو متعلق

ہوا تھا موجود لاحق ہوجاتا ہے اور یہ فیض واحد بالذات ہے صرف متعلق کے اعتبار سے اُس میں تعدد ہے۔

قال رح ؎ موجد و مفنی الخ **قلت** معنی مصرعہ ثانیہ کے یہ ہیں کہ اُس کا موجد و مفنی ہونا یعنی مظہر و مبطن ہونا ایسا مقارن ہے جیسے اُسکا اختفا یعنی بطون اُس کے ظہور کے ساتھ ایسا مقارن ہے کہ گویا وہ اختفا بنفسہ و بعینہ اُس کا ظہور ہے **قال** رح ؎ مستمر مبنی الخ **قلت** مستمر حال ہے اور عدم بمعنی معدوم مفعول ثانی ہے مبنی کا یعنی اعیان کو تم علی الاستمرار معدوم دیکھنے لگو **قال ناثراً** فامامن ثقلت موازینہ **قال ناظماً** ؎ ہر کرا در ضربت الخ **قلت** مراع مخفف مراعی اسم مفعول از مراعاۃ یعنی ثابت ماند و انا الحق نگفت **قال** رح ؎ وانکہ شد میزان الخ **قلت** مصرعہ ثانیہ کے یہ معنی ہیں کہ در جام عشق از حد رفت آں تنک ظرف **قال** رح شعلہ الخ **قلت** مصرعہ ثانیہ کے معنی یہ ہیں کہ آتش عشق نے اُسکو سوز کا تاج دیا **قال** تیز تر شد **قلت** سوختہ مصرعہ ثانیہ میں مفعول ہے یافت کا اور مراد سوختہ سے آتش گیرندہ **قال** رح البتیین ؎ آتش سوزندہ الخ از سبب آتش الخ **قلت** مطلب یہ کہ ایسا شخص وصال کامل سے مشرف نہ ہوگا اور یہی ہجران ہے اور چونکہ یہ شخص عاشق بھی ہے گو واصل کامل نہیں اس لئے اس آتش میں دو صفتیں ہیں یہ آتش ہجران بھی ہے اور اس اعتبار سے اسکی سوزندہ ہے اور اس اعتبار سے سوزندہ پر طیر و سیر بھی ہے کہ مانع ترقی ہوگئی اور آتش عشق بھی ہے اور اس اعتبار سے سوزندہ غیر بھی ہے پس دونوں شعر کے دونوں حکم صحیح ہوگئے اور شمس سے دیدہ دوختن یہی ہے کہ واجب و ممکن میں تمائز نکیا۔

قال رح ؎ اے ایاز از حد الخ **قلت** یعنی اگر اپنی حد پر رہتا تو واصل کامل ہوتا **قال ناثراً** باز رجوع نمودن بتفصیل الخ **قال** رح **ناظماً** ؎ نفس را پر ور دی الخ **قلت** مصرعہ ثانیہ میں شاؤ بہمزہ دو واو بمعنی قدم **قال** ؎ چوں ستاکے الخ **قلت** فی الغیاث ستاک بکسر اول و کاف عربی شاخ نو رستہ و نازک از درخت و ستاوند فی الحاشیہ خانہ یک ستون چوں بنگلہ وغیرہ **قال** رح ؎ سنگ را سنبیدی الخ **قلت** فی الحاشیہ سوراخ کردی و گور بمعنی بہرام گور او رمراد اس سے دونوں مصرعہ میں یہ ہے کہ فرض کردم **قال** رح آخر انفاست الخ **قلت** سکنجید فی الحاشیہ بضمتین و سین مہملہ و کاف عربی تراشیدن و گزیدن و سرفیدن و در ینجا بمعنی اخیر مراد ست یعنی دم تو آخر بوقت مرگ در گلو گرفتہ خواہد شد و فی الغیاث فصل الشین المعجمہ مع کاف عربی شکنجیدن بکسر اول و ضم ثانی گرفتن عضوے باشد بسر ناخن آہ و اینجا ہر دو نسخہ موجہ است و فی الغیاث چغوک بفتح سرخاب و بمعنی گنجشک آمدہ باید کہ چنک مخفف آں باشد و فی الغیاث چغیدن کشیدن و دم زدن آہ و چغریدن باید کہ مزید آں باشد **قال** رح رفت رفت الخ **قلت** یعنی انچہ رفت رفت از و بحث نیست **قال** رح ؎ نفس تو ہمچوں پدر الخ **قلت** شروع است در تطبیق قصہ **قال** رح ؎ حصن دین الخ **قلت** بار بمعنی بارگاہ کذا فی الغیاث **قال** رح ؎ تاکہ طو نما الخ **قلت** انوس من الانس **قال** رح ؎ ہست اینجا الخ **قلت** مراد بمعنی تلخی **قال** رح ؎ ماندہ دردہ الخ **قلت** یعنی صرف جرعہ نوشید و بکمال نہ رسید **قال** رح ؎ چوں نظر الخ **قلت** ستر حال ست یعنی باطناً و پنہاں **قال** رح ؎ وآں دو را الخ **قلت** ان دونوں کو یہ حصہ ملا کہ دختر کے طالب تھے کہ یہی

ایک تعلق و تلبس ہے جسکا یہ ثمرہ ہوا کہ بادشاہ تک رسائی ہوئی اور مورد عنایت ہوئے اگرچہ اپنے نقصان کے سبب کمال فوز میسر نہیں ہوا **قال** رہ ؎ ناقصے را الخ **قلت** یہ متعلق ہے ماقبل کے اس میں بیان اس کا ہے کہ جس کو قرب میسر ہوا وہ بھی اُس کا استحقاق نہیں محض فضل ہے **قال** رہ ؎ چلچلہ الخ **قلت** فی الحاشیہ جانورے خرد ست کہ بہندی انجہاری گویند کرم رازیر خود می پرورد آہ زاد فی اخری و در چند روز بر شکل خود میگرداند **قال** رہ ؎ گفت باشہزادہ الخ **قلت** پوپ تاج کہ بر سر طاوس وغیرہ باشد آہ وفی اخری سر تاج جملہ خدام ست **قال** رہ غیر خدمت نے تتر بویش الخ **قلت** فی الحاشیہ بازی وہزل را گویند آہ **قال** رہ تار و مار ش الخ **قلت** فی الغیاث تار و مار یعنی زیر و زبر و گنج سج و پریشانی و پراگندہ گاہے ہمیں معنی تال مال تیز می آید آہ **قال** رہ شاہ گفتا الخ **قلت** روز بازار بمعنی گرمی و رونق بازار **قال** رہ ؎ لطف فرمود الخ **قلت** ہر دو برادر متوفی کا تابع باعتبار ترتیب زمانی کے کہا کہ اُن کی نوازش زماناً مقدم تھی ورنہ ترتیب رتبہ کے اعتبار سے اُن دونوں پر یہ سابق ہے چنانچہ شعر آیندہ قصر ہا الخ اسکی دلیل صریح ہے یا ایک خاص اعتبار سے اسکو تابع محض بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ مجاہدہ کیا ہوا نہ تھا چنانچہ یہاں سے چودھویں شعر میں اسکی تصریح ہے چون نبود ایں شاہ ملحق با جہاد اور اس صورت میں شعر قصر ہا الخ کے معنی یہ ہوں گے کہ اس کے اندازہ و حوصلہ سے زیادہ دیا گو اُن دو سے کم ہو۔ **قال** رہ ؎ مرد باش الخ **قلت** نے پے مرد گرد یعنی مرد کے پیچھے اور تابع پھر یا ہو جا اور مصرعہ ثانیہ میں پوتک و لوتہ کے معنی حاشیہ میں خزانہ و دولت لکھے ہیں **قال** رہ ؎ گر خلد خاری الخ **قلت** تارہ فی الحاشیہ سوزن **قال** ناثر اختتام کلام الخ **قال** ناظماً بشنو از نے الخ **قلت** مراد از بدایت مبدار و قصد کردن منتہی مراد را ظاہر ست **قال** رہ ؎ دورۂ میم الخ **قلت** مصرعہ ثانیہ میں لاکن مرکب ہے لا اور کن سے یعنی فنا کر اور آلات مرکب ہے الا اور تائے خطاب سے **قال** رہ ؎ اللہ اللہ کو من الخ **قلت** لفظ کو اللہ اللہ کی خبر نہیں من کی خبر مقدم ہے **قال** ناثر امناجات الخ **قال** ناظماً ؎ دوست را برین الخ **قلت** فی العبارت توختن حاصل کردن و خواستن و جمع کردن و بمعنی ادا کردن **قال** رہ ؎ شکر احسان الخ **قلت** سر کردن شروع کردن و با تمام رسانیدن کذا فی الغیاث۔ **قال** رہ اللہ اللہ ایں چہ نام خوش مذاق الخ **قلت** فی المنتخب رونق بالفتح الی قولہ خوش آمدن و بہ شگفت آمدن الخ غالباً دریں تصرف کردہ رواق ساختہ است **قال** رہ ؎ اللہ اللہ ایں چہ احسان کردۂ الخ مراد از چنیں برزخ اسم اللہ است کہ اسم من حیث ذاتہ ظاہر ست و من حیث کون مدلولہ باطناً باطن ست **قال** رہ ؎ اللہ اللہ لیس غیرک الخ۔ **قلت** ہل تری میں خطاب مطلق رائی کو ہے اور دیر بمعنی مطلق دار مجازاً اور بمعنی معروف اس کے دار عبادت نصاری **قال** رہ اللہ اللہ لا الہ الخ **قلت** اسمیں سوال ہے اور شعر آیندہ میں جواب ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ یہ نفی اس لئے ہے کہ جو چشم کہ ظاہراً اغیار کو دیکھ رہی ہے وہ اس نفی سے اُن اغیار کو مرتفع کر دے اور اُسکی ہمت اسقدر رہے نہ یہ کہ بالکل غیر کو نظر میں نہ آنے دے پس مقل مصرعہ اول میں بمعنی بردارندہ کما فی قولہ اقلت الغبراء اور ثانی میں بمعنی ذی قلت۔ **قال** رہ ؎ چوں برآرم الخ **قلت** لیتنی کنت تراباً را بمعنی تاویلی فرود آوردند یعنی کاش خاک پائے قابل ہی ہوتے **قال** رہ اللہ اللہ ستم الخ **قلت** راوق بمعنی شراب مجازاً کذا فی الغیاث **قال** رہ انت مقصودی الخ **قلت** تہمت فی المنتخب قصد و ہمت وهذا الاختتام بعون اللہ المفضال العام والیوم یوم الاربعاء الثالث والعشرون من شعبان

فہرست مضامین عشر تاسع وعاشر